مسئلۂ حجاز

رپورٹ وفد خلافت سنہ ۱۹۲۶ء

روضۂ اطہر و مسجد نبوی صلعم

مُرتبہٗ
سید سلیمان ندوی، شوکت علی، محمد علی، شعیب قریشی

مسئلہ حجاز
رپورٹ وفد خلافت

مسئلۂ حجاز

رپورٹ وفد خلافت سنہ ۱۹۲۶ء

روضۂ اطہر و مسجد نبوی صلعم

مُرتبۂ

سیّد سلیمان ندوی، شوکت علی، محمّد علی، شعیب قریشی

مضامین رپورٹ

نمبر سلسلہ	مضامین	صفحہ
۱	وفد کیوں بھیجا گیا	۱
۲	دعوت موتمر کن شرائط پر منظور کی گئی	۲
۳	شریف حسین کی بے عنوانیاں اور حملہ طائف سے قبل کی حالت	۳
۴	حکومت شریف کی مجلس اقوام سے اپیل	۴
۵	شریف حسین کو جمعیۃ خلافۃ کا مشورہ - مؤتمر کے فیصلہ پر اپنا مقابلہ چھوڑ دو	۵
۶	جمعیۃ خلافت کا تار سلطان کے نام - فوجوں کو احتیاط کی ہدایت	۶
۷	فیصل بن سعود کا تار خلافت کے نام - قتل عام کی تردید	۷
۸	مسلم کونسل القدس کا تار خلافۃ کے نام - مداخلت کی درخواست	۷
۹	خلافۃ کا جواب - مداخلت اور سمجھوتے کے شرائط	۷
۱۰	حزب وطنی کا تار خلافۃ کے نام - شریف حسین کی معزولی	۸
۱۱	امیر علی کی تخت نشینی، دستوریت کا اعلان	۸
۱۲	امیر علی کے شاہی کے اہم شرائط - دنیائے اسلام کے فیصلہ کی متابعت	۹
۱۳	۵/ اکتوبر کا مشہور تاریخی فیصلہ - حجاز میں جمہوریہ کا مطالبہ	۹
۱۴	مسلم کونسل القدس کو خلافۃ کا تار - موتمر پر فیصلہ چھوڑنے کا مطالبہ	۱۰
۱۵	سلطان نجد کا تار خلافۃ کے نام - مطالبہ جمہوریت والے تار کا جواب	۱۱
۱۶	حکومت نجد کا مظالم سے انکار	۱۱
۱۷	مقامات مقدسہ کے احترام کا وعدہ	۱۱
۱۸	امیر علی کی جدہ میں پناہ گزینی اور خلافۃ سے امداد کی اپیل	۱۲
۱۹	سلطان نجد کا تار - آخری فیصلہ دنیائے اسلام کے ہاتھ میں ہے	۱۳
۲۰	حفاظت مزارات کی نسبت خلافت کا تار اور سلطان کا جواب - اسلامی مزارات قابل احترام ہیں	۱۴
۲۱	وزیر برطانیہ کو خلافۃ کا تار - غیر مسلم مداخلت ناقابل برداشت ہے	۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۲	پاسپورٹ کا ملنا اور وفد خلافۃ کے مقاصد پر امیر علی کا اظہار مسرت	۱۵
۲۳	سلطان کی نجد سے مکہ معظمہ کو روانگی۔ الوداعی تقریر۔ میں مکہ معظمہ پر قبضہ کرنے نہیں جارہا ہوں	۱۵
۲۴	۵/ اکتوبر کے فیصلہ پر بلگام خلافت کانفرنس کی تصدیق	۱۶
۲۵	پہلے وفد خلافۃ کو مجلس عاملہ کی ہدایات	۱۷
۲۶	وفد اول کی طرف سے امیر علی کے سامنے مسلک خلافۃ کا اظہار	۱۸
۲۷	امیر علی کا مؤتمر اور جمہوریت کے خیال سے اختلاف	۲۴
۲۸	مجلس عاملہ کا تار وفد اول کو۔ فیصلہ سابق پر اصرار	۲۴
۲۹	ہندوستان میں شریفی پارٹی کی جد و جہد	۲۷
۳۰	محاصرہ جدہ اور موسم حج کی آمد	۲۷
۳۱	برطانیہ کی حج سے روکنے کی کوشش	۲۷
۳۲	جمعیۃ خلافت کی کوشش سے فریضۂ حج کی ادائیگی اور باشندگان حجاز کی امداد۔ وفد دوم کے مقاصد	۲۸
۳۳	ہندوستان میں طاہر الدباغ کی آمد، فتنہ کی ترقی	۲۹
۳۴	مسجد نبویؐ اور قبہ خضراء پر گولہ باری کا تار	۳۰
۳۵	قبہ خضراء پر گولہ باری والے تار کی تحقیقات اور اس کے نتائج	۳۰
۳۶	تیسرا وفد خلافت بھیجنے کا فیصلہ	۳۱
۳۷	وفد سوم کے متعلق کیا کام سپرد کئے گئے۔	۳۲
۳۸	وفد سوم کا مکہ سے پہلا تار۔ تحفظ مزارات و آثر کی تدابیر	۳۳
۳۹	سقوط مدینہ	۳۴
۴۰	وفد خلافۃ کا خط سلطان کے نام۔ دنیائے اسلام کے لیے مدینہ منورہ کی حفاظت	۳۴
۴۱	مولانا ظفر علی خان کا ادائیگی فرض سے انکار	۳۵
۴۲	مسٹر شعیب قریشی کی کوشش کہ جمعیۃ خلافۃ کے ہدایات پر عمل کیا جائے، مولانا ظفر علی خان کی مخالفانہ کوشش، دونوں کے خطوط کے اقتباسات	۳۶
۴۳	ملوکیت حجاز کا اعلان	۳۸
۴۴	وفد سوم کی اکثریت کے رپورٹ کا خلاصہ	۳۸

نمبر	مضامین	صفحہ
۴۵	مولانا ظفر علی خان کی حمایت ملوکیت	۴۰
۴۶	وفد سوم کی دونوں رپورٹوں پر جمعیۃ خلافۃ کا فیصلہ۔ سلطان کی عہد شکنی سے اختلاف	۴۲
۴۷	موتمر اسلامی کے ابتدائی مراحل	
	(۱) جمعیۃ خلافت کی تحریک، ۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء کا مشہور پیغام	۴۳
	(۲) سلطان ابن سعود کا تار اور ریاض میں الوداعی تقریر	۴۴
	(۳) سلطان ابن سعود کی دعوت مؤتمر	۴۵
	(۴) بعد میں ابن سعود کے لطائف الحیل اور مولانا عرفان اور مسٹر شعیب قریشی صاحبان کا اصرار	۴۹
	(۵) مارچ ۱۹۲۶ء میں موتمر کی جدید دعوۃ	۵۰
	(۶) دعوۃ نامہ میں تبدیلی	۵۰
	(۷) دعوۃ نامہ کا جواب جمعیۃ العلماء کی طرف سے	۵۱
	(۸) انتخاب نمائندگان خلافۃ برائے مؤتمر	۵۲
	(۹) وفد چہارم کو جمعیۃ خلافۃ کے ہدایات	۵۳
	(۱۰) وفد چہارم کو خلافۃ کمیٹی کے ہدایات	۵۴
	(۱۱) التوائے تاریخ انعقاد مؤتمر	۵۴
	(۱۲) ممالک اسلامی جو مؤتمر میں شریک ہوئے اور اُنکے نمائندوں کے نام	۵۸-۵۵
	(۱۳) مؤتمر میں اپنے آدمی بڑھانے کے لیے سلطان کی کوشش	۵۸
	۱۴ وفد خلافۃ کی جد و جہد سے مجلس معائنہ وثائق اور مجلس قانون اساسی کا انتخاب	۵۹
	(۱۵) انتخاب عہدہ داران مؤتمر	۶۰
	(۱۶) مؤتمر کا قانون اساسی	۶۱
	(۱۷) لجنہ اقتراحیہ	۶۱
	(۱۸) لجنہ اقتراحیہ میں حکام و نامزدگان حکومت نجد کا رویہ	۶۳
	(۱۹) تجاویز پیش کردہ وفد خلافۃ	۶۷-۶۳
	(ا) ماثر و مقابر	
	(ب) حرم میں امامت کا مسئلہ	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	(ج) غیر مسلم اور جزیرۃ العرب میں اقتصادی امتیازات	
	(د) انسداد غلامی	
	(س) جدہ مکہ اور عرفات کے درمیان کی سڑکیں	
	(ص) تبلیغ اسلام	
	(ط) تجاویز کی زبان	
	(ع) آزادئ مذہب	
	(ف) مطاف و مسعی	
	(ق) قتل مؤمن کی مخالفت	
	(ک) معاہدات مابین حکومت حجاز و دول	
	(۲۰) نمایندگان حکومت نجد کا دستاویزات پیش کرنے سے انکار	۶۷
	(۲۱) تجاویز مسترد کردہ لجنۃ اقتراحیہ	۶۸
	(۲۲) تجاویز جو دوسروں نے پیش کیں اور جنکی وفد خلافۃ نے تائید کی	۶۸
	(۲۳) تجاویز جو دوسروں نے پیش کیں مگر جنکی وفد خلافۃ نے مخالفت کی	۶۸
	(ا) حجاز اور اسلحہ	۶۹
	(ب) حاجیوں پر مختلف نوع کے ٹیکس	۶۹
	(۲۴) جنرل سکرٹری اور لجنۃ التنفیذیہ کے انتخاب کا التواء	۶۹
	(۲۵) مؤتمر کا اختتام اور سالانہ انعقاد کا فیصلہ	۷۰
	(۲۶) دیگر ممالک کے نمایندوں کا وفد خلافۃ سے اشتراک عمل	۷۰
۴۸	سلطان ابن سعود سے ملاقات	۷۱
۴۹	سلطان سے دوسری ملاقات — وعدوں کی یاد دہانی	۷۳
۵۰	علمائے نجد اور سلطان ابن سعود	۷۴
۵۱	سید سلیمان کا سلطان سے علمی مباحثہ — مقابر و آثار کا امتیاز	۷۵
۵۲	سلطان سے تیسری ملاقات۔ سلطان کے مایوس کن جوابات	۷۶
۵۳	آخری ملاقات۔ حاجیوں کی تکالیف کی شکایت	۸۰

نمبر	مضامین	صفحہ
۵۴	لجنہ تحضیریہ میں شرکت	۸۰
۵۵	مجلس العلماء - مولانا محمد علی کی اپیل "قیصر و کسریٰ کی سنت چھوڑ دی جائے"	۸۱
۵۶	ذرا ذرا سی بات پر نجدیوں کا تشدد	۸۲
۵۷	مجلس العلماء میں سید سلیمان ندوی کی زبردست تقریر۔ مقابر و مشاہد کے مسائل	۸۲
۵۸	جنت البقیع کے مزارات کا انہدام	۸۴
۵۹	علمائے مدینہ سے کس طرح "فتویٰ" لیا گیا	۸۵
۶۰	ہدم قباب کے بارے میں سلطان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا	۸۸
۶۱	مدینہ منورہ کی کونسی مساجد کس طرح توڑی گئیں	۸۸
	نتائج	
۶۲	شخصی حکومتوں کی خرابیاں	۹۰
۶۳	ملوکیت عرف عام میں	۹۱
۶۴	نظام خلافت کے احیاء میں پہلا قدم	۹۲
۶۵	غیر مسلم دول اور مسلمانوں کی شخصی موروثی سلطنتیں	۹۲
۶۶	"ہر کہ شمشیر زند... الخ" کا اصول	۹۳
۶۷	جمعیۃ خلافۃ کا فیصلہ سلطان نجد کو قبول تھا	۹۴
۶۸	وفد کا تجربہ اور مسلک خلافۃ	۹۵
۶۹	ملوکیت اور مفاد ملی کا خون	۹۵
۷۰	شریفوں کی شخصی حکومت کی خرابیاں	۹۶
۷۱	کیا نجدی خاندان شاہی خرابیوں سے بچا رہیگا۔؟	۹۷
۷۲	سلطان نجد کی دول یورپ سے مرعوبیت	۱۰۰
۷۳	ارض پاک کے رزمگاہ بن جانے کا خطرہ	۱۰۳
۷۴	نجدی حکومت کا تعصب مذہبی	۱۰۵
۷۵	حجاز پر فقط سلطان نجد کی نہیں بلکہ قوم کی بادشاہت	۱۱۰

نمبر	مضامین	صفحہ
۷۶	امورِ دنیوی میں بھی عدم مساوات	۱۱۲
۷۷	علمائے نجد اور عدم مساوات	۱۱۳
	نتیجہ	۱۱۴
۷۸	نجدی حکومت میں انتظامی اہلیت کی کمی	۱۱۴
۷۹	اربابِ حکومت کے متعلق بد دیانتی کی شکایتیں	۱۱۵
۸۰	تأمین الطرق	۱۱۵
۸۱	کیا یہ قیام امن پائیدار ہے؟	۱۱۸
۸۲	ہوسِ ملک گیری قیام امن کے منافی ہے	۱۱۹
۸۳	امیر علی کی وزارت خارجہ کی ایک تحریر	۱۲۱
۸۴	حجاز میں امن کی خاص ضرورت	۱۲۵
۸۵	سڑکوں کی حالت	۱۲۶
۸۶	منزلوں میں فقدانِ انتظام	۱۲۹
۸۷	منیٰ کی حالت	۱۳۰
۸۸	عرفات کی حالت	۱۳۱
۸۹	حج کے اور انتظامات	۱۳۲
۹۰	حرمین الشریفین اور غلاظت	۱۳۲
۹۱	حج میں پانی کا انتظام	۱۳۳
۹۲	عام انتظامات	۱۳۳
۹۳	وفد کی رائے دربارہ تشکیل حکومت حجاز	۱۳۴
۹۴	عالم اسلامی کی نگرانی	۱۳۵
۹۵	اہل حجاز کی اہلیت اہل نجد سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے	۱۳۶
۹۶	حجاز کی بیرونی حملے سے مدافعت	۱۳۶
۹۷	ہندوستان کے مسلمان اس وقت کیا کریں	۱۳۷
۹۸	عالم اسلام بے دست و پا نہیں	۱۳۸

اللہ اکبر

رپورٹ وفد حجاز

سنٹرل خلافت کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۰ اپریل ۱۹۲۶ء میں خود عام مسلمانان ہندوستان کے اطمینانِ قلب اور صحیح حالات کے دریافت کی غرض سے اور نیز سلطان ابن سعود کے موتمر کی شرکت کے دعوت نامہ کے جواب میں فیصلہ کیا کہ ایک مناسب وفد حجاز مقدس جائے۔ حجاج کی راحت کے وسیلوں کی نسبت تحقیقات کرے۔ اور اول موتمر عالم ریں جس کے لئے جمعیت خلافت بہت زمانہ سے کوشاں تھی اور جس کے لئے وہ ممالک اسلامیہ کے مخلص لوگوں اور انجمنوں سے خط و کتابت کر رہی تھی شریک ہو کر حجاز مقدس کی بہتری حجاج کے آرام اور آسایش اور مقامات مقدسہ و حرمین شریفین کی حفاظت اور خدمت کے لئے تمام دنیائے اسلام کے مندوبین کے مشورہ سے ضروری اصلاح اور عملی تجاویز طیار کرے تاکہ اس مقدس کام کا جلد سے جلد آغاز ہو اور جو معمولی۔ آسان۔ اور ضروری کام صدیوں میں حجاز کے منتظمین۔ امراء اور ہماری غفلت سے نہ ہو سکا وہ انجام پائے۔ اور مسلمانوں کو وہاں کی بدانتظامی اور خرابی دیکھ کر آج چودھویں صدی میں شرمانا نہ پڑے۔ ہم چار خادمانِ خلافت اس کام کے لئے منتخب ہوئے۔ جن میں سے سید سلیمان ندوی صدر وفد اور شعیب قریشی سکرٹری تھے۔

ہماری ہدایت کے لئے حسب ذیل احکام ہم کو دئے گئے جو ہم بجنسہ درج کرنا ضروری جانتے ہیں تاکہ تمام حالات سے ہندوستان کے مسلمان آگاہ ہو جائیں اور

صحیح رائے قایم کر سکیں۔

مجلس عاملہ خلافت نے بتاریخ ۱۸ اپریل یہ طے کیا کہ

دہلی کی تجویز

دعوت نامہ منظور کیا جائے اور جن اغراض و مقاصد کا ذکر اس میں کیا گیا ہے اس پر بحث اور تبادلۂ خیالات کیا جائے اور آیندہ تشکیل حکومتِ حجاز کے لئے انعقاد موتمر کی بابت سلطان ابن سعود سے گفتگو کی جائے اور اگر تشکیل حکومت حجاز کا مسئلہ اس موتمر میں پیش ہو تو اس میں شرکت سے انکار کیا جائے مگر سلطان ابن سعود سے نجی طور پر گفتگو کر لی جائے اور ہمارا نقطۂ نگاہ ان کے روبرو پیش کرکے ان کو ہمخیال بنانے کی کوشش کی جائے۔

اس سے پیشتر کہ ہم حجاز مقدس اور موتمر اسلام کے حالات مفصل طور سے بیان کریں اور یہ بھی کہ ہم بعد کامل تحقیقات کے کس نتیجہ پر پہونچے ہیں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مختصراً مسئلۂ حجاز کے اہم واقعات سلسلہ وار پیش کر دیں تاکہ سب ارکان خلافت کی یاد تازہ ہو جائے اور وہ اس مسئلہ کی نسبت صحیح رائے قایم کر سکیں۔

دنیائے اسلام کو جو کچھ نقصانات شریف حسین اور اس کی اولاد کی بدولت پہونچے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ خلیفۃ الرسول صلعم اور خادم حرمین شریفین پر کفار اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ ہو کر ذاتی نفع اور خاندانی حکومت کی طمع سے لشکر کشی کی اور مجاہدین اسلام کے خون سے ہاتھ رنگے۔ اُس کی آٹھ برس کی حکومت حجاز مسلمانوں کی تکالیف کا موجب ہوئی۔ اور ہمارے پاس جنگ عظیم کے بعد کوئی سامان موجود نہ تھا جس کے ذریعہ سے ہم اس کو حجاز مقدس سے نکال سکتے۔ ہماری بے بسی کی حالت میں اس نے ایک اور مزید حملہ اسلام پر یہ کیا کہ خلیفۂ اسلام ہونے کا اعلان کیا اور پروپیگنڈا اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعوں سے مسلمانوں سے بیعت طلب کی۔ حجاز مقدس میں مظالم کئے اور وہاں کے رہنے والوں کی ساری قوت کو توڑ دیا۔

حجاج اور رعایا سے زبردستی اپنے ذاتی نفع کے لئے بیجا روپیہ وصول کیا اور جب کبھی کسی نے تھوڑی سی بھی جرأت سے کام لیکر تعارض کیا تو یہی جواب ملا کہ "میں ہاشمی ہوں۔ یہ ملک اور حکومت میرا اور میرے خاندان کا ترکہ ہے اور کسی کو مداخلت کا حق نہیں ہے"۔ اس کے ساتھ ہی اجانب کی مدد سے اپنے گرد کے دیگر اسلامی امیروں کے ملکوں اور حکومتوں پر طمع کی نظر تھی اور ہر وقت کوشش جاری تھی کہ ان کو غارت کرکے جزیرۃ العرب کا واحد بادشاہ بن جائے اس حرص نے یورپ کے ہوشمند دشمنانِ اسلام کو خوب موقع دینے کا موقع دیا اور آخر میں ایک بیٹے امیر فیصل کو انگریزوں کا غلام بنا کر عراق کا بادشاہ بنوایا اور دوسرے امیر عبداللہ کو شرق اردن کا۔ امام یحییٰ زیدی سلطان یمن تو علاوہ طاقتور ہونے کے دور تھا۔ نجد کا علاقہ شمال مشرق اور مغرب تین طرف سے گھرا ہوا تھا۔ سلطان ابن سعود اور اہل نجد کو اس سے خاندانی عداوت اور مذہبی مخالفت پہلے سے تھی اور اب تو ان دونوں امراء عرب میں کسی دوستی کی گنجائش باقی نہ تھی جبکہ کھلم کھلا شریف جزیرۃ العرب کو اجانب کی مدد سے غلام بنا کر مخالفین کو مٹا کر تمام عربستان کا واحد ملک بننے کا منصوبہ کر رہا تھا۔ مسلمانانِ ہند اور جزیرۃ العرب کے درمیان ارتباط اور واقفیت حاصل کرنے کے وسائل بہت کم تھے اور خصوصاً نجد کے صحیح حالات دریافت کرنا دشوار تھا۔ تاہم یہ خبریں کبھی کبھی ملتی تھیں کہ اہل نجد کو آٹھ برس سے ادائگی حج کی اجازت نہیں اور یہ بھی کہ سرحد پر حکومت حجاز اور حکومت نجد میں چھیڑ چھاڑ جاری تھی اور سلطان ابن سعود بھی اور اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے مقابلہ کی طیاری کر رہے تھے۔ لڑائیوں کی بھی خبریں آتی تھیں۔ یہ بھی کہ شریف حسین جو حجاج پر زیادتی کرکے روپیہ طرح طرح سے وصول کرتا تھا اور ان کی راحت اور آسائش پر صرف نہیں کرتا اور خود اہل حجاز سے بھی ہر طرح روپیہ کھینچتا تھا یہ سب اس وجہ سے تھا کہ وہ حفاظت حجاز کے لئے فوج اور سامان حرب طیار کرلے۔

حجاز مقدس میں حجاج پر مظالم ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے راستہ پر بدوؤں نے قافلوں کو روکا اور عام طور پر شکایت کا دفتر کھلا تھا۔ ہر مسلمان دل پریشان مگر بظاہر خاموش تھا۔ یکایک ایک دن ستمبر ۱۹۲۴ء میں اخبارات نے یہ خبر دی کہ نجدی فوجیں طائف کے قریب آگئیں۔ اور بعد کو طائف کی فتح کی بھی اور یہ بھی کہ امیر علی بغیر لڑے وہاں سے

مکہ بھاگ گئے اور یہ کہ مکہ مکرمہ کے لوگوں میں بھی سخت بے چینی تھی اور وہ شریف حسین کے مظالم سے تنگ آ کر اوس کو علیحدہ کرنا چاہتے تھے۔ شریف حسین اپنا سامان اور روپیہ لیکر جدہ بھاگ گئے۔ امیر علی بھی ان کے ہمراہ گئے۔ جدہ میں انقلاب ہوا۔ شریف حسین مستعفی ہوئے۔ امیر علی کو دستوری ملک الحجاز بنایا گیا۔ اور بغیر لڑے نجدی فوجیں مکہ میں داخل ہوگئیں طائف کے قتل اور غارتگری کی خبریں بھی آئیں۔ اور یہ بھی کہ روضہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مسمار کیا گیا۔ ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس جگہ وہ تمام تار اور خطوط بجنسہ درج کر دیں جو جمعیت خلافت کے پاس اس مسئلہ کے متعلق آئے اور جو جوابات جمعیت نے روانہ کئے۔ ان کو پڑھکر تمام معاملات صاف نظر آئینگے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ جمعیت خلافت کا اہم بالشان فیصلہ جو ۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء بذریعہ تار حکومت حجاز اور نجد کو بھیجا گیا کس درجہ صحیح اور مناسب تھا یہ مجلس عاملہ کا فیصلہ تھا اور دسمبر ۱۹۲۴ء میں اس کو جمعیت خلافت کی سالانہ کانفرنس بلگام نے بالاتفاق پسند فرمایا۔

اخبارات میں طائف کے حملہ کی خبر پانے کے بعد مکہ معظمہ کا حسب ذیل تار ملا

لیگ اقوام سے شاہ حجاز کی اپیل

انسانیت اور تہذیب کے نام پر غیر مسلموں کو عرب میں آنے کی دعوت

مرکزی خلافت کمیٹی کو حسب ذیل تار مکہ معظمہ سے وصول ہوا ہے۔

مکہ ۱۱ ستمبر باشندگان مکہ معظمہ آج کعبۃ اللہ کے سامنے جمع ہوئے جس میں تقریباً ۲۰ ہزار مسلمان باشندگان جاوا۔ ہندوستان۔ سوڈان۔ ایران۔ الجیریا۔ روس شامل تھے اور انہوں نے متفقہ طور پر مہذب دنیا کو یہ بتایا کہ وہابیوں نے شہر طائف پر حملہ کیا اور فوج ہاشمی نے بڑی بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا۔ باشندگان مکہ اور حکومت ہاشمی نے جس کی حمایت عام طریقہ پر کی جا رہی ہے۔ ہر ممکن کوشش اس امر کی کی ہے کہ بیگناہ باشندگان اور غیر ملکیوں کو بچایا جائے لیکن وہابیوں نے بجائے اس کے کہ وہ باقاعدہ طریقہ پر قبضہ کرتے نہایت وحشیانہ

طریقہ اختیار کیا ہے اور وہاں کے باشندوں اور غیر ملکی رعایا پر جو وہاں مقیم تھے انتہائی ظلم کیا ہے اور جیسا کہ خود ان غیر ملکیوں سے دوستی رکھنے والی سلطنتوں کو ان تمام حادثات کی خبر دی ہے (یہ واقعہ ہے) کہ وہابیوں نے حضرت ابن عباس کے مزار کو پھونک دینے کے بعد ساری آبادی کو تہ تیغ کیا ہے جس میں بچے عورتیں اور بوڑھے سب شامل تھے یعنی مختصر الفاظ میں ساری رعایا اور کل غیر ملکی باشندے مارے گئے۔ اسلئے انسانیت تہذیب و انصاف کے نام پر جملی لیگ اقوام عالمپر دا ہے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ان مظالم کا خاتمہ کیا جائے اور ان وحشیانہ حرکات کو جس سے تہذیب اور انسانیت تھراتی ہے جلد سے جلد سخت ترین کارروائی کر کے ختم کیا جائے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۴ء

منجانب شہر کا جلسہ

عبد الغفار المدنی۔ عبد الساغانی (؟) ابن قاری عبد اللہ مرحوم سوڈانی۔ سوڈادی بدر الدین۔ ہدایت اللہ آذربائیجان۔ مولانا غفار بن قربی (؟) مولانا محمد داودی الداغستانی احمد بن محمد اناداقی۔ ابو الجوالاتی محمد عبد اللہ بن زیدان الشکیتی۔ محمد حبیب اللہ شوکی عمر تونسی المراکشی۔ محمد مختار بن عاطزت ناظم الدولہ ایرانی۔ محمد بن عبد الکریم۔ محمد سلطان بن سلطان۔ محمد بن اسمٰعیل فلفلانی۔ عبد اللہ بن یعقوب ابن صبح ساری۔ ایک بخاری عبد الغنی۔ بدر الدین محمد عارف۔ محمد منظر۔ ابو طالب۔

(نوٹ) تار فرانسیسی زبان میں تھا اسلئے بہت نام صاف پڑھے نہیں گئے۔)

جمعیۃ خلافت نے ان خبروں کو پا کر ایک تار حسب ذیل ۵ا ستمبر ۲۴ء کو شریف حسین کے نام بھیجا۔

جمعیۃ خلافت کا تار شریف حسین کے نام

۱۵ ستمبر ۲۴ء کو مولانا شوکت علی صاحب صدر جمعیۃ خلافت نے حسب ذیل تار شریف حسین کو روانہ کیا۔

"آپ کی مسلسل خلاف اسلام حرکات پر بہت افسوس ہے آپ کی یہ ہی پالیسی اس آپس کی لڑائی کی ذمہ دار ہے ہم مداخلت کے لئے طیار ہیں بشرطیکہ آپ اپنا اور اپنے

خاندان کا معاملہ موتمر اسلامی کے فیصلہ پر چھوڑ دیں۔ حجاز مقدس میں غیر مسلموں کی مداخلت ناقابل برداشت اور ناقابل معافی ہے۔ شوکت علی صدر جمعیت خلافت ہند

اور حسب ذیل تار سلطان نجد کے نام روانہ کیا

جمعیتہ خلافہ کا تار سلطان نجد کے نام

۱۵ ستمبر کو مولانا شوکت علی صاحب صدر جمعیتہ خلافہ نے حسب ذیل تار ابن سعود سلطان نجد کے نام روانہ کیا۔

"عرب بھائیوں میں یہ آپس کی لڑائی بہت دردناک ہے۔ ان افسوسناک واقعات کی ذمہ داری شریف حسین پر ہے اخبارات کے غلط پروپگنڈا پر یقین نہ لاتے ہوئے آپ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ فوجوں کو سخت احکام جاری کر دیجئے کہ کسی ایسی حرکت کا ارتکاب نہ ہو جس سے اسلامی جذبات کو صدمہ پہنچے مہربانی فرماکر صحیح واقعات سے ہمیں مطلع کرتے رہیے گا۔"

شوکت علی صدر جمعیتہ خلافہ ہند

شریف حسین نے حسب ذیل تار ہمارے تار کے جواب میں بھیجا۔

شریف حسین کا تار مولانا شوکت علی صاحب کے نام

۱۶ ستمبر کو مولانا شوکت علی صاحب کے نام شریف حسین کا حسب ذیل برقی پیغام مکہ معظمہ سے موصول ہوا۔

آپکے اور تمام بھائیوں کے جذبات پر ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ حسین

اس عرصہ میں ذیل کا تار ملا جس کا تعلق گو قضیہ نجد و حجاز سے خاص طور پر نہ تھا مگر اس کا ثبوت ہے کہ حکومت نجد نے اسے محسوس کیا کہ دنیائے اسلام اور جمعیت خلافت کے سامنے اپنے کو بدنام نہ ہونے دے۔

فیصل بن عبد العزیز السعود کا تار مولانا شوکت علی کے نام

بحرین - ۳ ستمبر ۔ بعض شامی او عراقی اخباروں نے یہ شائع کیا ہے کہ آل اخوان کی فوجوں نے شمالی شرق بردوں میں چند قبائل سے انتقام لیتے ہوئے بچوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ یہ صریح جھوٹ ہے اور صرف اسلئے مشہور کیا گیا ہے کہ آل اخوان سے اسلامی دنیا بدظن ہو جائے۔ آل اخوان کا اسلامی عقیدہ ایسے کاموں کی اذہیں اجازت نہیں دیتا جو ہر شخص کے ضمیر کے خلاف ہیں براہ کرام ان غلط افواہوں کی تردید کر دیجئے۔ فیصل بن عبد العزیز

تھوڑے عرصہ کے بعد جبکہ مکہ معظمہ میں نجدی داخل ہوگئے، اور جدہ کی طرف بڑھ رہے تھے حسب ذیل تار پریسیڈنٹ سپریم مسلم کونسل القدس کا موصول ہوا۔

القدس کی مسلم کونسل کا برقی پیغام

۳ اکتوبر کو حسب ذیل برقی پیغام القدس کی مسلم کونسل کے صدر کی طرف سے موصول ہوا۔ نجد کو تار دیدیا گیا ہے کہ مقامات مقدسہ کے احترام کی خاطر خونریزی روکدی جائے۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ایسا ہی تار دیجئے۔ ہماری تجویز ہے کہ آپ جدہ کو اپنے نمائندے بھیجدیں تاکہ وہاں جو اسلامی نمائندے جمع ہو رہے ہیں انکے ساتھ ملکر مقامات مقدسہ کے امن اور اسلامی مفاد کے تحفظ کی کوشش کریں۔ مہربانی فرما کر بذریعہ تار جواب دیجئے۔ صدر مسلم کونسل القدس

اس کا جمعیت خلافت نے حسب ذیل جواب دیا۔

پریسیڈنٹ مسلم کونسل القدس کو جمعیۃ خلافۃ کا جواب

۴ اکتوبر کو جمعیۃ خلافۃ کی طرف سے مولانا شوکت صاحب نے حسب ذیل تار پریسیڈنٹ مسلم کونسل القدس کو بھیجا۔

ہم پہلے ہی فریقین کو تار دے چکے ہیں کہ آپس کی لڑائی نہایت افسوسناک ہے۔ حکومت حجاز کو ہم نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ اگر وہ اپنا معاملہ موتمر اسلامی پر چھوڑ دے تو ہم مداخلت کیلئے طیار ہیں۔ حکومت نجد کو تار دیا ہے کہ نجدی فوج کو سخت احکام دیئے جائیں کہ وہ کسی

ایسے فعل کا ارتکاب کریں جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوں۔ شوکت علی صدر خلافت
اسکے بعد ہی فوراً ہمارے پاس ذیل کا نہایت اہم تار وصول ہوا جسمیں صلح کرانیکے لئے ہماری امداد طلب
مانگی گئی تھی اور شریف حسین کی معزولی اور امیر علی کا انتخاب بحیثیت دستوری بادشاہ کا اعلان تھا۔

حزب وطنی حجاز کا تار

۴ر اکتوبر کو طاہر الدباغ سکرٹری حزب وطنی حجاز نے جدہ سے مرکزی خلافت کمیٹی کو حسب ذیل تار دیا:۔

"افواج مدافعت کی کامل شکست اور حکومت کی ناقابلیت کے باعث جس کی وجہ سے وہ قوم کی جان و مال کی حفاظت سے قاصر ہے، ساری قوم حجاز میں ایک انقلابی کیفیت رونما ہوئی۔ اور چونکہ سارا ملک حجاز اور حرمین شریفین نہایت خطرے میں ہیں اور حالت بہت نازک ہے اور چونکہ سارا ملک حجاز عالم اسلامی کی نگاہوں میں بیحد مقدس ہے اس لئے قوم نے بالاتفاق شریف کو اس پر مجبور کیا کہ وہ تخت سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور جہاں جاہیں چلے جائیں اور چونکہ اندرون ملک میں بیحد ابتری رونما ہے اور انقلاب کا خوف ہے۔ اور سارے ملک میں فساد کا احتمال ہو رہا ہے اس لئے ساری قوم نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ امیر علی کو صرف شاہ حجاز مان کر ایک کانسٹی ٹیوشنل (دستوری) حکومت قائم کی جائے۔ بشرطیکہ وہ سارے دنیائے اسلام کے فیصلے کا مقامات مقدسہ کے حقوق اور اور اغراض کے متعلق پابند ہونا قبول کرے۔ قوم نے امام ابن سعود کے پاس ایک باضابطہ مراسلہ بھیجا ہے کہ گفتگوئے مصالحت کے لئے اپنے نمایندے بھیجیں۔ قوم حجاز اس اعلان کے بعد اور ان انسدادی تدابیر کو عمل میں لانے کے بعد اس کا اعلان بھی ضروری سمجھتی ہے کہ اب اگر عالم اسلام نے مقامات مقدسہ اور اس کے باشندوں کی حفاظت میں عجلت نہ کی اور امام ابن سعود کی پیش قدمی کرنے والی فوج کو نہ روکا اور ان سے اس کی درخواست نہ کی کہ جلد از جلد اپنے نمایندے شرائط صلح کے لئے بھیجیں اور ضرورت حال پر لحاظ کر کے مؤثر کارروائی ملک حجاز کی حفاظت کے لئے نہ کی تو تمام خرابیوں کی ذمہ داری

عالم اسلام پر ہوگی۔ طاہر الدباغ ۔ سکریٹری حزب وطنی حجاز (ازجدہ)

متذکرۂ بالا تار میں ایک اور خاص اور اہم معاملہ میں اظہار رائے کیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیائے اسلام کی حجاز مقدس میں رضامندی اور رائے مقدم اور اولی ہوگی۔ امیر علی کو بادشاہ اس شرط پر قبول کیا گیا تھا کہ وہ سارے دنیائے اسلام کے فیصلہ کا پابند ہونا قبول کرلے۔

ان تاروں کے آنے پر ۵ راکتوبر ۱۹۲۴ء کو دہلی میں ممبران مجلس عاملہ کے شور ہوئے۔ جس میں مولانا شوکت علی صدر۔ حکیم اجمل خان صاحب۔ مولانا ابوالکلام صاحب مولانا محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر کچلو صاحب۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب۔ اور شعیب قریشی صاحب موجود تھے۔ ایک تار طاہر الدباغ صاحب کے نام بھیجا گیا۔ دوسرا سلطان ابن سعود کے پاس۔ ہم اس تاریخی برقی پیغام کو جو سلطان نجد کو بھیجا گیا تھا بجنسہ درج کرتے ہیں۔

سلطان نجد کو مولانا شوکت علی صاحب کا تار

۷ راکتوبر کا مشہور تاریخی برقی پیغام

۷ راکتوبر ۱۹۲۴ء کو مولانا شوکت علی صاحب صدر خلافت نے حسب ذیل تار عبدالرحمن القصیبی (بحرین) کی معرفت سلطان نجد کو روانہ کیا:۔

"حزب وطنی حجاز نے بذریعہ تار شریف حسین کی معزولی اور امیر کے انتخاب کی خبر دی۔ علی جو دستوری اختیارات کے ساتھ شاہ حجاز ہوں گے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ حجاز میں مسلم مفاد و حقوق کے متعلق وہ دنیائے اسلام کی موتمر کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے۔ حجازی پارٹی نے ہم سے مداخلت کی درخواست کی ہے۔ ہم نے حسب ذیل جواب بذریعہ تار ارسال کیا ہے":۔

ہندوستانی مسلمان تمام دنیائے اسلام کے ساتھ تلخ تجربات کی بنا پر یقین کے ساتھ جانتے اور محسوس کرتے ہیں کہ گذشتہ آٹھ سال میں دنیائے اسلام پر جو مصیبتیں نازل ہوئی ہیں ان کی ذمہ داری بڑی حد تک شریف اور اس کے خاندان پر ہے۔ جب تک کہ وہ خاندان برسر حکومت رہے گا ہندوستانی

مسلمان کبھی مطمئن نہ ہوں گے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حجاز پر جو کہ تمام دنیائے اسلام کا مرجع ہے کوئی بادشاہ یا سلطان حکومت نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہاں ایک ایسی جمہوریت قائم کرنا چاہیئے جو غیر مسلم اغیار کے اثر سے بالکل محفوظ ہو۔ ہر مسلمان کو یہ اصول مد نظر رکھنا چاہیئے تاکہ جنگ و خونریزی کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے بند ہو جائے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی یہ رائے ہے کہ اس وقت اراکین حجاز کی ایک عارضی جمہوری حکومت قائم ہو جائے اور مستقل حکومت کا فیصلہ اسلامی کانفرنس پر چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ اسلامی دنیا کو امیر کا تقرر ناقابل قبول ہے۔ خلافت کمیٹی نے حجاز اور نجد کو وفد بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے چنانچہ پاسپورٹ کی درخواست دیدی ہے۔ اس تار کی ایک نقل امیر ابن سعود کو بھیج کر ان سے بھی درخواست کی جا رہی ہے کہ وہ جنگ و خونریزی بالکل بند کر دیں۔ اماکن مقدسہ کا پورا پورا لحاظ رکھیں اور جو شرائط اس تار میں مذکور ہیں انہیں کی بنا پر صلح کی گفت و شنید کریں۔

سپریم کونسل القدس کو بھی حسب ذیل تار بھیجا گیا ہے۔

مسلم کونسل القدس کو صدر جمعیۃ خلافہ کا تار

۶ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو صدر جمعیت خلافت مولانا شوکت علی صاحب نے حسب ذیل تار القدس کی مسلم کونسل کو روانہ کیا ہے:۔

ارض پاک میں خونریزی روکنے کے لئے ہم مضطرب ہیں۔ نجد و حجاز کیلئے پاسپورٹ کی درخواست دے رہے ہیں۔ شریف حسین کے گذشتہ افعال اور دنیائے اسلام کی آراء عامہ سے اس کی موجودہ مخالفت نے اس کی طرف سے عالم اسلام میں ہمدردی کے جذبات باقی نہیں چھوڑے ہیں۔ امن و صلح اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کے اور اس کے خاندان کے معاملات کا فیصلہ دنیائے اسلام کی موتمر پر منحصر کر دیا جائے۔

شوکت علی
صدر مرکزیہ خلافۃ

ہمارے ۱۵ ستمبر کے تار کے جواب میں سلطان نجد نے حسب ذیل تار بھیجا:۔

سلطان نجد کا تار مولانا شوکت علی صاحب کے نام

یکم اکتوبر کو حسب ذیل تار سلطان نجد کا مولانا شوکت علی کے نام موصول ہوا۔

"بجواب آپ کے تار کے مین گرمجوشی سے آپ کا اور آپ کی جدوجہد اور عربون اور مسلمانون کے ساتھ ہمدردی پر شکریہ ادا کرتا ہون۔ مجھے آپ سے یہی اُمید تھی۔ لیکن جب واقعات کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ محض اخبارون کی مبالغہ آمیز خبرین ہین۔ سارا مادی اور اخلاقی الزام اس کے بانی (شریف حسین) اور اس کے بیٹون پر ہے۔ مین نے یہ حکم دیدیا ہے کہ پوری احتیاط برتی جائے اور کسی قسم کی بے عنوانی نہ کی جائے۔

سلطان نجد عبدالعزیز۔

تھوڑے دنون کے بعد ایک اور تار حافظ وہبہ سلطان نجد کے سکریٹری کا وصول ہوا جسمین انھون نے لکھا:۔

حافظ وہبہ کا تار مولانا شوکت علی صاحب کے نام

حکومت نجد کا مظالم سے انکار

۔ ر اکتوبر کو حافظ وہبہ صاحب کا حسب ذیل تار مولانا شوکت علی صاحب کے نام بحرین سے موصول ہوا:۔

دشمنون نے نجدی افواج کے مظالم کی جو داستانین شائع کی ہین اُس سے حکومت نجد کو قطعی انکار ہے۔ حجاز کے غیر جانبدار (نیوٹرل) باشندون کو کوئی نقصان نہین پہنچا ہے۔ اور حکومت نجد نہایت خوشی کے ساتھ ان حجازی اور غیر ملکی باشندون کو جو حجازی افواج کے ساتھ مل کر نہین لڑے ہین مگر ان کا کسی قسم کا نقصان ہوا ہے تاوان دینے اور تلافی کرنے کو تیار ہے۔

حافظ وہبہ

اس کے بعد سلطان کے پرائیوٹ سکریٹری نے ایک تار دیا جس مین مقاماتِ مقدسہ کے احترام اور جملہ آثار کی حفاظت اور جملہ مراسم کے جاری رکھے جانے کا وعدہ ہے۔ اور نیز غیر مسلم مداخلت سے محفوظ رکھ کر مذہبی سہولت بہم پہنچانے کا عہد ہے۔

مقامات مقدسہ کے احترام کا وعدہ

سلطان نجد کا تار مرکزی خلافت کمیٹی کے جواب میں

بحرین ۱۱ اکتوبر کو حسب ذیل تار پرائیوٹ سکریٹری سلطان نجد کا بحرین سے موصول ہوا
اعلیٰحضرت نے مجھے ہدایت کی ہے کہ مین آپ کے تار کے جواب مین آپ کو اس کا یقین
دلاؤن کہ مقامات مقدسہ کا پورا احترام کیا جلئے گا اور جملہ مراسم جاری رکھے جائین گے
مین کسی قسم کا فرق نہ آنے لگا۔ ہم نے حجاز مین محض اس لئے دست اندازی کی ہے کہ
اسلامی مقامات اور حرمین شریفین کو غیر مسلم مداخلت سے محفوظ رکھکر مذہبی عبادت مین
سہولت بہم پہنچائین اور حجاج کو آرام دیکر تمام دنیائے اسلام کے اطمینان کا باعث بنین۔

پرائیوٹ سکریٹری سلطان نجد

حزب الوطنی جدہ کا ایک اور تار خلافت کے نام آیا جس مین امداد طلب کی گئی ہے،

حزب وطنی جدہ کا تار خلافت کمیٹی کے نام

۱۱ اکتوبر۔ حرم محترم کو خونریزی سے بچانے کے لئے اس کے احترام کو محفوظ
رکھتے ہوئے افواج حجاز یہ جدہ آگئی ہین۔ وہابی امن وامان کے ساتھ مکہ مین داخل ہوگئے
ہیں دنیائے اسلام کے جوش اور حزم پر پورا بھروسہ ہے کہ جلد سے جلد وفود بھیجے جائینگے
اور مداخلت کی جائے گی۔ حجازی قوم کی طرف سے یہی التجا ہے کہ حرمین شریفین کی امداد
کے لئے ہم پُرجوش مسلمانون سے مکرر اپیل کرتے ہین۔

حزب وطنی جدہ

ہمارے ۵ اکتوبر کے خیال کا جواب سلطان نے صاف وصریح الفاظ مین دیا
ہے۔ اور ہمارے خیالات کی پوری تائید کی ہے۔ اور آخری فیصلہ دنیائے اسلام پر
چھوڑا ہے۔ تار حسب ذیل ہے۔

سلطان نجد کا تار

"آخری فیصلہ دنیائے اسلام کے ہاتھ میں ہے"

۴ ؍اکتوبر کو مولانا شوکت علی صاحب کے نام سلطان نجد کا حسب ذیل برقی پیغام موصول ہوا:۔

"آپ کا تار پہنچا۔ آپ کے اور مسلمانان ہند کے صحیح خیالات کا شکریہ۔ جب تک کہ حسین یا اس کے خاندان کا کوئی فرد مکہ معظمہ میں حکومت کرتا رہے گا اس وقت تک پبلک کو امن وصلح میسر نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ واقعہ ہوا اس کا ذمہ دار صرف الحسین ہے۔ جن کے افعال سے مکہ معظمہ کے باشندوں کو اب آزادی مل گئی۔ **آخری فیصلہ تمام دنیائے اسلام کے ہاتھ میں ہے۔**"

سلطان عبدالعزیز۔ نجد

طائف کی خبر پاکر ذیل کا تار دیا گیا۔

مولانا شوکت علی صاحب کا تار سلطان نجد کے نام

صحابۂ کرام کے مزارات کی بیحرمتی کے متعلق پریشان کن افواہیں مشہور ہو رہی ہیں مہربانی کرکے صحیح حالات کی اطلاع دیجئے۔

شوکت علی

جس کا جواب سلطان نے دیا اور ہم کو یقین دلایا کہ اسلامی مزارات ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ تار حسب ذیل ہے:۔

سلطان نجد کا جواب مولانا شوکت علی صاحب کے نام

"اسلامی مزارات ہمارے لئے قابل احترام ہیں"

اسلامی مزارات اور خصوصاً صحابہؓ کے مزارات ہمارے لئے بہت زیادہ قابل

احترام ہیں۔ آپ اطمینان رکھئے۔ ہماری فوجیں ہمارے مقدس قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرینگی

عبدالعزیز سلطان نجد

اس عرصہ میں جمعیۃ خلافت کی مجلس عاملہ نے یہ تجویز پاس کی کہ حجاز مقدس میں غیر مسلم مداخلت نہ ہونے پائے اور اس مضمون کا تار بھی وزیر برطانیہ کو دیا گیا۔ تجویز حسب ذیل ہے

"کمیٹی نہایت سختی کے ساتھ اس رائے پر مصر ہے کہ جزیرۃ العرب میں برطانوی یا دوسری غیر مسلم مداخلت مسلمانان ہند اور مسلمانان عالم کو گوارا نہ ہوگی۔ حجاز میں ہمارے ہندستانی مسلمانوں کے مفاد کی حفاظت کا بہانہ یا حجاج کے راستہ کی ضرورت حجاز میں کسی غیر مسلم مداخلت کو کسی طریقہ پر جائز قرار نہیں دے سکتی۔ مجلس عاملہ اپنا فرض سمجھتی ہے کہ ہر متعلق ہستی کو یہ بتا دیا جائے کہ مسلمانان ہند بھی دوسرے ملک کے مسلمانوں کی طرح تا حدِ امکان معاملات حجاز میں غیر مسلم مداخلت نہ ہونے دیں گے۔ مجلس اسے پوری طرح پر ذہن نشین کرا دینا چاہتی ہے کہ کسی غیر مسلم طاقت کو اس میں مداخلت کا حق نہیں۔ اور اگر کوئی غیر مسلم طاقت اس طرح دخل دینے کی کوشش کریگی۔ تو اسلام کی مخالفت سمجھا جائیگا۔ اس لئے مجلس برطانیہ کو آگاہ کئے دیتی ہے کہ اس طرح کا خیال بھی دل میں نہ لائیے۔" اس تجویز کی نقل وزیر اعظم انگلستان کو بھیج دی گئی۔

اس عرصہ میں پاسپورٹ کے واسطے حکومت ہند سے خط وکتابت ہوئی۔ بالآخر پاسپورٹ ملنے پر ۲۴۔ نومبر ۱۹۲۴ء کو امیر علی، محمد طویل اور طاہر الدباغ کو حسب ذیل تار کے ذریعہ وفد کی روانگی کی اطلاع دی گئی:۔

جدہ کو مولانا شوکت علی صاحب کا تار

۲۴ نومبر کو حسب ذیل تار مولانا شوکت علی صاحب نے امیر علی، محمد طویل، اور طاہر الدباغ سکریٹری حزب ملی حجاز کو بھیجا:۔

"پاسپورٹ مل گئے ہیں۔ وفد خلافت جلد روانہ ہوگا۔ ہماری بڑی تمنا ہے کہ مقامات مقدسہ میں امن قائم ہو۔"

جس کے جواب میں امیر علی کا حسب ذیل تار آیا:۔

امیر علی کا تار جمعیۃ خلافت کے نام

تار ملا۔ آپ کے وفد کے مقاصد عالیہ کا علم ہوا میں اپنی اور اپنے ملک کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم ہر دم اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ ملک میں امن وامان ہو اور اسی غرض سے ہم مکہ معظمہ کو بغیر حکومت کے چھوڑ کر جدہ آ گئے۔ ہمارا مقصد خونریزی سے احتراز اور حرم کا احترام ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی درمیان میں پڑ کر غلط فہمی رفع کرادے، اور جانبین میں صلح ہو جائے۔

(امیر علی)

اخیر نومبر میں ایک اور اہم تار بحرین سے آیا جو بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ اسکے بھیجنے والے عبد اللہ ابن بلیہید قاضی القضاۃ اور حکومت نجد کے سب سے با اقتدار ذمہ دار افسر ہیں۔

"میں مکہ معظمہ پر قبضہ کرنے نہیں جا رہا ہوں"

"مکہ میں سلطان نہیں چاہئے امیر شریعت چاہئے"

۳۰ نومبر کو مولانا شوکت علی صاحب کو حسب ذیل تار نجد سے موصول ہوا:۔

"سلطان نجد کی روانگی مکہ معظمہ کے وقت علماء عمائدین رخصت کرنے کے لئے جمع ہوئے سلطان ممدوح نے حسب ذیل الوداعی تقریر فرمائی:۔

"میں مکہ معظمہ پر قبضہ کرنے نہیں جا رہا ہوں بلکہ وہاں کے باشندوں کو مظالم اور ناقابل برداشت ٹیکسوں کی مصیبت سے نجات دلانے جا رہا ہوں جن میں وہ مبتلا ہیں اس مقدس مہبط وحی الٰہی کو اس لئے جا رہا ہوں کہ شریعت خداوندی کا احیا کروں اور اپنے قوت بازو سے احکام الٰہی کو نافذ کر دوں۔ اب مکہ معظمہ میں بجز شریعت کوئی سلطان نہ ہوگا۔ سب کو شریعت کی پابندی کرنی ہوگی۔ چونکہ مکہ معظمہ سے جملہ مسلمانان عالم کو تعلق ہے اس لئے وہاں کی پالیسی دنیائے اسلام کی مرضی کے مطابق ہوگی۔ ہم جملہ نمائندگان عالم کی

کانفرنس مکہ معظمہ میں منعقد کریں گے اور پھر اس مسئلہ پر اُن کی رائے لیجائے گی جس کی بدولت بیت اللہ شریف گناہوں اور ذاتی اغراض کی تحریکوں سے پاک رہے اور حجاج کو حرمین شریفین کے سفر میں امن و عافیت نصیب ہو۔ حجاز ہر شخص اور ہر نیک بندے کے لئے کھلا رہے گا۔ ہم تا حد امکان کوشش کرکے اس کیلئے راستوں کی حفاظت کریں گے اور ہر اس بدکار کو سزا دیں گے جو مذہب سے روگردانی کریگا

(عبد اللہ)

۱۸ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو وفد خلافت جس کے صدر سید سلیمان ندوی اور ارکان مولانا عبد الماجد صاحب قادری بدایونی اور مولانا عبد القادر صاحب قصوری تھے جدہ کو روانہ ہوا اس کے چند روز بعد ہی ۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کا جو فیصلہ تھا اور جسکی بنا پر امیر علی اور ابن سعود کو تار دیئے گئے تھے وہ فیصلہ بلگام کانفرنس میں پیش ہوا اور بصدارت ڈاکٹر کچلو پورے جلسے کے اتفاق رائے سے کانفرنس مذکور کے اجلاس میں پاس ہوا۔

۵ر اکتوبر کے فیصلہ پر خلافت کانفرنس بلگام کی تصدیق

مسلمانان ہند کی یہ کانفرنس مکہ سے شریف حسین اور اس کے خاندان کے اخراج پر جو گزشتہ ۸ سال سے اسلام اور جزیرۃ العرب کے لئے مسلسل مصائب کا باعث رہا ہے پورے اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔ اس طرح دنیائے اسلام کی جو عظیم الشان خدمت ہوئی ہے اس کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کانفرنس سلطان نجد کے اس اعلان کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہے جس کی رو سے انہوں نے حجاز کے مستقل نظام کے مسئلہ کو مجوزہ موتمر اسلامی پر چھوڑ دیا ہے۔ مجلس عاملہ خلافت نے ۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو جو برقی پیغام حجاز بھیجا تھا کانفرنس اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ حجاز تمام مسلمانان عالم کا مقدس مذہبی مرکز ہے اور اس لئے شاہوں اور سلطانوں کا پایہ تخت نہیں ہو سکتا اس کا نظام حکومت صرف مناسب جمہوری حکومت کے اصول پر قائم رہ سکتا ہے جو غیر مسلم اثر سے بالکل پاک ہو اور داخلی امن و امان قائم رکھنے اور خارجی حملوں سے مقامات

مقدسہ کی حفاظت کرنے کے قابل ہو۔

محرک: مولانا حسین احمد   مؤید: مولانا عبدالماجد صاحب

جو وفد امیر علی اور سلطان ابن سعود کے پاس جدہ گیا تھا اسکی رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔ روانگی کے وقت وفد کو حسب ذیل ہدایات دی گئی ہیں:۔

نقل ہدایت وفد حجاز بسر کردگی سید سلیمان صاحب ندوی

۱۔ مسلمانان ہند چاہتے ہیں کہ حجاز میں شرع اسلامی کے اصولوں پر جمہوری حکومت قائم کی جائے جس میں حجاز کی اندرونی آزادی کو پورے طور پر قائم رکھتے ہوئے تمام وہ مسائل جو حجاز کی اسلامی مرکزی حیثیت سے تعلق رکھتے ہیں مسلمانان عالم کے مرضی و مشورہ سے طے ہونے چاہئے۔

۲۔ مندرجہ بالا جمہوریت کی تشکیل کے لئے ایک ایسی اسلامی مؤتمر کا انعقاد کیا جائے جس میں تمام اسلامی ممالک اور اسلامی حکومتوں کے نمائندے شامل ہوں۔

۳۔ حجاز کی جمہوریت کے ساتھ اور حجاز کے مرکزی معاملات کے متعلق شریف حسین اور اسکے خاندان کا کوئی تعلق نہ ہونا چاہیے۔

۴۔ تمام عرب ریاستوں میں شرع اسلامی کے مطابق کامل اتحاد ہونا چاہئے تاکہ ان میں باہمی فساد اور خونریزی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ اور وصیت نبوی کے مطابق غیر مسلم اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔

۵۔ اگر حالات سازگار ہوں تو مجوزہ موتمر اسلامی مکہ شریف میں ہونی چاہیے۔

۶۔ جزیرۃ العرب کی تمام ریاستوں کے قابل ترین قائم مقاموں کے فراہم کرنے کا انتظام سلطان نجد اور امام یحییٰ اپنے ذمہ لیں۔

۷۔ مجوزہ موتمر کے انعقاد کی تاریخیں جسقدر جلد ممکن ہو مقرر کی جائیں اور سلطان نجد کی طرف سے یا سلطان موصوف اور امام یحییٰ اور اہل حجاز کی طرف سے عالم اسلامی کو دعوت دیجائے۔

۸۔ یہ تاریخیں آیندہ حج کے زمانہ سے پہلے ذیقعدہ کے مہینہ میں ہونے چاہیئے

ے۔ جب تک موتمر اسلامی مندرجہ بالا حکومت حجاز کے متعلق کوئی مستقل اور آخری
فیصلہ نہ کرلے اس وقت تک سلطان ابن سعود کی سیادت اور نگرانی میں حجاز
کے نائبین کریں۔

"چنانچہ مذکورہ بالا ہدایات کے مطابق اراکان وفد نے مختلف مواقع پر امیر علی پر مسلک خلافت کو
ان الفاظ میں ظاہر کیا جو اس خط میں درج ہیں جو وفد نے ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۴۳ھ کو
رئیس الوزراء امیر علی کے نام بھیجا تھا۔

وفد کا جواب رئیس الوزراء کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب دولت وعطوفت رئیس الوزراء الافخم الاکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہم نے شکریہ کے ساتھ آپکا خط مورخہ ۱۸ رجمادی الثانی
۱۳۴۳ھ لیا جس میں ہمارے سلطان کے پاس اس غرض سے جانے کے متعلقہ مسائل پر بحث تھی
کہ ہم سلطان کے اصول و آراء کو آزمائیں اور یہ جانیں کہ کیا ان کے کچھ ایسے معاہدات ہیں جو
انکی حکومت کے استقلال میں خلل انداز ہے اور ہم تحقیق کریں کہ ان میں اچھی بری باتیں
ہیں اور ہم نے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ایک خط لکھکر خاص معاہدہ اور دونوں جنگ آزما
فریقوں کے درمیان پڑنے کے اور دیگر مسئلوں کی نسبت دریافت کیا تھا اور اس کے جواب
میں انہوں نے ہمیں اپنے پاس بلایا تاکہ وہ امور مسئولہ کی نسبت ہم کو اطلاعات دیں اور
اس کے لئے دوشنبہ کی دوپہر تک وقت مقرر کیا تھا اور انہوں نے ہمارے سفر کے لیے تمام
سامان مہیا کردیئے تھے لیکن آپ نے مجلس وزراء کے چند ارکان کو ہمارے پاس گفتگو کرنے
بھیجا اور اس لئے بھیجا تاکہ وہ ہمکو اس سفر میں کسی اور موقع تک کے لئے تاخیر کی درخواست کریں
اور ہم نے ان کے جواب میں ہر چیز واضح کردی اور اُن کے شبہات دور کردئے اور ہم ان کے
سامنے وہ دلائل پیش کئے جو نظر کے نقطوں کو درست کررہے تھے۔ لیکن ہمارے دلائل سے
ان کو تشفی نہ ہوئی اور ہمارے معروضات سے اُن کو اطمینان ہوا اور مباحث کی رو اور دوسری
وادیوں میں بہ نکلی، اور بحث میں اُن دروازوں کو کھٹکھٹا دیکر کھٹکھٹانا ہم مناسب نہیں

سمجھتے تھے۔ اس لئے ہم نے ان سے درخواست کی کہ وہ ایک مخصوص تحریر کے ذریعہ سے اپنا مدعا ظاہر کریں تاکہ موضوع بحث متعین ہو تو یہ آپکا خط آیا اور وہ بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ اس سے پہلے کہ سلطان کے پاس جائیں ہم اُن سے یہ اُنکا وعدہ حاصل کرلیں کہ وہ ہماری وساطت کو قبول کرتے ہیں اور ہم اُنکو اور وہ ہمکو لکھکر تصریح کریں کہ اس توسط سے مقصود "صاحب الجلالۃ الملک علی معظم" اور "امیر ابن سعود مذکور رئیس قبائل نجد" کے درمیان صلح کرانا ہے کہ دونوں اپنی اپنی ذات کی طرف سے اصالۃً اور اپنی حکومتوں کی طرف سے نیابۃً صلح کریں گے۔ دوسری عبارت میں اس کا یہ مطلب ہے کہ وفد خلافت ہند اور عظمۃ السلطان یہ اعتراف کرلیں کہ حجاز کی حکومت جو آج لئے کھڑا ہے وہ حجاز کا جائز بادشاہ ہے۔

پہلی دفعہ یعنی توسط کا اعتراف کوئی بڑا جوہری مسئلہ نہیں ہے کیونکہ توسط کے لئے دو مقابل حدیں یا فریقین ہونے چاہئیں اور وہ مقابل حدیں آپ کی تصریح کے مطابق "امیر ابن سعود رئیس قبائل نجد اور صاحب الجلالۃ الملک علی المعظم" ہیں تو اس حالت میں آپکی دونوں دفعیں ایک ہی دفعہ میں منحصر ہوگئیں اور وہ مجلس خلافت اور سلطان نجد کی طرف سے یہ سرکاری اعتراف کہ صاحب السیادۃ علی حجاز کے باقاعدہ جائز بادشاہ ہیں تو اس دفعہ پر حسب ذیل اعتراضات ہیں۔

۱۔ ہم نے آپ کے سامنے مجلس خلافت کی جو تجویزیں پیش کی ہیں ان سے واضح ہے کہ ہماری مجلس کسی کو بھی حجاز پر "ملک و بادشاہ" ماننے کے لئے تیار نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے کہدیا ہے کہ ہم ذی اختیار نمایندے نہیں ہیں اس لئے ہم طبعًا مجلس خلافت کے احکام کے تابع ہیں اور اس کے آرا اور امر کے مطیع ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اسکو یقین وحق اس صورت کے علاوہ اور صورت وہیئت میں جس کا اسکو اب تک علم نہیں نظر آئے تو وہ اپنے زاویۂ نظر کے بدلنے میں اور حق ویقین کی نئی صورت قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریگی۔ آپنے ہمکو جو ایسے اسرار اور حقائق امانۃً دیے ہیں جنکے ساتھ اعتنا روا رکھنا ضروری ہے۔ ہم اپنی ممکن طاقت سے جمعیتہ کو ان کو سمجھانے کی کوشش کریں گے اور سعی کریں گے کہ حجاز کی حکومت اور جمعیت کے درمیان مصالحت و مسالمت ہو جائے۔ ہم اس وقت

جمعیت کو تار دیتے ہیں تاکہ وہ صورت واقعہ سے آگاہ ہو اور خدا جو کچھ اُسکو فیصلہ کی قوت عطا کرے اُسکی بنا پر وہ کوئی فیصلہ کرے تو ہم اُس کے فیصلے کے مطابق کریں گے۔ یہ تو اس دفعہ کا ہماری طرف سے جواب ہے۔

۲۔ لیکن سلطان نجد کا اس دفعہ کو مان لینا ہمارے قبضہ میں نہیں اُن کے اعلانات کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو علی کی بادشاہی کا منوانا نہایت مشکل ہے بلکہ نتیجہ تک پہنچنے کی راہ میں دیوار قائم کرنا ہے کیونکہ یہی چیز تو اس جنگ کا باعث ہے تو اگر سلطان شروع ہی میں (یعنی ہمارے سفر کی شرط کے طور پر) یہ مان لیں کہ علی حجاز کے جائز بادشاہ ہیں تو گویا ہم سفر کی اخیر منزل پہنچ گئے اور اختلاف کے تمام اصول حل ہو گئے اور دشمنی کی تمام گرہیں کھل گئیں (یعنی آیندہ کوئی جوہری چیز صلح کے لئے نہیں رہتی) اس لئے مصلحت اسکی مقتضی ہے کہ اس واقعہ کو اُس تدریج کے ساتھ بار بار کی خط و کتابت و گفتگو سے طے کیا جائے جو عداوتوں اور دشمنیوں کے طبعی موقع و محل پر اختیار کی جاتی ہیں۔

۳۔ آپنے تمام روے زمین اور قوموں اور حکومتوں کو یقین دلایا ہے اور سرکاری طور سے اعلان کیا ہے کہ آپکی حکومت دستوری، شرعی، نیابی ہوگئی ہے جو ملک کے نمائندوں کے سامنے جوابدہ ہے۔ دستوری نیابی حکومتوں کی ابجد یہ ہے کہ پہلے نیابت کا نظامنامہ اور استحقاقیت ووٹ کے شرائط بنائے جائیں پھر تمام ملک (حجاز) سے نمائندے منتخب کئے جائیں اور یہ انتخاب آزاد ہو یعنی اسپر حکومت کا کوئی دباؤ نہ ہو پھر یہ مجلس نمائندگان وزرا کو کثرت رائے سے منتخب کرے اور مجلس وزرا ہر چیز کی مجلس نمائندگان کے سامنے جوابدہ ہو اور شرائط صلح اور اُن دفعات کا مقرر کرنا یا اس مجلس کی رضامندی یا اُس مجلس کی طرف سے اختیار دادہ اشخاص کا کام ہے اور بادشاہ اُس کے ماننے پر مجبور ہے تو اگر دوسرے فریق (یعنی سلطان نجد) اگر ہم سے یہ دریافت کرے کہ ہم ایسے لوگوں سے کیسے گفتگو کر سکتے ہیں جو حقیقۃً اور قانوناً ملک کے اصلی کارکن اور نمائندے نہیں ہیں اور جو قانوناً صلح کرنے اور اس کے شرائط قبول کرنے یا رد کرنے کی کوئی قوت نہیں رکھتے ایسی حالت میں ہم اُن کو کیا جواب دے سکتے ہیں۔ بنابریں آپ کو اس سے چارہ نہیں کہ آپ پہلے

مجلس نیابی بلائیے۔ مجلس وزرا ترتیب دیجئے اور نیابی حکومتوں کے طریق پر چلئے اور یا یہ کہ جو گرہ آپ نے باندھی ہے اس کو کھول ڈالئے اور یہاں سے چلے تھے الٹے پاؤں وہیں پھر جائیے یعنی شخصی مطلق العنانی حکومت کا اعلان کر دیجئے۔

۴۔ پھر آپنے ہمارے سامنے ایسی گھاٹیاں قائم کر دی ہیں جن کو طے نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ جب امیر نجد دو گذشتہ لفظوں کا جواب دیدے اور نیز تین سابق سوالوں کا جواب دیدے جو پہلے خط میں آپنے اسکو لکھے ہیں اور حکومت حجاز اُن مراسلات پر مطلع ہو اور حکومت حجاز کو اُن سے تسلی ہو جائے کہ امیر نجد اس دفعہ اپنی نیت و ارادہ میں سچا ہے تو ان چہارگانہ مشکلات حل کر چکنے کے بعد اور ان چاروں منزلوں کے طے کرنے کے بعد ہمارے لئے "کافی فرصت" ہمکو ملیگی کہ ہم ہر شئی سے واقف ہوں اور ہر واقعہ کی تحقیق کریں یا دونوں فریقوں کے ساتھ یا دو میں سے ایک کیساتھ موافقت کریں جسکی کہ ہم مصلحت مسلمانوں کے اور حرمین و اہل حرمین کے فائدہ کیلئے کریں۔ یعنی گویا امیر نجد آپکے شرائط کو تسلیم کرلے تب اس کے پاس جانے کی یا دونوں فریقوں یا دونوں میں سے ایک کے ساتھ مصالحت و موافقت کی اجازت حکومت حجاز دیگی۔ کیا یہ بات معقول ہے۔ علاوہ ازیں اگر امیر نجد ان تمام امور کو قبول بھی کرلے لیکن حکومت حجاز کے ان جوابوں سے تسلی نہ ہو تو کیا ہماری یہ تمام کوشش و سعی نقش برآب ثابت نہ ہوگی۔

۵۔ آپ کا یہ کہنا کہ وہ ہمارے معاملہ میں یہ احتیاط ہمارے معزز متوسطین کے ساتھ تہمت و بدگمانی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ان مواقع و حالات مذکورہ کا کوئی علم نہیں۔ آپ کو انکے متعلق یقیناً واقفیت ہوگی۔

۶۔ ہم نے بتصریح تمام آپ کو کہدیا ہے کہ ہمارے جانے کی غرض اور سلطان سے ملاقات کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان کو دیکھکر ان کو سمجھیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھکر جانچیں اور مدعا علیہ کا جواب سنیں اور جو دلائل انکے پاس ہیں اور جو انکے دلی خیالات ہیں ان سے کما حقہ واقف ہوں جمعیت کی غرض و غایت اس ملک میں وفد بھیجنے سے یہی ہے کہ وہ فریقین کے دلایل کو سنے اور طرفین کے خیالات سے اسطرح واقف ہو جو شک و شبہ سے بالکل محفوظ ہو لیکن صرف ایک فریق کے بیانات کو سننا اور دوسرے فریق کے بیانات کو نہ سننا

اصلی غرض و غایت کو فوت کرتا ہے، امیر موصوف سے مگر ہم کو ان سوالات کا تحریری رسمی
جواب بھی لینا ہے جو ہم نے اُن سے پہلے دریافت کئے تھے اور اُن کو حجاز کے
استقلال کو بھی بدلائل سمجھانا ہے اور قوم حجاز کی آزادی منوانا ہے اور مصالحت
کی دعوت دینا ہے اسلام کی رائے پر اترنے کی درخواست کرنا ہے جیسا کہ خود
حجاز کے حزب وطنی نے اپنے تار بنام جمعیت خلافت مورخہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۲۴ء
میں عالم اسلامی کی رائے پر سر جھکانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

۸۔ ہم آپ کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ بہ تحقیق وہاں جاکر جان لیا
کہ سلطان نے کوئی ایسا معاہدہ کیا ہے جو اُن کے ملک کے استقلال و آزادی
کے لیے پیام موت ہو اور یا یہ پایا کہ وہ اعدائے اسلام کی خواہشوں کی تقلید
کر رہا ہے اور وہ اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے والا پایا گیا تو اُن سے بھی
کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔

۹۔ بنا بریں جیسا کہ حزب الوطن حجاز نے ہم سے اپنے تار بنام خلافت
مورخہ ۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء میں خواہش کی ہے کہ ہم فریقین کے درمیان
صلح کے لئے وساطت کریں اگر آپ نے بھی قبول کیا تو ہم فریقین کے درمیان صلح
کی کوشش کریں اور دونوں کو متارکہ اور عارضی صلح کی دعوت دیں تاکہ بالفعل
مشکلات کا حل ہو، خونریزی موقوف ہو اور اشہر حرم کی تقدیس قائم ہو اور
اس عارضی صلح کی کوشش اس بنیاد پر ہو کہ سلطان قوم حجازی کی حکومت
کے کامل استقلال کو تسلیم کریں۔

یہ وہ خیالات ہیں جن کو ملک حجاز اور عام مسلمانوں کی بہتری و
بہبودی کے جذبات نے دین و ملت اور حق اور سچائی کی نصرت کے لیے ادا
کیے ہیں اور خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اپنی نفسانی خواہشوں
کی پیروی کرنے والا ہے اور مسلمانوں کو جان بوجھ کر نقصان پہونچانے
والی پالیسی اختیار کرنے والا ہے۔ یہ آخری الفاظ ہیں جو ان دلوں سے نکلے ہیں

جو حجاز کی محبت کو اپنا دین سمجھتے ہیں اور قوم حجاز کی آزادی اپنا فرض جانتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی راحت وآسائش اپنی انتہائی تمنا رکھتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو فیصلہ کا اختیار ہے اور ذمہ داری تمامتر آپ پر ہے۔ آخر میں ہم پوری تصریح کے ساتھ کہنا چاہتے ہیں کہ حجاز الٰہی سلطنت ہے اور ربانی مملکت ہے۔ یہاں صرف خدا کی حکومت ہے۔ یہ سرزمین دشمنوں کی باہمی جنگ آزمائیوں، خونریزیوں اور خواہشات نفسانی کی پیرویوں کے لائق نہیں۔ نجاستوں اور گندگیوں سے اس کے پاک کرنے کے حقوق میں ہر کلمہ خواں برابر ہے۔ حرم کے حقوق میں ہر کلمہ خواں برابر ہے۔ حرم کے حقوق میں جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے حرم کے باشندے اور باہر کے رہنے والے سب برابر ہیں یہ اسلام کا گہوارہ ہے۔ یہ ابراہیم کی ہجرتگاہ ہے۔ یہ اسمٰعیل کا نشو ونما گاہ ہے۔ محمدؐ کا مولد و مدفن ہے صلوات اللہ علیہم اور مسلمانوں کا مرکز ہے۔ اُن کی نمازوں کا قبلہ ہے اور اُن کی امیدوں کا کعبہ ہے۔ اسی کی زندگی سے ہماری زندگی ہے اور اُسکی موت سے ہماری موت ہے۔ یہ سرزمین تخت وتاج کے بادشاہوں اور لشکروں کے سپہ سالاروں اور گولوں کے برسانے کی جگہ اور گھوڑوں کے روندنے کی جگہ نہیں۔ یہ تیغ وخنجر کی نمائشگاہ نہیں۔ یہ عبادت گذاروں اور سجدہ کرنے والوں کا مقام ہے اور بس۔

الحمد للہ اولاً واٰخراً

سید سلیمان ندوی
رئیس وفد خلافت ہند

۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۴۳ھ

اُس وقت کے حالات سے مسلمانوں کو آگاہی ہو گئی ہے پھر بھی یاد تازہ کرنے کے واسطے سید سلیمان ندوی صاحب کا تار مرسلہ ۲۰ فروری ۱۹۲۵ء کا دیدیا جاتا ہے۔

وفد خلافت کا تار اور جمعیۃ عاملہ کا جواب

۱۴؍جنوری کو سید سلیمان ندوی صاحب پریذیڈنٹ وفد حجاز نے جدہ سے حسب ذیل تار ارسال فرمایا:۔

ہم نے ملک علی اور اس کے وزراء سے بہت سی صحبتون مین تمام امور پر مفصل گفتگو کی اور ان کا آخری تحریری جواب حاصل کیا۔ ملک علی اور ان کے وزراء کا یہ خیال ہے کہ حجاز مین جمہوری حکومت ناممکن العمل اور عالمگیر موتمر اسلامی کا انعقاد بے سود و ناقابل عمل ہے۔ یہ جماعت ایسی دستوری حکومت کے قیام کی تجویز سے متفق ہے۔ جس کا قائد اعظم ملک ہو۔ جس کی شخصیت ان کی رائے مین ناگزیر ہے۔ ممکن ہے کہ مذہبی معاملات مین وہ اسلامی ممالک کے نمایندون کو بطور مشیر تسلیم کرلین۔ وہ خلافت کمیٹی سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہین۔ جنگ کی وجہ سے مکہ کا راستہ بند ہے۔ مجھے سلطان ابن سعود کا جواب ملا ہے جنھون نے ہم کو گفت و شنید کے لئے دعوت دی ہے۔ لیکن ہمین مکہ جانے کی اجازت نہین تاوقتیکہ ابن سعود اور ہم مقامی گورنمنٹ کے ذریعہ سے گفت و شنید کرنے کے بعد تحریری طور پر تسلیم نہ کرلین کہ علی حجاز کا حقدار بادشاہ ہے ہمین بذریعہ تار ہدایات دیجئے۔

ہندوستان کی خلافت کمیٹی نے وفد کو حسب ذیل جواب دیا:۔

آپ کے تار کے جواب مین تاخیر ہوئی اس لئے کہ اس معاملہ کے لئے ضروری تھا کہ تمام ملک کے نمایندے جو مجلس عاملہ کے اراکین ہین دہلی مین جمع ہون چنانچہ کمیٹی اس فیصلہ پر پہنچی ہے کہ وہ اس فیصلہ مین کوئی تبدیلی نہین کرسکتی کہ اسلامی ممالک کے آیندہ نظم و نسق کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کے متعلق دنیا کی موتمر اسلامی کا انعقاد ضروری ہے تمام اسلامی قومون کے نمایندون کے ساتھ ان امور کے متعلق تبادلۂ خیالات ضروری ہے کہ موجودہ ضروریات اور صورت حالات کی تحقیقات کی جائے اور حال کی جنگ کے بعض واقعات کے متعلق جو باتین مشہور کی جا رہی ہین ان کی تحقیقات کی جائے امکن

مسجد ثنایا بعد انہدام

(فوٹو جولائی سنہ ۱۹۲۶ع از مسٹر شعیب قریشی)
ممبر وفد خلافت چہارم

مسجد ثنایا واقع میدان احد (مدینہ منورہ)
قبل انہدام

(فوٹو دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء از مسٹر شعیب قریشی)
ممبر وفد خلافت سوم
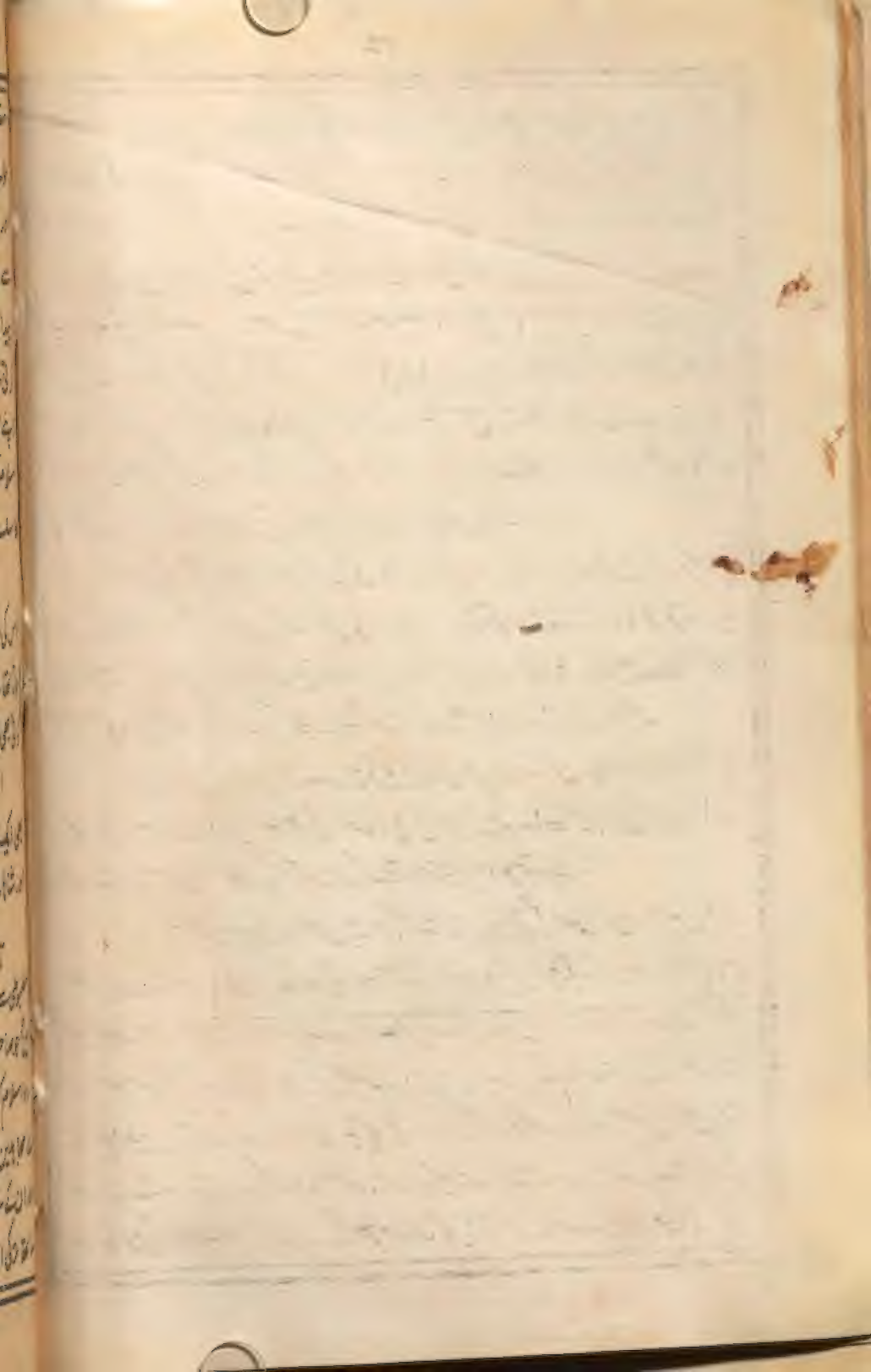
مقدسہ میں مزید خونریزی کو روکا جائے اور مستقل طور پر امن کی صورت پیدا کی جائے۔ مگر یہ بات اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وفد بغیر کسی تاخیر کے مکہ نہ جائے اور ابن سعود سے بھی مشورہ نہ کرے۔ امیر علی کے اس فعل سے کہ اس نے وفد کو مکہ جانے سے روک دیا ہے اور قبل از وقت متنازعہ فیہ مسائل کا ذکر چھیڑ دیا ہے۔ ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے جس سے تصفیہ ناممکن ہے۔ کمیٹی امیر علی کے اس فعل پر افسوس کا اظہار کرتی ہے جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ بالکل ناقابل عمل ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ امیر علی اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے گا اور ایک مناسب طرز عمل کے اختیار کرنے سے دنیائے اسلام کو مطمئن کر دے گا۔ اگر اس پر بھی وفد کو مکہ جانے سے روکا جائے تو مزید گفت و شنید کا سلسلہ بند کر دیجئے۔ اور نتیجہ سے بذریعہ تار اطلاع دیجئے۔

جس چیز کو حکومت حجاز اور اہل حجاز ناقابل عمل قرار دیتے تھے یعنی "موتمر اسلام" اس کی ابتدا ہو گئی۔ جس ایک شخص کی ذات حجاز کی حکومت کے لئے لازمی قرار دیا جاتا تھا وہ آج حجاز سے دُور غیر ممالک میں پناہ گزین ہے اور اہل حجاز میں سے آج کوئی بھی اس شخص کی ذات کو حجاز کی حکومت کے لئے لازمی قرار نہیں دیتا۔

اس انقلاب میں ہمارے لئے آج بھی کافی عبرت کا سامان ہے اس لئے کہ آج بھی ایک جماعت موتمر اسلام کی انعقاد پر تلی ہوئی ہے۔ اور امیر علی کی طرح ایک اور شاہانہ ہستی کو حجاز کی حکومت کے لئے لازمی قرار دیتی ہے۔

ہماری جمعیۃ ہمیشہ سے اس بات کی کوشاں رہی تھی کہ مسلمانان عالم میں اتحاد مضبوطی سے قائم ہو اور ہر ملک ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہو سکے۔ عالم اسلام میں جو صاحب اہلیت اور کام کرنے والے نظر آئے ان کی ہم نے تائید اور امداد کی تاکہ وہ اسلام کو تقویت پہنچانے میں کامیاب ہوں جو امداد ہندوستان کے مسلمانوں نے مجاہدین اتراک کی کی وہ اسی بنا پر تھی۔ ترکی کے انقلاب کے بعد مصطفی کمال پاشا اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنھوں نے نہایت قابلیت۔ جرأت اور بہادری کے ساتھ ترکی اور اسلام کو یورپ کے خطرہ سے بچایا تھا ہم نے ہمدردی اور حتی الوسع

مساعدت کی۔

ترکی کی الغائے خلافت کے بعد بھی ہم دل برداشتہ نہ ہوئے اور جزیرۃ العرب
کے معاملات کو سلجھانے کے لئے ہماری نگاہین ہر طرف دوڑتی تھین کہ کوئی خادم اسلام
ایسا نکلے جو ہماری آرزوؤن کو پورا کرے اور ہر خیال کے مسلمانون کو اللہ... ایک
جھنڈے کے نیچے جمع کردے۔

سلطان ابن سعود کے بارے مین مسلمانون کے ابتداءً اچھے خیالات نہ تھے
اور یہ زیادہ اس وجہ سے تھے کہ نجدی قوم خلیفۃ المسلمین کے خلاف جنگ کرتی رہتی
تھی۔ بخلاف ان کے ابن رشید والی حائل اور امام یمن کے ساتھ ہمدردی تھی کہ
انہون نے اسلام کی خاطر خلیفۃ المسلمین کا ساتھ دیا۔

جنگ عمومی مین جبکہ حجاز نے انگریزی وظیفہ قبول کرکے اتحادیون کا ساتھ دیا اور
عربون کو ان کے خلیفہ کے خلاف کھڑا کرکے ان کو بدنام کیا اور اپنے لئے خسر الدنیا
والآخرہ حاصل کیا تھا۔ اس وقت یہ بھی خبر لی تھی کہ ابن سعود سلطان نجد کو بھی انگریزی
خزانہ سے وظیفہ ملتا تھا۔ ایک تو برطانیہ کے دفتر خارجہ کی معرفت اور دوسرے کو حکومت
ہند کے ذریعہ سے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ سلطان ابن سعود کو یہ وظیفہ
اس وجہ سے دیا جاتا ہے کہ ان کا منہ بند ہو اور وہ اپنے قدیمی دشمن حجاز پر جنگ کے
زمانہ مین حملہ نہ کرین۔ حکومت نجد نے ترکون کے خلاف علانیہ کوئی حصہ نہ لیا۔ اور بعض
کی اطلاعات سے تو یہ معلوم کرکے کہ اس نے در پردہ خلیفۃ المسلمین کی امداد کی تھی اور
اپنی جنگ کو ان کے خلاف بند کر لیا تھا اس سے ایک گونہ ہمدردی مسلمانان ہندوستان
کو ہوگئی تھی۔

وہ لوگ کہ جو شریف حسین اور اس کی اولاد کی حرکات سے نالان و پریشان
تھے اور حجاز مقدس کو پُر امن و پرسکون دیکھنا چاہتے تھے تاکہ ادائگی فرائض مین
ہم مسلمانون کے واسطے آسانی ہو اور اصلاح کا سامان مہیا ہوسکے۔ وہ یہ سنکر مسرور
ہوتے تھے کہ نجد کا سلطان اپنی حفاظت اور آزادی کے لئے ان سے جنگ کا سامان کر رہا

تھا اور دست بدعا تھے کہ کسی طرح حجاز سے یہ ننگ عرب خاندان دور ہو اس لئے
جو واقعات اور انقلابات کہ حجاز میں رونما ہوئے اس سے ان کو اطمینان ہوا اورخاصکر
ان وسیع اور موثق وعدون کی بنا پر جو سلطان ابن سعود نے جمعیۃ خلافت سے خاصکر
اور عالم اسلام سے عموماً نہایت صاف اور موثق الفاظ مین کئے تھے ۔

بدقسمتی سے ہندوستان مین ایک جماعت ایسی موجود تھی جن کو اُن وعدون
پر بھروسہ نہ تھا۔ اور جو شدید مذہبی اعتقادات کی بنا پر اس کے خلاف تھی اور یاان
کا خیال تھا کہ ایک وہابی اور نجدی سے کسی قسم کی توقع رکھنا بالکل بیکار تھا۔ اس جماعت
نے ہندوستان مین حزب الاحناف کے نام سے ایک تحریک شروع کی جس سے آپس مین
اختلاف بڑھا اور بعد کو وہ علانیہ امیر علی کے طرفدار نبکر گذشتہ آٹھ سال کے دردناک
واقعات اور اشراف کے مظالم اور بداعمالیون کو مذہبی غلو کی وجہ سے بھول گئی ۔

اس عرصہ مین جدہ اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ شروع ہوگیا اور دونون جگہون سے
وہان کے باشندون کی تکالیف کے حال معلوم کرکے مسلمانون کو رنج وصدمہ ہوا۔ اور
سب کی دعا تھی کہ خدا جلد شریفون کے خاندان کو حجاز مقدس سے دور کرے تا کہ جنگ
کا خاتمہ ہو اور اصلاح کا دور آئے اور تمام دنیائے اسلام اپنی متفقہ کوششون سے
اس سرچشمہ کو خس وخاشاک اور بُرائی سے پاک کرے ۔

مارچ ۱۹۲۵ء مین جبکہ مسلمان حج کے لئے پریشان تھے یہ خبر ہندوستان مین
پہنچی کہ سلطان ابن سعود اعلان کرتے ہین کہ تین بندرگاہین ۔قنفذہ ۔لیت ۔ اور رابغ
ان کے قبضہ مین آگئین اور یہ کہ وہ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہین کہ ساحل پر آنے
کے بعد حجاج کی جان ومال کی ہر طرح حفاظت کرین گے اور ہر ضرورت کو مہیا کرین گے
اس خبر کو پاتے ہی جمعیت خلافت نے حج کے بارے مین کوشش شروع کردی ۔گورنمنٹ
برطانیہ اور اس کے حکام نے لوگون کو حج کو نہ جانے کا مشورہ دیا ۔ایک بڑی کشمکش
کے بعد جس مین اسلامی اخبارات نے جمعیۃ خلافت کی پوری تائید کی اور گورنمنٹ بھی
مجبور ہوکر بظاہر مزاحم نہ رہی مگر درپردہ دشواریان پیدا کرنے مین کوشان تھی تاکہ

مسلمانون اور ملک کے سامنے جمعیتہ خلافت بدنام ہو۔

ہم نے سلطان ابن سعود کے وعدون پر اعتبار کرکے پوری کوشش کے ساتھ حجاج کو روانہ ہونے کا مشورہ دیا۔ جہازی کمپنیون کو حاجی لیجانے کے لئے آمادہ کیا اور سمندر پر حفاظت کی ذمہ داری گورنمنٹ برطانیہ اور جہازی کمپنیون کے ذمہ قرار دیکر خشکی کی حفاظت اور ذمہ داری جمعیت خلافت نے اپنے کندھون پر لینی قبول کرلی اور خدا کا شکر ہے کہ چونکہ جمعیت خلافۃ حق پر تھی۔ وہ باوجود حکومت اور اس کے عمال کی کوشش کی نیک نامی اور مسلمانون کا اعتماد حاصل کرسکی۔

ہماری جماعت کی اس کوشش کی کامیابی کے باعث حجاز مقدس کے باشندون کے لئے اناج لیجانے کا سامان ہوگیا اور وہان کے مستقل باشندون نے بھوک کی تکالیف سے نجات پائی۔

حجاج کے ساتھ ہی ساتھ جمعیتہ خلافت نے اکثر صوبون سے ایک ایک آدمی حجاج کی خدمت اور حجاز مقدس کے صحیح حالات معلوم کرنے واسطے اور منہدمہ مزارات اور مآثر کو دوبارہ بنوانے کے واسطے اور آیندہ مدینہ منورہ کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے بارہ مین سلطان ابن سعود سے گفت وشنید کرنے کے بعد مضبوط وعدہ لینے کی نیت سے روانہ کیا اور اس وفد کے صدر مولوی محمد شفیع داؤدی مقرر کئے گئے۔ ارکان مولوی قمر احمد صاحب۔ مولانا عرفان صاحب۔ شیخ عبد المجید صاحب (سندھ) شیخ امین الدین صاحب (سندھ) اور حافظ عثمان صاحب تھے۔ جمعیۃ العلما کی طرف سے بھی مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی بھیجے گئے تھے۔ ان مین کے کچھ حضرات پہلے جہاز جہانگیر سے گئے اور کچھ گرجستان سے اور مولوی محمد شفیع صاحب اور باقی اکبر جہاز سے جو واقعات پورٹ سوڈان اور رابغ مین ان حجاج کو پیش آئے اس کی تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہین۔

ہمارے ارکان وفد اور تمام حجاج نے نہایت ہمت اور اسلامی شجاعت کا ثبوت دیا اور دشمنان اسلام کی تمام کوششین ناکام رہین۔

اس وفد نے یہی نہین کہ حجاج کی امداد کی۔ حجاز مقدس کے رہنے والون کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت دیا اور ان کی ہمت بڑھائی۔ تمام گذشتہ واقعات کی تحقیقات کی منہدمہ مآثر اور مزارات کو دیکھا اور ان کی بابت صحیح رپورٹ مبئی کی بلکہ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ سلطان ابن سعود کو مسلمانان ہند کے جذبات سے آگاہ کیا اور ان سے زبانی اور تحریری نہایت پختہ وعدہ لیا کہ جو مآثر و مساجد شہید کی گئی ہین انہین وہ دوبارہ بنوادین گے اور مکہ معظمہ کے مسمار شدہ مآثر و مبانی کو محفوظ رکھین گے۔ اور ان کا احترام کرین گے اور موتمر مین ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا مگر مدینہ طیبہ کے مآثر و مزارات کے متعلق یہ وعدہ کیا کہ موتمر کے فیصلہ کے قبل تمام چیزین اپنی اصلی شکل پر قائم رکھی جائینگی۔

ہماری حج کی کوشش کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیان پیدا کرائی گئین۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے اس کوشش سے جمعیۃ خلافت کا اقتدار ہندوستان اور تمام دنیائے اسلام مین بہت زیادہ بڑھ گیا۔

اس عرصہ میں امیر علی کی حالت خراب و خستہ ہونے لگی تھی۔ کہیں سے امداد کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ برطانیہ نے حسب معمول شریفی خاندان کی امداد سے اجتناب روک لیا۔ اور ان کو کمزور او ر ناکارہ سمجھ کر ان کی طرف سے رُخ پھیر کر حجاز کی دوسری بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف رخ کیا۔ اس صورت میں ڈوبتا ہوا کیا نہیں کرتا اپنے ایک رکن حکومت طاہر الدباغ صاحب کو ہندوستان میں شورش پھیلانے کے لئے بھیجنا منظور کیا۔ ہندوستان میں ایک جماعت موجود تھی کہ جو وہابی عقائد سے اس درجہ متنفر تھی کہ کسی حالت میں بھی انکا قیام حجاز میں نہیں چاہتی تھی۔ اسلئے طاہر الدباغ صاحب کو اپنے کام میں کچھ کامیابی ہوئی۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہوگئے جو ہمیشہ اپنی خود غرضانہ ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ہر فتنہ و فساد کی تحریک میں حصہ لیتے ہیں۔ ان سب کے لئے حکومت ہند کی طرف سے بہت سی آسانیاں تھیں وہ جانتے تھے کہ جمعیۃ خلافہ جو حکومت سے ترک موالات پر مضبوطی سے قایم تھی اسکی مخالفت میں حکومت اور حاشیہ نشینان حکومت ہر طرح سے امداد کرینگے۔ جمعیت خلافت کے خلاف حکومت ہند اور ان حضرات

سے بہت دن سے کوششیں جاری کر رکھی تھیں، اب طاہر الدباغ صاحب کے آنے سے اُن کو اور تقویت پہونچی۔

تیسرا وفد

صورتِ حالات یہ تھی اور علی اور ابن سعود کی لڑائی آخری منزل قطع کر رہی تھی کہ یکایک ریوٹر نے بیت المقدس کے حوالہ سے ۲۲ر اگست ۲۵ء کو لندن سے ایک تار بھیجا جس نے قدرتاً ہر ایک مسلمان کے قلب کو سخت صدمہ پہونچایا اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی طرح ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ تار کے الفاظ یہ تھے۔

London, Aug. 22, Jerusalem

It is reliably learned that wahabis have launched an attack on Medina. Bombardment began two days ago, and has resulted in much destruction. The dome of the great mosque which contains the Prophet's tomb has been damaged and the mosque of Hamza, the Prophet's uncle, has been destroyed.

" لندن - ۲۲ر اگست - بیت المقدس -

موثق اطلاع ملی ہے کہ وہابیوں نے مدینہ پر حملہ شروع کر دیا ہے۔ دو دن ہوئے کہ گولہ باری بھی ہوئی جس سے بہت نقصان ہوا ہے۔ مسجد نبوی کے قبہ کو جس میں رسول اللہ صلعم کی قبر ہے صدمہ پہونچا ہے اور سیدنا حمزہ (رسول اللہ کے چچا) کی مسجد شہید کر دی گئی ہے"

اس تکلیف دہ خبر کے شائع ہوتے ہی جمعیت خلافت نے صحیح واقعات دریافت کرنے کی غرض سے مختلف جگہ کئی تار بھیجے۔ ہمارے تاروں کے جو جواب آئے اور خود ریوٹر کے بعد کے تاروں سے صاف ثابت تھا کہ پہلے تار میں مبالغہ اور غلط بیانی دونوں سے کام لیا گیا تھا۔ ان جوابی تاروں میں مسجد سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے انہدام اور روضۂ اطہر کے قبہ مبارک پر گولہ باری کی خبروں کی تصدیق نہیں کی گئی۔ تازہ ترین اطلاع موصول

ہوئی کہ قبۂ مبارک پر بندوق کی گولیوں کے نشان ہیں۔ ملک کے بعض اصحاب نے ریوٹر کے ابتدائی تار کو صحیح مانکر بعد کی خبروں کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔ نجدیوں کے گذشتہ صدی کے حرکات اور ان عقائد کی بنا پر جو عام طور پر اہل نجد سے منسوب کئے جاتے تھے۔ ان کو اہل نجد کے خلاف اس درجہ غلو تھا کہ وہ واقعہ دریافت کرنے کے لئے تحقیقات کو بھی قطعاً غیر ضروری سمجھتے تھے۔ برعکس اسکے خلافت کمیٹی ان اطلاعات کی بنا پر جو بعد میں موصول ہوئی۔ مزید تحقیقات کو ضروری سمجھتی تھی نیز مدینہ منورہ کے مقابر و مآثر کو ہر قسم کے صدمہ سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی احتیاط کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف جوں جوں جنگ ختم کے قریب ہوتی جاتی تھی۔ حجاز میں جمہوریت کے قیام اور موتمر کے انعقاد کے مسائل زیادہ اہمیت اختیار کرتے جاتے تھے۔ ان تمام پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ حسب ذیل اصحاب کا ایک وفد بسرکردگی مولانا سید سلیمان ندوی حجاز بھیجا جائے۔

ممبران وفد

۱۔ سید سلیمان ندوی — رئیس وفد

۲۔ مولانا محمد عرفان

۳۔ مولانا ظفر علی خان

۴۔ سید خورشید حسینی

۵۔ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی

۶۔ شعیب قریشی — (رکن و سکریٹری)

ریزولیوشن کے الفاظ حسب ذیل ہیں :۔

حجاز کے مستقبل اور مجوزہ بین الاسلامی کانفرنس کے مسئلہ پر غور و فکر کی گئی۔ طے پایا کہ جہاں تک ممکن ہو مرکزی خلافت کمیٹی کی جانب سے ایک وفد حجاز بھیجا جائے جس کے ممبران کی تعداد زیادہ سے زیادہ (چھ) ہو اور جو سلطان ابن سعود سے ملکر مجوزہ کانفرنس کے طلب اور انعقاد کے جہات پر گفتگو کرے اور مستقبل حجاز کے متعلق خلافت کمیٹی نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو جس مسلک کا اعلان کر دیا ہے اسکے واسطے مقبولیت عام حاصل کرنے

کے لئے سعی و کوشش کرے۔ نیز مقابر و مشاہد کے باب میں بھی حسب مسلک مجلس مزید سعی و اہتمام جاری رکھے۔ اس وفد کو اختیار ہوگا کہ اگر ضرورت محسوس کرے تو مجوزہ کانفرنس کے انعقاد تک یا کسی خاص وقت تک وہاں اپنے قیام کو طول دے۔ صدر صاحب کو اختیار دیا گیا کہ وہ خلافت کمیٹی کی تجاویز و مسلک کے مطابق ایک مفصل یادداشت عربی میں مرتب کر کے رئیس وفد کے حوالہ کر دیں"۔

بدقسمتی سے سید سلیمان ندوی صاحب رئیس وفد مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی اور سید خورشید حسین صاحب ہمراہ نہ جا سکے۔ اور چونکہ ان امور کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن کے واسطے وفد بھیجا جا رہا تھا تاخیر نہایت مضر اور خلاف مصلحت تھی لہٰذا طے پایا کہ بقیہ تین ممبران ۲۶ ر اکتوبر ۲۵ء کو جہاز جہانگیر پر سوار ہو کر حجاز روانہ ہو جائیں اور کوشش کی کہ باقی ماندہ حضرات کسی دوسرے جہاز سے روانہ ہو کر شامل وفد ہو جائیں جو نہ ہو سکا۔

وفد نے کیا کیا

وفد ۱۲ ر نومبر کو بندرگاہ رابغ پہونچا۔ سلطان ابن سعود اور حجاز اور نجد کے مختلف طبقے کے اشخاص اور صاحب الرائے لوگوں سے ملا اور مکہ۔ مدینہ۔ جدہ۔ اور ان بلاد کے درمیان کے علاقہ کے حالات بچشم خود دیکھنے کے بعد ان وجوہات کی بنا جن کا ذکر وفد کی رپورٹ میں ہے۔ ۲۶ ر جنوری ۱۹۲۶ء کو جدہ سے روانہ ہو کر ۹ ر فروری کو واپس بمبئی آگیا۔ وفد کے ذمہ تین کام تھے۔

۱۔ مقابر و مشاہد کے باب میں حسب مسلک مجلس سعی و اہتمام
۲۔ مستقبل حجاز کے متعلق خلافت کمیٹی ۵ ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو جس مسلک کا اعلان کر چکی ہے اس کے واسطے مقبولیت عام حاصل کرنے کی سعی اور کوشش۔
۳۔ موتمر اسلامی کے طلب اور انعقاد کے مہمات پر گفتگو کرنا۔

اس کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کے گنبد مبارک اور مسجد سیدنا حمزہ رضی

مولد النبی واقع مکہ معظمہ بعد انہدام
جو دیوار فوٹو لیتے وقت باقی تھی وہ بھی
سنہ ۱۹۲۶ع میں توڑدی گئی
(فوٹو سنہ ۱۹۲۵ع از مسٹر شعیب قریشی)

وغیرہ کے متعلق جو اطلاعات آئی تھیں ان کے متعلق تحقیقات

نمبر اول کے متعلق سلطان ابن سعود کی طرف سے نہ صرف یہ اطمینان دلایا گیا کہ مدینہ منورہ کے مشاہد و مقابر ان صدمات سے محفوظ رہیں گے جو کہ مکہ معظمہ کے مشاہد و مقابر کو پہونچے تھے بلکہ حافظ وہبہ نے ۲۶ نومبر ۱۹۲۵ء کو سرکاری طور پر آ کر وفد کو اطلاع دی کہ مسجد بوقبیس کی تعمیر ہوگئی ہے۔ مولد نبوی کی تعمیر کا کام دوسرے دن صبح سے شروع ہوجائیگا اور دیگر مقامات کے تحفظ کے متعلق احکامات صادر ہوگئے ہیں جسپر وفد نے تمام ارکان کی دستخط سے ۴ دسمبر ۱۹۲۵ء کو حسب ذیل تار بھیجا۔

Reached Mecca twenty-fourth, visited Sultan, shall discuss everything on return Medina whither proceeding 26th. Bookobais Mosque restored, Maulad Nabi being reconstructed, measures protection other monuments being undertaken. Re-Holy places Medina, Sultan has ordered his son commander there to be guided by us.

(ترجمہ) "۲۴ (نومبر) کو مکہ پہونچے اور سلطان سے ملاقات کی۔ ۲۶ کو مدینہ جارہے ہیں جہاں سے واپسی پر تمام معاملات پر گفتگو ہوگی۔ مسجد بوقبیس کی تعمیر ہوگئی۔ مولد نبی کی تعمیر ہورہی ہے۔ دوسرے مشاہد و مقابر و مآثر کے تحفظ کے لیے وسائل اختیار کئے جارہے ہیں۔ مدینہ کے متبرک مقامات کے بارہ میں سلطان نے اپنے لڑکے کو جو وہاں کمانڈر ہیں۔ یہ حکم بھیجا ہے کہ ہماری ہدایت کے مطابق عمل کریں"۔

سلطان نے ایک خط اپنے لڑکے امیر محمد کے نام بھی لکھ کر بھیجا کہ مدینہ میں فوجوں کے داخلہ کے وقت مقابر و مشاہد کا پورا احترام کیا جائے۔ ان کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہونچے اور ان مقامات کے متعلق وفد خلافت کے مشورہ پر عمل کیا جائے۔

امیر محمد نے ان ہدایات کی پوری پابندی کی اور مدینہ منورہ کی مساجد مآثر مقابر قبوں وغیرہ کو ہر قسم کے صدمہ سے محفوظ رکھا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لئے حسب ذیل تار کے ذریعہ دنیائے اسلام کو اس کی اطلاع بھی خود اپنے نام سے دی:-

Dated Medina 21st December, 1925.
Via Alavi P. Soudan, Radio.

Congratulate you, Medina Surrendered with utmost peace. *All sacred places are safe and respected.*

(ترجمہ) آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ مدینہ انتہائی امن و امان سے تسلیم ہوگیا۔ تمام مقاماتِ مقدسہ محفوظ ہیں اور ان کا احترام کیا جاتا ہے۔

وفد خلافت نے جو اس وقت مدینہ میں مقیم تھا مسلمانانِ عالم کے ان جذبات کا احترام کرنے کے لیے جو مدینہ منورہ کے مقابر و مشاہد وغیرہ سے وابستہ تھے سلطان کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ جب تک دنیائے اسلام حجاز کے مستقبل کا آخری فیصلہ نہ کرے اور حجاز سلطان کے ہاتھ میں بطور امانت رہے سلطان اسی قابلِ تعریف اصول پر کاربند رہیں گے۔ اس خط کا اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

Permit us, your brethren in faith, to offer our most cordial congratulations on your freeing *for* the Muslim World, the city of the Prophet (may the blessings of God be upon him) and thus the major portion of Hedjaz, from the hands of those, who by their persistent conduct during the last eight years, had proved themselves enemies of Islam and brought the Holy land on the verge of disaster..... ....We also thank Your Majesty for the admirable manner in which your worthy son and the armies under him, have carried out your instructions to respect the sentiments of the various Muslim sects with regard to the many places of religious and historical importance, which this Holy city holds, and feel confident that they will continue to act in similar commendable manner till the World Muslim Conference, for the convening of which Your Majesty has already taken steps, decides the future of Hedjaz, the centre of the Muslim World

(ترجمہ) ہم کو جو آپکے دینی بھائی ہیں آپ کو اس امر پر تہ دل سے مبارکباد دینے کی اجازت

دیکھئے کہ آپ نے مدینہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس طرح گویا حجاز کے بڑے حصہ کو دنیائے اسلام کے لئے ان لوگوں کے ہاتھ سے آزاد کرا لیا جنہوں نے گذشتہ آٹھ سال میں اپنے مسلسل طرز عمل سے اپنے آپ کو اسلام کا دشمن ثابت کر دیا تھا اور ارض مقدس کو تباہی کے دروازہ پر لا ڈالا تھا .... ہم حضور والا کا اس امر کے لئے بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپکے لائق فرزند اور اُن کی ماتحت افواج نے حضور والا کے ان تمام ہدایات پر قابل تعریف طریقہ پر عمل کیا جو حضور والا نے مختلف مذاہب اسلامیہ کے اُن جذبات کا احترام کرنے کے متعلق دی تھیں جو مدینہ منورہ کے بکثرت مذہبی اور تاریخی مقامات سے وابستہ ہیں اور ہمکو یقین ہے کہ جب تک موتمر اسلامی جس کے انعقاد کے متعلق جناب والا نے کارروائی شروع کر دی ہے مستقبل حجاز کا جو دنیائے اسلام کا مرکز ہے آخری فیصلہ نہ کر دے وہ اسی قابل تعریف طریقہ پر عمل کرتے رہینگے"

مدینہ جاتے ہوئے رابغ میں وفد کو دولت ایران کے قونصل متعینہ شام عین الملک سے جو سرکاری حیثیت سے گنبد خضرا وغیرہ کے متعلق افواہوں کی تحقیق کے لئے آئے تھے معلوم ہوا کہ سلطان ابن سعود نے سفیر ایران کے ذریعہ دولت ایران کو تحریری وعدہ دیا ہے کہ اگر مکہ معظمہ کے منہدم شدہ مقابر و مآثر کو کوئی تعمیر کرنا چاہے تو سلطان کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ امسال موسم حج میں اس بیان کی نہایت معتبر ذرائع سے مزید تصدیق ہوئی۔ اس خط کی عکسی نقل حاصل کرنے کا انتظام کیا گیا ہے اور امید ہے کہ بہت جلد ہم تک پہونچ جائیگی۔

خلافت کمیٹی کے اس مسلک کے متعلق جسکا اعلان کمیٹی نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو حجاز کے مستقبل طرز حکومت کے سلسلہ میں کیا تھا اور جس کو بلگام خلافت کانفرنس نے اسی سال دسمبر میں بالاتفاق قبول کیا تھا وفد کچھ نہ کر سکا۔ اس مسلک کو قبول کرانے کی کوشش کرنا تو درکنار وفد اس کو سلطان ابن سعود کے سامنے پیش بھی نہ کر سکا۔ اس واسطے کہ مولانا ظفر علی خان صاحب نے جو بطور ممبر وفد کے اس مسلک کو قبولیت عام حاصل کرانے کی کوشش وسعی کرنے کا عہد کر کے گئے تھے۔ اس کو سلطان کے سامنے پیش کرنے سے بھی

صاف انکار کر دیا اور نہ صرف یہ بلکہ ہندوستان کے ساحل کو چھوڑنے کے بعد سے ہی بذات
خود اس مسلک کی مخالفت کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

مولانا ظفر علی خان صاحب نے کس کس طرح بلگام خلافت کانفرنس کی منظور کردہ پالیسی
کی مخالفت کی اور اس کے پیش نہ کرنے کے لیے کیا کیا حیلہ جوئی کی اس کی تفصیل وفد کی
رپورٹ سے معلوم ہو سکتی ہے لیکن اس سلسلہ میں اس خط و کتابت کا تھوڑا سا اقتباس
پیش کیا جاتا ہے جو مولانا ظفر علی خان صاحب اور شعیب قریشی صاحب کے درمیان
قبل اعلان ملوکیت سلطان ابن سعود جدہ میں ہوئی تھی۔

اقتباس از خط مولانا ظفر علی خان مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۶ء جدہ

"جمعیۃ مرکزیہ خلافت کی ہدایات اور کاغذات سے بھی جو ہمارے کام کی اساس ہیں
اور جنہیں میں نے بہ نظر غائر دیکھا ہے یہی واضح ہوتا ہے کہ ہم اس خصوص میں یعنی مسئلہ
ما بہ البحث میں عظمۃ السلطان سے گفتگو کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ پٹنہ کی قرارداد متعلقہ
وفد کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"حجاز کے مستقبل اور مجوزہ موتمر اسلامی کے مسئلوں پر غور کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ جمعیۃ
مرکزیہ خلافت کی طرف سے جلد از جلد ایک وفد حجاز بھیجا جائے جو زیادہ سے زیادہ چند
ارکان پر مشتمل ہو تاکہ سلطان ابن سعود کے ساتھ موتمر اسلامی کے انعقاد اور اس انعقاد
کے ابتدائی ضروری انتظامات کے متعلق استشارہ کرے۔ وفد کو اس بات کی بھی کوشش
کرنی چاہیئے کہ جمعیۃ مرکزیہ خلافت نے مستقبل حجاز کے متعلق ۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو
جو حکمت عملی وضع کی تھی اسے عالمگیر طور پر تسلیم کرا لیا جائے۔ نیز حسب ضرورت جمعیۃ
خلافت کے عام مسلک کی اشاعت میں قبوں اور مقبروں کے تحفظ کی سعی کرنی چاہیئے۔"

اس کے بعد قرارداد میں یہ مضمون درج ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو وفد تاقیام موتمر حجاز میں ٹھیر
سکتا ہے۔ نیز یہ بتایا گیا ہے کہ جمعیت خلافت کے منصرم صدر (مولانا ابوالکلام آزاد) جمعیۃ
کی قراردادوں اور مسلک کے مطابق ایک مفصل یادداشت مرتب کریں جو رئیس وفد کے
حوالہ کی جائے۔ اسی قرارداد کے خط کشیدہ الفاظ جمہوریت کے باب میں گفتگو کی اساس

بن سکتے ہیں لیکن عظمۃ السلطان کے ساتھ نہیں بلکہ دنیائے اسلام کے وفود اور نمایندوں کے ساتھ ...."

"جمہوریت کے فوری قیام کے نسبت بھی میرے دل میں بعض شبہات بدستور باقی ہیں اور میرے نزدیک مجلس خلافت اور مسلمانان ہند کے عزت و حرمت کا اقتضا یہ ہے کہ اس مسئلہ کو مزید غور و فکر کے لیئے مجلس خلافت کے روبرو پیش کیا جائے"

"گفتگو دربارہ جمہوریت کو مزید استصواب اور مزید استمزاج کے لئے ملتوی کردیا جائے"

اقتباس از جواب شعیب قریشی صاحب مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۶ء جدہ

The resolution not only allows the presentation of the resolution of the Khilafat Committee but orders us to do so. It is mandatory in character. The words are, "The Delegation SHOULD endeavour to secure universal acceptance" The clause referring to the framing of a detailed memorandum in Arabic does not, and cannot, stand in the way of the resolution...............The policy of the committee was framed after mature deliberation and full consultation with every shade of Muslim opinion and after careful study of every aspect of the question, and as such there is no possible chance of its change. The policy of the Central Khilafat Committee is not a sectional policy, and based as it is on principle, incidents like the fall of Medina, Yamboo, or Jeddah cannot produce any effect on it. It remains unchanged. The Committee stands or falls by that policy.

"رزولیوشن کے الفاظ نہ صرف ہمکو خلافت کمیٹی کے رزولیوشن (متعلق جمہوریت) کو پیش کرنے کی اجازت دیتے ہیں بلکہ حکم دیتے ہیں۔ رزولیوشن تحکمانہ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "وفد کو چاہیئے کہ قبولیت عام حاصل کرنے کی کوشش کرے الخ" ۔ وہ دفعہ

جس میں مفصل عربی یادداشت مرتب کرنے کا ذکر ہے رزولیوشن کے مانع ہو سکتی ہے اور شبہ ہے۔...... خلافت کمیٹی کی پالیسی (حجاز میں جمہوری حکومت کے متعلق) کامل غور مسلمانوں کے مختلف الخیال طبقوں سے مشورہ اور مسئلہ کے ہر پہلو کو سوچنے کے بعد طے کی گئی تھی بدیں وجہ اس میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی کی پالیسی فرقہ دارانہ پالیسی نہیں اور چونکہ اس کی بنیاد اصول پر ہے لہذا سقوط مدینہ۔ ینبوع یا جدہ جیسے واقعات کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا اس میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ خلافت کمیٹی مٹ جائے گی لیکن اس پالیسی کو نہ چھوڑیگی۔"

سلطان ابن سعود کی ملوکیت کے اعلان کے دیگر اسباب جو کچھ بھی ہوں مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا ظفر علی خان صاحب کا یہ قابل افسوس رویہ بھی اسکا بہت بڑا باعث ہوا غرضکہ ۸ رجنوری ۱۹۲۶ء کو جب کہ وفد خلافت جدہ ہی میں موجود تھا سلطان ابن سعود نے یہ غلط عذر پیش کر کے کہ دنیائے اسلام نے دو مہینہ تک ان کے دعوت مؤتمر کا کوئی جواب نہیں دیا اور اہل حجاز نے ان کو بادشاہ حجاز ہونے پر مجبور کیا' اپنی بادشاہت حجاز کا اعلان کر دیا اور ان تمام عہدوں کی مسئولیت کو یکقلم فراموش کر دیا جو انہوں نے ریاض سے نکلتے وقت اور مدینہ منورہ اور جدہ کے سقوط سے پیشتر مکہ میں بالتکرار و بالتصریح خلافت کمیٹی کو بالخصوص اور دنیائے اسلام کو بالعموم دئے تھے۔

ان عذرات اور اس کے ساتھ اہل نجد کے فتنہ کے ڈر کی بے حقیقتی جسکا اضافہ سلطان نے ایک ہفتہ بعد کیا تیسرے وفد کی تجارتی رپورٹ سے صاف ثابت ہے جسکا اقتباس ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اور اپنے ذاتی تحقیقات اور مشاہدات کے بعد ہم اس کی پوری تصدیق کرتے ہیں۔

"اب رہا اعلان ملوکیت' اور اہل حجاز کا سلطان کو اسپر مجبور کرنے کا مسئلہ تو ہم بکثرت اہل حجاز سے ملے۔ مکہ والوں سے ملے، مدینہ والوں سے ملے، اہل جدہ سے ملے، بدوؤں سے ملے غرض کہ ہر طبقہ کے لوگوں سے ملے۔ اور ان کے خیالات دریافت کئے اور پورے وثوق کے

ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ نہ وہ خاندان شریف کی حکومت چاہتے ہیں نہ سلطان ابن سعود کی۔ نہ صرف یہ کہنا افترا تہام ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بیرون حجاز کے مسلمانوں کو (جنکو سلطان نے اپنی زبان سے اغیا ئخواجاتب کہا ہے) ہمارے سیاسی انتظام سے کوئی تعلق نہیں ہے" بلکہ اُن کی دلی خواہش ہے کہ دنیائے اسلام ان کے ملک کے نظم و نسق میں حصہ لے۔ لیکن ہم نے محض اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان اشخاص سے جا کر ملے جن کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ اس تحریک میں پیش پیش تھے اور اُن سب نے بیان کیا کہ ان کو اس واقعہ کا زیادہ سے زیادہ ایک شب پہلے علم ہوا اور یہ کہ وہ اس فعل پر خوف سے مجبور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ینبوع۔ عُلیٰ۔ تبوک اور جدہ میں بھی سب لوگوں نے برضا و رغبت اور بلا جبر و اکراہ ایسا کیا بلکہ اوروں کے ساتھ ملکر سلطان کو مجبور کرنے میں حصہ لیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن ان سب جگہ لاسلکی کے ذریعہ ہدایات بھیجی گئیں کہ وہ جمعہ کے دن بعد نماز بیعت کریں اور خود مسٹر فلبی کو اس امر کا جمعرات ہی کے دن علم تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان کے دل میں یہ بات پہلے ہی سے موجود تھی اور اگر اسکو مزید تقویت کی ضرورت تھی تو اُن کے شامی وزراء وغیرہ نے اس کو اور قوی کر دیا اور اسکی ابتدا اُنہوں نے اس اعلان سے کی جو بیعت سے قبل "ام القریٰ" میں انہوں نے شائع کیا جس میں انہوں نے سوائے خلافت کمیٹی کے تمام دنیائے اسلام پر دو مہینہ تک ان کی دعوت موتمر کا جواب نہ دینے کا الزام لگایا ہے حالانکہ جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں اول تو دعوت نامہ نامکمل تھا دوسرے دو مہینہ جواب آنے کے واسطے ہرگز کافی نہ تھے... علاوہ براین یہ وہ زمانہ تھا کہ جدال و قتال جاری تھی۔ خود جنگ کا نتیجہ اگر غیر یقینی نہ تھا تو کم از کم اتنی جلد جنگ کے ختم ہوجانے کی کسی کو توقع نہ تھی۔ تو پھر ایسی مدت تک جواب نہ آنے پر جو صرف مکتوب جانے اور آنے کے لئے ہی کافی نہیں عالم اسلام کو ملزم قرار دینا کہاں تک قرین انصاف ہے۔

"پھر بیعت کے بعد کے اعلانات کو لیجئے پہلے اعلان میں صرف یہ درج ہے کہ ہم کو حجازیوں نے ملوکیت پر مجبور کیا لیکن جب اسپر دنیائے اسلام کو اطمینان نہوا اور مختلف جگہ سے استفساری تار آئے تو دوسرا بیان نکلا کہ ایک طرف تو حجازیوں نے مجبور کیا دوسری طرف

سلطان کے بیٹے فیصل نے اپنی فوج کے ساتھ فتنہ کی دھمکی دی اور کہا کہ اگر تم نے بادشاہت قبول نہ کی تو ہم تمکو خود غرض سمجھیں گے سانس ولین کے الو بچے ہیں .... سے ہمیں سروکار نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ نجدیوں میں سے خود شیخ عبداللہ بن بلیہید صاحب کو جو قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام ہیں اور مکہ میں موجود تھے اس امر کا عین وقت بیعت تک کوئی علم نہ تھا اور انہوں نے خود اس امر کو ہمارے سامنے تسلیم کیا اور دوسری طرف امیر فیصل سے ہماری گفتگو ہوئی تو انہوں نے اپنے والد کے اعلان ملوکیت کی وجہ صرف اہل حجاز کا جبر بتایا۔ ام القریٰ کے اڈیٹر یوسف یسین نے بھی جو سلطان کے کاتب سری ہیں اور سلطان کی طرف سے تمام اعلانات لکھتے ہیں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے اس غلطی کا اعتراف کیا جو سلطان نے اعلان ملوکیت کی وجہ سے کی ہے۔ اس کے بعد سلطان کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کمیٹی خود اندازہ کر سکتی ہے۔"

لیکن جیسی کہ ان کے رویہ ما قبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے توقع کی جا سکتی تھی مولانا ظفر علی خان صاحب نے اعلان ملوکیت کے بعد سلطان کے فعل کے لئے عذرات تاویل و توجیہ پیش کرنے اور ملوکیت کی کھلم کھلا حمایت کرنی شروع کر دی چنانچہ اپنی رپورٹ میں سفارش کی کہ

"میری رائے میں کم از کم بحالات موجودہ حجاز کے اندر اچھے انتظام کی یہ واحد صورت تھی۔" "جس حد تک بیعت کا تعلق ہے میں بوثوق کہہ سکتا ہوں کہ اس میں کوئی جبر کا استعمال نہیں ہوا۔ اسلئے کہ جو لوگ ذی رائے کہلانے کے مستحق ہیں وہ پہلے ہی اس طرف مائل تھے۔" "مجھے یقین ہے کہ اس کی (سلطان کی) ذات عرب کے لئے علی العموم اور حجاز کے لئے علی الخصوص نہایت عظیم الشان اور پائدار برکات کا سرچشمہ بنیگی۔ انشاء اللہ العزیز۔" "میری رائے میں اصلاح احوال عرب و حجاز کا اقتضا یہ ہے کہ موجودہ صورت انتظام کو قبول کر لیا جائے۔"

برعکس اس کے مجاری رپورٹ میں یہ سفارش کی گئی۔

وہ ہماری رائے میں اصولاً۔ اخلاقاً۔ قانوناً۔ اعلیٰ اسلامی مفاد کے حق میں عرب قومیت کے مستقبل اور آزادی عرب کے لحاظ سے ہم کو اس فعل پر اظہار ناراضی کرنا ہے۔ اگر ہم عرب میں امن و امان چاہتے ہیں تو حجاز کو شخصی آرزوؤں کے دائرہ سے باہر رکھنا چاہیئے۔ حکومت جمہوری کے علاوہ مسئلہ حجاز کا اگر کوئی اور حل کیا گیا تو وہ عرب میں فتنہ و فساد کے دروازے کھولدیگا اور اس طرح اغیار کو وہاں اثر قایم کرنے کا موقع دیگا۔ ...... حجاز میں جمہوریت نہ صرف عین قرین مصلحت اور اعلیٰ مقاصد اسلامی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری بلکہ عملاً ممکن بھی ہے اور انتظام حجاز کے لئے روشن خیال۔ ایماندار۔ ذی اثر۔ وطن اور اسلام سے محبت کرنے والے۔ لالچ اور ذاتی اغراض سے بالاتر حجازی یقیناً کم از کم اس تعداد میں ضرور ملسکتے ہیں جتنے سلطان ابن سعود کو نجد اور حجاز دونوں کے انتظام کے لئے نجد سے مل سکے۔ حجاز کی آمدنی کثیر ہے صرف محصول درآمد برآمد ہی سے چھ لاکھ پونڈ سالانہ وصول ہوتا ہے۔ حجاج سے مختلف ٹیکس کے ذریعہ جو روپیہ وصول ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے اور یہ کثرت حجاج کے ساتھ برابر بڑھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کی مد بھی ہے جو آج سلطان ابن سعود بھی حاصل کر رہے ہیں۔ نجد کی اس فوج کا خرچ جو سلطان نے حجاز میں مستقلاً لا کر رکھی ہے۔ اور انتظام حجاز کا خرچ آج بھی حجاز ہی پر پڑ رہا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بعض مصارف جو خاص نجد سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی حجاز ہی نے ادا کئے۔ اس کے علاوہ ان کثیر اوقاف کی کثیر آمدنی ہے۔ جو دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں حجاز کے لئے ہیں یہ سب ملکر ہماری رائے میں حجاز کے اخراجات کے لئے کافی ہونے چاہئیں۔ اس پر بھی اگر مزید تجربہ کے بعد تھوڑی بہت امداد کی ضرورت پڑے تو دنیائے اسلام بخوشی دینے کے لئے تیار ہوگی۔

"ہم ہرگز نہیں کہتے کہ سلطان ابن سعود انگریزوں کے ہاتھ بک گئے ہیں لیکن ان پر انگریزی اثر ضرور ہے۔ لہذا سیاسی مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے احتیاط شرط ہے ورنہ حجاز اور نجد میں اجاروں کے حصول کی کوشش اب بھی جاری ہے۔ اور اگر

ذمہ داری کا پورا احساس اور بروقت کام نہ کیا گیا تو اس کے نتائج کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ سلطان عبدالعزیز کی ساری جماعت میں انکے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے ملک نجد کی حفاظت اور تنظیم کر سکے چہ جائیکہ وہ حجاز میں قیام حکومت کا ذمہ دار ہو اگر خدانخواستہ سلطان عبدالعزیز دنیا سے رخصت ہو جائیں تو ان کے تیرہ لڑکوں اور بھائیوں میں حجاز تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا اور دوسرے امرا کی طرح ان میں سے بھی ہر ایک انگریزوں کا غلام ہوگا۔ اسلئے ضرورت ہے کہ حجاز کی موجودہ حکومت کی طرف پوری طور پر توجہ کر کے آئندہ کے تمام خطرات کا انسداد کر دیا جائے۔

"اگر مذہبی رواداری کوئی چیز ہے تو اس لحاظ سے بھی یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حجاز پر کسی ایک فرقہ کو مسلط نہ کیا جائے اور خاصکر ایسے فرقہ کو جو اپنے عقائد میں انتہا درجہ کا غلو رکھتا ہو۔۔۔ غرضکہ ہر پہلو سے ہم یہی مشورہ دینگے کہ خلافت کمیٹی مستقبل حکومت حجاز کے متعلق اپنے فیصلہ پر بدستور قائم رہے کہ وہی بہترین چیز ہے"

دونوں رپورٹوں پر غور کرنے کے بعد مرکزی خلافت کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل رزولیوشن پاس کیا۔

"مرکزی خلافت کمیٹی افسوس کے ساتھ اس طرز عمل سے اپنا اختلاف ظاہر کرتی ہے جو حکومت حجاز کی تعین و اعلان کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ کمیٹی کے نزدیک اس کا صحیح طریقہ وہی تھا جو خود سلطان موصوف نے اپنے بار بار کے اعلانات میں ظاہر کیا تھا یعنی مجوزہ اسلامی موتمر منعقد ہو اور وہ اہالی حجاز کے مشورہ کے بعد حکومت حجاز کا فیصلہ کرلے۔ مرکزی کمیٹی ان عظیم الشان اسلامی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن کا حصول سرزمین حجاز اور عالم اسلامی کی وابستگی پر موقوف ہے۔ سلطان موصوف کو ان کے اعلانات پر از سر نو توجہ دلاتی ہے اور امید کرتی ہے کہ وہ مجوزہ و موعودہ موتمر کو جلد از جلد طلب فرمائینگے اور عالم اسلامی کی ان امیدوں کی کامیابی کا ذریعہ ہونگے جو آج ان کی ذات سے وابستہ ہیں۔

(۲) اسی سلسلہ میں مرکزی کمیٹی یہ بات بھی ظاہر کر دینا چاہتی ہے کہ وہ
اپنے اس مسلک پر بدستور قایم ہے۔ جس کا اظہار مجلس عاملہ کی تجویز ۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء
مصدقہ خلافت کانفرنس بلگام میں کر چکی ہے کمیٹی کے نزدیک سرزمین حجاز کے امن و
نظام اور عام اسلامی مفاد و مصالح کے لئے ضروری ہے کہ آیندہ حجاز میں جو حکومت
بھی قایم ہو وہ عالم اسلامی کی رائے عامہ کے مطابق ہو اور ملوک و سلاطین کی شخصی
حکومت کی جگہ خلافت راشدۂ اسلامیہ کے نمونہ پر ہو جس میں کسی خاص خاندان یا
نسل کی جگہ اہل حل و عقد کے انتخاب پر امیر کے نصب و عزل کا دارو مدار ہوتا
ہے۔ خلافت کمیٹی نے اپنی تجویز متذکرہ صدر میں اسی لئے جمہوریت کا لفظ استعمال
کیا تھا کیونکہ اس مقصود کے اظہار کے لئے موجودہ زمانہ کی بول چال میں یہی لفظ اقرب
ہے۔

انعقادِ موتمر کی تاریخ کا تعین

بین الاسلامی کانفرنس کے مسئلہ کی عملی طور پر ابتدا اس تار سے ہوتی ہے جو
مرکزی خلافت کمیٹی نے ۷ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو سلطان ابن سعود اور امیر علی کی جنگ کے
سلسلہ میں متحاربین کے نام روانہ کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ

"Indian Muslims hold that in the present state of affairs
a provisional government of leading Hedjaz reperesntatives
be formed according to the above-mentioned principles i. e.
(that Hedjaz, the centre of Muslim world *cannot be governed*
by Kings & Sultans but should be under a Democratic Re-
publican government absolutely free from non-Muslim control)
and the question of the permanent form of government
should he left to World Muslim Conference.''

(ترجمہ) ہندوستانی مسلمانوں کی یہ رائے ہے کہ مذکورۂ بالا اصول پر اس وقت اراکین
حجاز کی ایک عارضی جمہوری حکومت قایم کی جائے۔ (یعنی حجاز پر جو تمام دنیائے اسلام

کا مرجع ہے کوئی بادشاہ یا سلطان حکمرانی نہیں کر سکتا بلکہ وہاں ایک ڈیمقراطی ریپبلیکن حکومت ہونی چاہیئے ۔ جو غیر مسلموں کے اثر سے بالکل پاک ہو اور مستقل حکومت کا مسئلہ موتمر اسلامی کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے ۔

اس مین موتمر کے انعقاد اور اس کے غایت و غرض دونون کا بالتصریح تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے جواب مین جو تار سلطان نے ۴ ر اکتوبر کو براہ بحرین بھیجا۔ اس مین خلافت کمیٹی کے اصول متعلق طرز حکومت حجاز کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے تجویز انعقاد موتمر اور اس کی غرض و غایت سے ان الفاظ مین اتفاق کیا۔

"The last decision is on the whole Islamic World"

"کہ آخری فیصلہ دنیائے اسلام کے اختیار مین ہے"

اگلے مہینے سلطان نے اپنی اس تقریر مین جو انہون نے ریاض سے مکہ چلتے کی تھی اور جس کا خلاصہ عبد اللہ بن بلیہد صاحب نے بذریعہ تار ۲۳ ر نومبر ۱۹۲۴ء کو کمیٹی کے نام بغرض اطلاع عام بھیجا تھا۔ اس امر کو اور واضح کر دیا تھا تار کے الفاظ حسب ذیل ہین :-

"Hereafter there will be no Sultan over Mecca except the law; all heads must bend to the law. As Mecca is for all Muslims, so that its policy must be regulated according to Moslem World's wishes. We shall hold a conference there of all Moslem Delegates and discuss with them for their opinion on every point which will keep house of God free from vices and personal interests and preserve peace to the pilgrims visiting Holy places."

(ترجمہ) آج کے بعد سے مکہ میں بجز شریعت کے اور کوئی سلطان نہ ہوگا ۔ سب کی گردنین اس کے سامنے جھکین گی ۔ چونکہ اس مسئلہ سے جملہ مسلمانان عالم کا تعلق ہے اس لئے وہان کی پالیسی دنیائے اسلام کی مرضی کے مطابق ہوگی ہم جملہ عالم اسلام کے نمایندگان کی ایک کانفرنس مکہ میں منعقد کریں گے

اور ہر اس مسئلہ پر رائے لی جائیگی جس سے بیت اللہ شریف گناہوں اور ذاتی اغراض سے پاک رہے اور حجاج کو حرمین شریفین کے سفر میں امن و عافیت نصیب ہو۔

چنانچہ اسی غرض سے سلطان نے خلافت کمیٹی کے نمایندوں کو بذریعۂ تار مرسلہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۴ء مکہ آنے کی دعوت دی اور کمیٹی سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف سے دوسرے ملحقہ اسلامی ممالک کو بھی دعوت پہنچائے۔

مکہ پہنچنے کے بعد سلطان نے موتمر اسلامی کی دعوت دی جو دسمبر میں ہندوستان پہنچی اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

دعوۃ ابن سعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلطنۃ النجدیہ وملحقاتہا عدد ۲۲۶

مکۃ المکرمۃ ۸ ربیع الآخر سنہ ۱۳۴۴ من عبد العزیز بن عبد الرحمٰن الفیصل آل السعود الی حضرۃ صاحب الدولہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد فانی ارجو لکم دوام الصحۃ والعافیۃ وانی لسعید ان امد یدی لیدکم ولکل ید عاملۃ لخیر الاسلام والمسلمین وانی مملوء ثقۃ انہ بتعاوننا علی الخیر سیکون المستقبل السعید لجمیع الشعوب الاسلامیۃ۔

یا صاحب الدولۃ! انی لست من المحبین للحروب وشرورها و لیس لدی احب من السلم والسکون والصفاء والھنا والتفرغ للاصلاح ولکن جیراننا الاشراف اجبرونی علی امتشاق الحسام وخوض غمرات الحرب خمس عشر سنۃ لا فی سبیل شیء سوی الطمع علی ما بایدینا لقد صدونا عن سبیل اللہ والمسجد الحرام الذی جعلہ اللہ للناس سواء العاکف فیہ والباد وسوا البیت الطاہر کل الموبقات مما لا یتحملہ مسلم

لقد رفعنا علم الجهاد لتطهير بلاد الله الحرام وسائر بلاد الله المقدسة من هذه العائلة التى لم تترك سبيلا لحسن التفاهم وحسن النية بما اقترفت من الشرور والآثام وانى والذى نفسى بيده لم ارد التسلط على الحجاز ولا تملكه وانما الحجاز وديعة فى يدى الى الوقت الذى يختار الحجازيون فيه لبلادهم واليا منهم يكون خاضعا للعالم الاسلامى وتحت اشراف الامم الاسلامية والشعوب التى ابدت غيرة نذكره كالهنود

ان الخطة التى عاهدنا عليها العالم الاسلامى والتى لم نزل نحارب من اجلها مجملة فيما يلى :

۱- الحجاز للحجازيين من جهة الحكم وللعالم الاسلامى من جهة الحقوق المقدسة التى له فى هذه البلاد

۲- سنجرى الاستفتاء التام باختيار حاكم الحجاز تحت اشراف مندوبى العالم الاسلامى ونحدد الوقت اللازم لذلك فيما بعد وسنسلم الوديعة التى بايدينا لهذا الحاكم على الاسس الاتية.

۱- يجب ان يكون السلطان الاول والمرجع للناس كافة هو الشريعة الاسلامية المطهرة

۲- حكومة الحجاز يجب ان تكون مستقلة فى داخليتها ولكن لا يصح ان تعلن الحرب على احد ويجب ان يوضع لها النظام الذى يمكنها من ذالك اذا ارادت

۳- لا تعقد حكومة الحجاز اتفاقات سياسية اى دولة كانت

۴- لا تعقد حكومة الحجاز اتفاقات اقتصادية مع دولة غير اسلاميه

۵- تحديد الحدود الحجازية ووضع النظم المالية والقضائية والادارية للحجاز موكول للمندوبين المختارين من الامم الاسلامية وسيحدد عددهم باعتبار هم المركز الذى تشغله كل دولة فى العالم الاسلامى والعربى وسينضم

لھؤلاء تلاثہ ھند و بین من جمعیۃ الخلافۃ وجماعۃ اھل حدیث وجمعیۃ العلماء فی الھند

ھذا ما نوینا لھذہ البلاد المقدسۃ وما سنسیر علیہ فی المستقبل انشاء اللہ ولنا الامل العظیم فی ان تسرعوا فی ارسال مندوبکم واخبارنا عن الوقت المناسب لعقد المؤتمر۔ ھذا ما لزم بیانہ وفی الختام تقبلوا ما یلیق بمقامکم من الاحترام

الختم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلطنۃ النجدیہ وملحقاتھا عدد ۲۲۴

منجانب عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل آل السعود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مین آپ حضرات کی دوامی صحت اور عافیت کی اُمید کرتا ہون۔ مین اس مین سعادت سمجھتا ہون کہ آپ کے اور اسلام اور مسلمانون کے ہر خیر خواہ اور خیر طلب کے ہاتھ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤن۔

مجھے پورا یقین ہے کہ ہمارے باہمی (اتفاق) وتعاون سے تمام اقوام اسلامیہ کا مستقبل شاندار ہوجائے گا۔

اے غیر تمند وباحمیت بھائیو! مین ان لوگون مین سے نہین ہون جو لڑائی اور فتنہ وفساد کو دوست رکھتے ہین میرے نزدیک صلح اور امن اور باہمی محبت اور اقتصادی ترقی اور فارغ البالی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہین کہ اس مین اندرونی اصلاح کا پورا پورا موقع میسر ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے پڑوسیون یعنی شرفائے (مکہ) نے ہمین سینکڑون سال تک نیام سے تلوار نکالے رہنے اور جنگ کے مصائب مین مبتلا رہنے پر مجبور رکھا۔ شریفیون کا اس جنگ سے سوائے اس کے کوئی مقصد نہ تھا کہ ہمارے ملک ومال پر قبضہ کرلین اور ہم کو خدا کی عبادت اور مسجد حرام سے جس مین اللہ تعالےٰ نے تمام مسلمانان عالم کو برابر درجہ کا حقدار قرار دیا ہے۔ روکدین۔ انہون نے مقدس

بیت الحرام کو اس قسم کی بد اعمالیوں کی گندگی سے ملوث کیا کہ ایک مسلمان اس کی برداشت نہیں کرسکتا۔

آخر ہم نے خدا کے پاک شہر مکہ معظمہ اور باقی بلاد مقدسہ کی تطہیر اور اس خاندان کے افراد سے نجات دلانے کے لئے علم جہاد بلند کیا۔ کیونکہ شریفی خاندان کے افراد کے گذشتہ کارناموں اور سیاہ کاریوں کو دیکھتے ہوئے ان سے سفاہمت اور نیک نیتی کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی۔

اور میں اس خدائے برتر کی قسم کھا کر جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہتا ہوں کہ میرا مقصد حجاز پر تسلط یا حکومت کرنا نہیں ہے۔ حجاز میرے ہاتھ میں اس وقت تک امانت ہے جب تک کہ اہل حجاز خود اپنے میں سے ایسے حاکم کا انتخاب کرلیں جو عالم اسلامی کی بات ماننے والا اور ان اقوام اسلامیہ اور طبقات ملیہ کے زیر نگرانی رہے جنھوں نے اپنی غیرت ملیہ اور حمیت دینیہ کا ثبوت بہم پہنچادیا ہے مثلاً ہندوستانی مسلمان ہمارا دہ مطمح نظر جس کا عالم اسلامی سے ہم نے وعدہ کیا ہے اور جس کے لئے ہم شمشیر بکف رہیں گے مجملاً حسب ذیل ہے:۔

(۱) حجاز کی حکومت تو حجازیوں کا حق ہے۔ لیکن عالم اسلامی کے جو حقوق کہ حجاز سے متعلق ہیں ان کے لحاظ سے حجاز تمام عالم اسلامی کا ہے۔

(۲) ہم ایک استفتاء عام عنقریب جاری کریں گے۔ جس میں حاکم حجاز کے انتخاب اور عالم اسلامی کی نگرانی کی کے متعلق استفسار ہوگا۔ اس کے لئے وقت کی تعیین بعد میں کی جائے گی۔ اور پھر ہم اس امانت (حجاز) کو ان اصول کے ماتحت اس حاکم کے سپرد کردیں گے۔

دفعہ ۱۔ ضروری ہوگا کہ اساس حکومت شریعۃ نبویہ مطہرہ پر قائم کیا جائے۔

دفعہ ۲۔ حکومت حجاز داخلی امور میں مستقل ہوگی۔ لیکن اسے یہ اختیار نہ ہوگا کہ کسی کے ساتھ جنگ کا اعلان کرے اور ضروری ہے کہ ایک ایسا نظام مقرر کردیا جائے

کہ اگر حکومت حجاز اعلان جنگ کرنا بھی چاہے تو یہ نظام اس کو روک سکے۔

دفعہ ۳۔ حکومت حجاز کسی حکومت کے ساتھ سیاسی معاہدہ نہ کر سکے گی

دفعہ ۴۔ حکومت حجاز غیر مسلم حکومت کے ساتھ اقتصادی معاہدہ نہیں کر سکتی۔

دفعہ ۵۔ حجاز کی حدود کا تعیین اور مالی عدالتی، انتظامی نظام کا بنانا۔ ان نمایندوں کے سپرد ہوگا جو عالم اسلامی سے اسی کام کے لئے منتخب ہو کر آئیں گے ہر ملک کے نمایندوں کی تعداد حکومت کے احاطہ اقتدار کے لحاظ سے معین کی جائے گی جو اس کو عالم اسلامی اور عربستان میں حاصل ہے۔ ان نمائندوں کے ساتھ تین نمایندے جمعیۃ مرکزیہ خلافت ہند اور جماعت اہل حدیث اور جمعیۃ علماء ہند کے بھی شامل ہونگے۔

بلاد مقدسہ حجاز کے متعلق ہمارا ارادہ یہ ہے اور اسی پر انشاءاللہ تعالیٰ ہم مستقبل میں عمل کریں گے۔

ہم کو قوی امید ہے کہ آپ اپنے مندوب بھیجنے میں جلدی کریں گے۔ اور نیز یہ بھی بتائینگے کہ اس موتمر عالم اسلامی کے انعقاد کے لئے مناسب وقت کون سا ہوگا۔ قابل بیان یہ باتیں تھیں اور آخر میں آپ ہماری جانب سے تحیہ اور احترام قبول فرمائیں۔

(مہر سلطان) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن

اس میں دو نقص تھے ایک تو تمام ممالک اسلامی کو مدعو نہیں کیا گیا۔ مثلاً ترکی جیسی اہم حکومت کو دعوت نہیں دی گئی۔ دوسرے یہ کہ ان شرائط کے ذریعہ جن کی تصریح دعوتنامہ میں ہے بعض نہایت اہم امور میں موتمر کے اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔
لیکن اعلان ملوکیت کے بعد سلطان کی باتوں سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے انعقاد موتمر کے خیال کو ترک کر دیا ہے چنانچہ جس وقت وفد نے ان سے جدہ میں ملاقات کے دوران میں انعقاد موتمر کے مسئلہ کا ذکر کیا تو صاحب ممدوح نے اس کو یہ کہکر ٹالنا چاہا کہ "جب عالم اسلامی جمع ہو جائیگی تو موتمر ہو جائیگی" اور مولانا عرفان صاحب اور شعیب قریشی صاحب کے اصرار کے بعد خلافت کمیٹی کی اس تجویز سے اتفاق کیا کہ حج کے موقعہ پر موتمر منعقد ہو لیکن اس کے ساتھ صاف فرمادیا کہ جہاں تک حجاز کے سیاسی

انتظامات کا تعلق ہے حجازیوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ عالم اسلام ہمارے سیاسی معاملات میں مداخلت کرے اور اسی سلسلہ میں حجازیوں کی طرف الفاظ منسوب کئے۔ مالیصیر ماید امالیصیر۔ الی۔ آخر درجہ مالیصیر

لیکن چونکہ کوئی جزو چاہے وہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو اس کا مجاز نہیں کہ کل اختیارات محدود کر سکے۔ وفد نے مجوزہ موتمر اسلامی کے اختیارات پر مصلحتاً بحث نہیں کی اور اس مسئلہ کو ممبران مجوزہ موتمر پر چھوڑ دیا۔

موتمر اسلامی

مارچ ۱۹۲۶ء میں سلطان ابن سعود نے موتمر اسلامی کے لئے نیا دعوت نامہ بھیجا اور یہ خلافت کمیٹی کے وفد کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اس مرتبہ حکومت ترکی کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔

دعوت نامہ میں تبدیلی

لیکن تازہ دعوت نامہ کی عبارت پچھلے دعوت نامہ سے بھی زیادہ ناقص تھی الفاظ سے ظاہر تھا کہ سلطان نہیں چاہتے تھے کہ تشکیل حکومت حجاز کا مسئلہ موتمر کے سامنے آئے۔ موتمر کے اغراض و مقاصد میں صرف حرمین شریفین اور ان کے ساکنین کی خدمت اور حرمین کی مستقبل کے خطرات سے حفاظت اور حجاج و زائرین کے لئے وسائل راحت و آسائش کی کثرت اور ہر ایک ذریعہ سے بلاد مقدسہ کے ان حالات کی اصلاح جو سب مسلمانوں کے لئے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہوں۔ دعوت نامہ کے الفاظ حسب ذیل تھے

صاحب السیادہ رئیس جمعیۃ الخلافۃ ببمبئی

خدمۃ للحرمین الشریفین واھلھما و تامینا لمستقبلھما و توفیرا لوسائل الراحۃ للحجاج والزوار واصلاحا لحال البلاد المقدسہ من سائر الوجوہ التی تھم المسلمین جمیعا ووفاء بوعدنا و عھودنا التی قطعناھا علے انفسنا و میلا منا فی تکاتف المسلمین و توادد ھم فی خدمۃ ھذہ الدیار الطاھرۃ رأینا الوقت المناسب لانعقاد الموتمر العام یمثل البلاد الاسلامیۃ والشعوب

الاسلامیۃ یکون فی عشرین ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ وقد ارسلنا الدعوۃ لکل من یھمہ امر الحرمین من المسلمین وملوکھم واملی ان منددوبی جلالتکم یکونون حاضرین فی التاریخ المحدود واللہ یتولانا جمیعا بعنایتہ۔

ملک الحجاز و سلطان نجد

عبد العزیز

صاحب السیادۃ رئیس جمعیۃ الخلافۃ بمبئی۔

حرمین شریفین اور ان کے ساکنین کی خدمت اور حرمین کی مستقبل کے خطرات سے حفاظت اور حجاج و زائرین کے لئے وسائل راحت و آسائش کی کثرت اور ہر ایک ذریعہ سے بلاد مقدسہ کے ان حالات کی صلاح جو سب مسلمانوں کے لئے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہین اور اپنے وعدون اور عہود کو جو ہم نے اپنے اوپر لازم کرلئے تھے پورا کرنے اور ان دیار طاہرہ کی خدمت گذاری مین تمام مسلمانون کی شرکت اور باہمی معاونت و محبت کی خواہش رکھنے کی بنا پر ہم نے خیال کیا کہ موتمر عام اسلامی کے انعقاد کے لئے جو تمام بلاد اسلامیہ اور شعوب اسلامیہ کی نمایندہ ہو۔ یہ وقت مناسب ہے چنانچہ ۲۰/ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ کو یہ موتمر منعقد ہوگی۔ ہم نے تمام ان مسلمانون کو جن کو حرمین کے امور کے ساتھ تعلق ہے اور ملوک اسلام کو دعوت بھیجدی ہے ہمین امید ہے کہ آپکے نمایندے تاریخ مقررہ پر موتمر مین موجود ہون گے خدا ہم سب کا اپنی مہربانی سے کارساز رہے۔

ملک الحجاز و سلطان نجد۔ عبد العزیز

موتمر کے اغراض و مقاصد اور اس کے اختیارات کو صاف کرنے کے لئے جمعیۃ العلماء ہند نے سلطان کو تار بھیجکر دریافت کیا کہ موتمر تشکیل حکومت حجاز کے مسئلہ پر بھی غور کریگی یا نہین۔ جمعیت علما کے تار کے الفاظ حسب ذیل ہین:-

عظمۃ السلطان ابن سعود کے دعوت نامہ کا جواب

عظمۃ السلطان عبدالعزیز ۔ مکہ معظمہ

"آپ کا تار پہنچا۔ دعوت کا شکریہ جمعیۃ علماء اپنے مندوب بھیجنے کو تیار ہے۔ جمعیۃ ادب کے ساتھ عرض کردینا چاہتی ہے کہ اسلام کے مرکز کو ہمیشہ کے لئے وساوس اجانب سے مامون کرنے اور تمام عالم اسلامی کو اس کی حفاظت کا ذمہ دار بنانے کے لئے تشکیل حکومت حجاز کا اہم مسئلہ زیر بحث آنا ضروری ہے۔"

محمد کفایت اللہ

اس کا جواب سلطان کی طرف سے حسب ذیل آیا۔

جمعیۃ علماء دہلی

اخذت برقیتکم و انی اشکرکم علی بیانکم الذی یدل علی کمال عقلکم ووافر غیرتکم الدینیہ ان البلاد المقدسۃ محمیہ بمہج و قلوب المسلمین وھی مصونۃ عن الدسائس بعنایۃ اللہ و رعایتہ وما دمنا قائمین فیہا بالحق سائرین فیہا وفق الشریعۃ المحمدیۃ متجنبین فیہا سبیل الاھواء فان شانہا سیکون عظیما ولا یصلح الاخرھذہ الامۃ الا ما اصلح اولہا وفق اللہ الجمیع الی ما فیہ الخیر

ملک الحجاز و سلطان نجد عبدالعزیز

(ترجمہ) مجھے آپ کا تار ملا۔ مین آپ کے مضمون کا شکریہ ادا کرتا ہون جس سے آپ کی انتہائی فہم اور دینی غیرت ظاہر ہوتی ہے۔

بلاد مقدسہ مسلمانون کی جانون اور دلون کی حفاظت مین ہین اور خدا کی عنایت و نگہبانی سے وہ دسائس اجانب سے بھی محفوظ و مصئون ہین اور جب تک ہم ان مین حق کے ساتھ قائم ہین اور ہماری رفتار شریعت محمدیہ کے موافق رہے۔ اور ہم خواہشات نفسانیہ کے راستے سے بچے ہین تو ان بلاد مقدسہ کی حالت عظیم الشان ہوجائیگی۔

اور اس امت کے آخری دور کی اصلاح اس چیز کے بغیر نہین ہوسکتی جس سے پہلے دور کی اصلاح ہوئی تھی۔ خدا تعالی ہم سب کو ان باتون کی توفیق دے جن مین خیر و بھلائی ہو

جس سے سلطان کا منشا اور بھی واضح ہو گیا۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کے جملہ اجتماعی اور مذہبی مسائل اور بالخصوص ان مسائل کے بصورت احسن حل کرنے کا بہترین بلکہ واحد ذریعہ حجاز کے مشترکہ مرکز عرب سے متعلق ہیں۔ بین الاسلامی موتمر ہو سکتی ہے لہٰذا باوجود اسکے کہ دعوت نامہ میں نقص موجود تھے اور یہ معلوم نہ تھا کہ نیابت کس اصول اور کس حساب سے ہوگی۔ جمعیۃ الخلافۃ کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۸ اپریل ۱۹۲۶ء بمقام دہلی موتمر کے دعوت نامہ کو قبول کیا اور ۲۰ اپریل کو مرکزی خلافت کمیٹی نے حسب ذیل حضرات کو منتخب کیا کہ وہ مسلمان ہندوستان کے نمائندوں کی حیثیت سے مؤتمر میں شریک ہوں۔

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی، رئیس

مولانا شوکت علی صاحب

مولانا محمد علی صاحب

شعیب قریشی صاحب (رکن و سکرٹری)

چونکہ ابھی یہ طے نہیں ہوا تھا کہ مؤتمر میں مختلف ممالک اسلامی کی نمائندگی کس اصول اور کس حساب سے ہوگی۔ نہ یہ بھی یقین کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ کتنے ممالک موتمر میں شرکت کریں گے اور خلافت کمیٹی کے پیش نظر یہ تھا کہ تشکیل حکومت حجاز جیسا اہم مسئلہ جس پر تمام دنیائے اسلام کی مستقبل اخلاقی، اقتصادی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ کا دارومدار ہے، ناقص اور غیر نمائندہ مؤتمر کے سامنے فیصلہ کی غرض سے پیش نہ ہو، تاکہ اس تاریخی غلطی کا دوبارہ اعادہ نہ ہو جس کا خمیازہ مسلمان آج تک بھگت رہے ہیں؛

لہٰذا جمعیت عاملہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۸ اپریل ۱۹۲۶ء بمقام دہلی میں ریزولیوشن کے دو حصے کر دئے تھے۔

(۱) کہ وفد ان تمام امور پر بحث و مباحثہ کرے جن کا ذکر دعوت نامہ میں ہے۔

(۲) لیکن تشکیل حکومت حجاز کا مسئلہ اگر موتمر میں پیش کیا جائے تو اس میں شرکت سے انکار کرے لیکن اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ "سلطان ابن سعود سے نجی کے طور پر گفتگو کر لی جائے اور ہمارا نقطۂ نگاہ ان کے روبرو پیش کرکے ان کو ہم خیال بنانے کی

کوشش کی جائے"

ریزولیوشن کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"مؤتمر حجاز کے متعلق طے پایا کہ دعوت نامہ منظور کیا جائے اور جن اغراض و مقاصد کا ذکر اس میں کیا گیا ہے اس پر بحث و مباحثہ و تبادلۂ خیالات کیا جائے اور آئندہ تشکیل حکومت حجاز کے لئے انعقاد مؤتمر کے بابت سلطان ابن سعود سے گفتگو کی جائے۔ اور اگر تشکیل حکومت حجاز کا مسئلہ اس مؤتمر میں پیش ہو تو اس میں شرکت سے انکار کیا جائے۔ مگر سلطان ابن سعود سے نجی کے طور پر گفتگو کر لی جائے اور ہمارا نقطۂ نگاہ اُن کے روبرو پیش کر کے اُن کو ہم خیال بنانے کی کوشش کی جائے"

حجاز جا کر جب مؤتمر کے ایجنڈا کو دیکھا جس میں "البلاد وحکومتها" کی مد سب سے اول تھی اور ان مندوبین کی تعداد کو دیکھا جن کو سلطان نے خود مقرر کیا تھا تو معلوم ہوا کہ خلافت کمیٹی اگر یہ پیش بندی نہ کرتی تو بڑی سخت غلطی کی مرتکب ہوتی۔

ریزولیوشن کے حصہ دوم کے سلسلہ میں وفد نے سلطان سے تین مرتبہ گفتگو کی جس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔ ان ملاقاتوں کے دوران میں سلطان نے جن خیالات کا اظہار کیا، ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے وفد نے اس کو قبل از وقت اور نامناسب خیال کیا کہ محض مسئلہ تشکیل حکومت حجاز پر مزید تفصیلی گفتگو کرنے کے لیے سلطان سے انٹرویو (ملاقات) کے لیے درخواست کرے۔

مؤتمر کے انعقاد کی تاریخ کا التواء

مؤتمر کے انعقاد کی تاریخ ابتدائً ۲۰ ر ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۲ ر جون ۱۹۲۶ء تھی۔ لیکن چونکہ مستقل ممالک اسلامی کے نمائندے نہیں آئے تھے اس لیے تاریخ انعقاد دو مرتبہ بدلنی پڑی تاکہ ان ممالک کو شرکت کا موقع مل سکے۔

آخری التواء ۷ ر جون ۱۹۲۶ء کو کیا گیا تھا۔ لیکن جب ۷ ر جون تک بھی ان ممالک کے نمایندے نہ آئے تو اس دن مؤتمر کا افتتاح ہوا۔

ممالکِ اسلامی جو موتمر میں شریک ہوئے

ان کے دو حصے ہیں۔ ایک تو وہ جو قبل از حج شریک ہوئے۔ جن کے نام مع انکے نمائندوں کے اسماء کے حسبِ ذیل ہیں:۔

ہندوستان ۔(۱) **خلافت کمیٹی** ۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ۔ رئیس

مولانا شوکت علی صاحب

مولانا محمد علی صاحب

شعیب قریشی صاحب رکن و سکریٹری

(۲) **جمعیۃ العلماء ہند** ۔ مولانا کفایت اللہ صاحب رئیس

مولانا شبیر احمد صاحب

مولانا احمد سعید صاحب

مولانا عبد الحلیم صاحب

مولانا ابو المعارف محمد عرفان صاحب

(۳) **جماعت اہل حدیث** ۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رئیس

مولانا عبد الواحد غزنوی صاحب

مولانا اسمٰعیل غزنوی صاحب

مولوی حمید اللہ صاحب

۲۔ روس کشاف الدین بن قوام الدین رئیس

رضاء الدین

مصلح الدین بن خلیل

عبد الواحد بن عبد الرؤف حمدی

طاہر الیاس

موسیٰ جار اللہ

عبدالرحمن بن اسمعیل (سکریٹری)

۳۔ جاوا۔ عمر سعید چوکردامی نوتو

حاج منصور

شیخ محمد باقر

شیخ جبان طیب

۴۔ فلسطین۔ سید امین الحسینی رئیس

اسمعیل آفندی الحافظ

عجاج آفندی نویهض

۵۔ بیروت و شام الشیخ حسن الملکی

شیخ بہجت البیطار

محمود منح ہارون

(نامزد کردہ سلطان) } شام

عبد الغنی عونی بک الکعکی

حسن آفندی الملکی } بیروت

۶۔ مصر۔ جمعیۃ خلافۃ بوادی النیل۔

ابو العزائم ماضی رئیس

سید کامل عثمان آفندی

سید محمد ابو العزایم

۷۔ سوڈان مدثر بن ابراہیم

شیخ ابو القاسم احمد ہاشم } نامزد کردہ سلطان

۸۔ عسیر توفیق شریف (شامی)

عبد العزیز العتیقی (نجدی)

ابو زید (مصری)

۹۔ نجد عبد اللہ بن بلیہد رئیس

موتمر کا اجلاس ہو رہا ہے
مولانا شوکت علی صاحب تقریر فرما رہے ہیں

حافظ وہبہ
عبداللہ دملوجی
شیخ حمد الخطیب
یوسف لیسین (شامی)
۱۰- حجاز — شریف شرف عدنان
عبداللہ شیبی
شیخ اسمعیل مبیریک
شریف ہزایم ابوالبطین
سلیمان قابل — یحنت بن بنیان
سعود وشیشبہ — ابراہیم عاج
محمد نصیف
محمد مغیربی
شریف علی بن الحسین الحارثی
عبداللہ الفضل النجدی
عارف الاحمدی

جن حضرات کو سلطان نے ان کی ذاتی حیثیت سے لطور عضو خصوصی کے مدعو کیا تھا۔

۱۱- سید رشید رضا........... (مصری)
عبدالظاہر
منصور محمود
عبدالسلام ہیکل

حصہ دوئم میں وہ ممالک ہیں جو بعد حج مؤتمر میں شریک ہوئے ان ممالک کے اوران کے مندوبین کے نام حسب ذیل ہیں۔ ان میں سے اکثر کو ابتداءً شرکت میں تامل تھا لیکن ہندوستانی نمایندوں کے خلوص اور کارگذاری سے

متاثر ہو کر شرکت پر آمادہ ہو گئے۔

ترکی ادیب ثروت بک

افغانستان جنرل غلام جیلانی خان

یمن حسین بن عبد القادر

عسیر (ادریسی) علامہ شنقیتی

مصر علامہ زواہری

مصری بک

امین توفیق

(نوٹ) مصری وفد کی آمد پر سوڈانی حضرات اور وادی نیل کی جمعیت خلافت کے نمائندے واپس چلے گئے۔) لیکن ایران آخر تک شریک نہ ہوا

ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت نجد کی جانب سے یہ کوشش کی گئی کہ انتخاب نمایندگی و تناسب کے اصول کو پس پشت ڈالکر مؤتمر کو اپنے ہم خیال و ہم نوا اشخاص سے بھر دیا جائے۔ چنانچہ نجد کو ۵، حجاز کو ۱۳، عسیر کو جس کے تین حصوں میں سے صرف ایک حصہ سلطان ابن سعود کے ہاتھ میں ہے تین اور ان سب کو خود سلطان نے نامزد کیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض حضرات کو جو سلطان کی ملوکیت کے حامی تھے انفرادی حیثیت سے ممبر مقرر کیا گیا اور ان کو رائے وغیرہ کے معاملہ میں وہی حقوق تھے، جو باقاعدہ منتخب شدہ ممبروں کو تھے۔ اس کے علاوہ بعض صورتوں میں تو سلطان نے ممالک غیر کی طرف سے جو ان کے ماتحت بھی نہ تھے نمایندے مقرر کر دئے۔ اس طرح ۵۹ نمایندوں میں سے جو حج سے پہلے موتمر میں شریک تھے ۲۹ سلطان کے نامزد کردہ تھے۔ اس میں اگر ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کے چار نمایندوں کو شامل کر لیا جائے تو ۵۹ شرکاء موتمر میں سے ۳۰ سلطان ابن سعود کی تقریباً ہر بات میں تائید کرنے والے تھے۔ یہ تناسب تھا اس وقت ہوا

جبکہ بیرونی ممالک نے ایک ایک سے زیادہ نمائندے بھیجے۔ اگر وہ صرف ایک ہی ایک نمائندہ بھیجتے تو موتمر میں قلت و کثرت کے مسئلہ کی جو صورت ہوتی ظاہر ہے۔

علاوہ اس کے شرکاء کی رائے پر اثر ڈالنے کے لئے ان ناجائز طریقوں کے استعمال سے بھی اجتناب نہیں کیا گیا جن کو کوئی صحیح الاصول و صحیح المسلک یہ لاکام کرنیوالا روا نہیں رکھیگا۔

موتمر کو حامیوں سے بھرنے کے بعد خود سلطان نے اسی تشکیل حکومت کو داخل ایجنڈا کر دیا جس کو وہ موتمر کے سامنے پیش کرنے کے روادار نہ تھے اور جس کو انہوں نے نہایت احتیاط اور اہتمام سے دعوت نامہ سے خارج کر دیا تھا۔ یہ حالت دیکھکر ہم نے صاف الفاظ میں کہدیا کہ مسلمانان ہند ہرگز گوارا نہیں کرسکتے کہ تشکیل حکومت حجاز جیسا اہم مسئلہ اس وقت تک موتمر کے سامنے آئے جب تک کہ موتمر میں نیابت کے اصول اور فیصلے کے قواعد اور قلت و کثرت کے معلوم کرنے کے طریقے مقرر و معین نہ ہو جائیں اور ان اصول اور قواعد و ضوابط کے ماتحت موتمر کا اجلاس نہ ہو اور سلطان کی افتتاحی تقریر کے بعد ہی ہم نے انتخاب عہدہ داراں کے مسئلہ کے پیش ہوتے ہی نیابت اور قلت و کثرت کے طے کرنے کے سوال اور اس کے ساتھ ساتھ موتمر کے قانون اساسی کے پورے مسئلہ کو اٹھایا۔ اس پر ایک سب کمیٹی معائنہ وثائق اور دوسری سب کمیٹی قانون اساسی بنانے کے لئے منتخب کی گئی اور ہمارے اعتراض و مخالفت کے باعث حکومت حجاز کا مسئلہ ایجنڈا اور نیز سلطان کی افتتاحی تقریر سے خارج کر دیا گیا۔

پہلی کمیٹی کے ممبروں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا محمد عرفان صاحب

۲۔ یوسف یٰسین صاحب

۳۔ منصور صاحب

دوسری کمیٹی کے لئے حسب ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

۱۔ مولانا شوکت علی (ہندوستان)
۲۔ رضاالدین (روس)
۳۔ محمد امین الحسینی (فلسطین)
۴۔ حافظ وہبہ (نجد)
۵۔ مولانا کفایت اللہ (جمعیۃ العلماء ہندوستان)
۶۔ عبداللہ بن بلیہد (نجد)
۷۔ عمر سعید چوکروامی نوتو (جاوا)
۸۔ شریف شرف عدنان (حجاز) رئیس موتمر
۹۔ شعیب قریشی ⎫
۱۰۔ عجاج نویہض ⎭ بطور معاون و مشیر
۱۱۔ منصور۔

انتخاب عہدہ داران موتمر

لیکن انتخاب عہدہ داراں قلت اور کثرت کے تعین کے مسئلہ کے طے ہوئے بغیر عمل میں آیا۔

صدر :۔

ہم نے اس مصلحت سے کہ ترکی سب سے ممتاز اور بڑی اسلامی حکومت ہے اور اس سے بھی زیادہ اس مصلحت سے کہ ترکوں اور عربوں کے قلوب سے گذشتہ واقعات کی ناگوار تلخی دور ہو جائے اور باہم دگر ملکر کام کریں اور نیز اس بنا پر بھی کہ وہ مجالس کے نظام کارروائی کے طریقے سے بخوبی واقف ہیں۔ یہ تجویز پیش کی کہ ترکی وفد کے رئیس کو موتمر کا صدر بنایا جائے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے نمائندگان نجد کی تائید کے ساتھ اس کے خلاف شریف شرف عدنان پاشا کا نام پیش کیا اور عبدالواحد غزنوی صاحب نے تحریک کی کہ سلطان ابن سعود صدر موتمر ہوں نہ لئے جانے پر کثرت رائے سے شریف شرف عدنان

رئیس منتخب ہوئے۔ نائب صدر کی تجویز کے حسب ذیل اصحاب کے لئے رائے دی گئی۔
اور مولوی سید سلیمان ندوی۔ رئیس وفد الخلافہ اور رضاء الدین رئیس وفد روسیہ
نائب صدر منتخب ہوئے۔ ناموس عام توفیق شریف صاحب مقرر ہوئے۔

مؤتمر کا قانون اساسی

لجنہ قانون اساسی نے جو قانون بنایا اور جسکو مؤتمر نے بالاتفاق منظور کیا۔ وہ بطور ضمیمہ شامل رپورٹ ہے۔ اس میں مؤتمر کے اغراض و مقاصد اور اسکے نظام وغیرہ کے متعلق جملہ امور بالتفصیل درج ہیں۔

جس وقت یہ قانون بنا اور منظور ہوا اس وقت ترکی، افغانستان، یمن اور مصر کے نمائندے موجود نہ تھے لہذا وہ اسکے متعلق بحث و مباحثہ میں شرکت نہ کرسکے لیکن ان کی شرکت کے بعد ان کو قانون اساسی پر رائے دینے کا حق دیا گیا ہے اور ان کی رائے کو مؤتمر یقیناً نہایت وقعت اور اہمیت دیگی۔

لجنہ اقتراحیہ

مختلف اقتراحات پر غور کرنے اور ان کو ترتیب دینے کے لئے جو اعضاء مؤتمر میں پیش کرنا چاہتے تھے مؤتمر نے طے کیا کہ ایک لجنہ "لجنۃ اقتراحات" کے نام سے منتخب کی جائے جس میں ہر ملک کے نمائندے ان اصوات کے حساب سے ہوں جو قانون اساسی کے ماتحت اسکو حاصل ہیں۔ اس لجنۃ اقتراحیہ کے لئے ممبر حسب ذیل تھے:۔

ہندوستان مولانا محمد علی۔ مولانا کفایت اللہ۔ مولانا ثناء اللہ۔ مولانا شبیر احمد،

نجد۔ عبد اللہ بن بلیہد۔ حافظ وہبہ۔ یوسف لیسین

حجاز۔ رئیس مؤتمر شریف عدنان۔ حجاز کی بھی نیابت کرتے تھے۔

جاوا۔ عمر سعید چوکرو امی نوتو۔ حاج منصور

روس۔ کشاف الدین۔ مصلح الدین

شام۔ عبدالغنی عونی بک الکعکی
فلسطین۔ سید امین الحسینی
عسیر عبدالعزیز عتیقی
مصر۔ ابوالعزائم ماضی (حکومت مصر کے وفد کے آنے کے بعد علامہ زواہری ممبر ہوئے)

سوڈان۔ مدثر بن ابراہیم (حکومت مصر کے وفد کے آنے کے بعد انکی جگہ علامہ زواہری ممبر ہوئے)

اس کے علاوہ عہدہ داران مؤتمر بحیثیت عہدہ داران اس کے ممبر تھے۔ بعد حسب ذیل اصحاب کا اس میں اضافہ ہوا۔

ترکی۔ ادیب ثروت بک
افغانستان۔ جنرل غلام جیلانی خان
یمن - حسین بن عبدالقادر
مصر۔ علامہ زواہری

ان کی شرکت کے بعد سوڈان اور مصر کے دوسرے نمائندے لجنہ سے خارج ہو گئے۔

لجنہ کے انتخاب کے بعد مؤتمر کا باقاعدہ کام شروع ہو گیا۔ سب سے اہم اقتراحات کا تیار کرنا تھا۔ جو اقتراحات ہماری طرف سے پیش ہوئے ان کی تفصیل آگے پیش کیجائیگی اس سلسلہ میں ہمکو دوسرے اسلامی ممالک کے نمائندوں سے بکثرت ملنے کا اور ان سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا اور باوجود ان کوششوں کے جو مختلف ممالک کے نمائندوں میں اتفاق رائے اور اتحاد عمل کو روکنے کی جاری تھیں آپس میں نہایت مخلصانہ تعلقات اور مفید خوشگوار موثر اور آئندہ کے لئے امید افزا اتفاق رائے اور اتحاد عمل قائم کرنے میں کامیابی ہوئی اس میں ہمکو ہمارے بھائیوں کے خلوص۔ جوش۔ حب مذہب و ملت و دانشمندی سے بہت مدد ملی۔

لیکن کمیٹی کو خوشی ہونی چاہئے کہ اس کے نمائندے اپنے صحیح اصول کی پابندی، اعتدال صلح جو رویہ اور بے غرضی سے ممالک اسلامی کے ان مختلف عناصر کو ایک نکتہ پر لانے میں کامیاب ہوئے۔

ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ شرکاء مؤتمر کی گرانمایہ خدمات کی کم قدری کریں نہ ہم ناگوار امتیاز کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ محض اظہار واقعہ ہے کہ مؤتمر کے تمام اہم اور وقیع قرار دادوں میں سے بیشتر نمایندگان جمعیۃ العلماء اور جمعیۃ الخلافہ کی تھیں۔ مؤتمر کی کارروائی میں ہندوستان نے نہایت نمایاں اور ممتاز حصہ لیا اور یہی وجہ تھی کہ مختلف الخیال نمایندگان مؤتمر نے بھی مؤتمر کی کارروائی کے اختتام پر اجلاس عام میں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے نمایندگان ہند کی تعریف کی۔

اس جگہ ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لجنۃ اقتراحیہ اور مؤتمر کی کارروائی دونوں میں نمایندگان نجد کا رویہ جو حکومت نجد کے اعلیٰ احکام اور نامزد شدہ ممبر تھے نہایت افسوسناک تھا۔ جب کبھی کوئی ایسا اقتراح پیش کیا گیا جس کو ان کی حکومت نہیں چاہتی تھی تو انہوں نے اس کو خارج رکھنے میں کسی ذریعہ کے استعمال کرنے میں چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز عذر نہ کیا۔ چنانچہ ماثرہ و مقابر کے متعلق ریزولیوشن لجنۃ اقتراحیہ میں بھی پیش ہو گئے اور مؤتمر میں بھی لیکن مؤتمر کے آخری دن اور کوئی اقتراح باقی نہ رہا کہ پیش ہو لیکن وہ اقتراح پیش نہ کیا گیا۔ نمایندگان نجد کی برابر کوشش جاری رہی کہ اس ریزولیوشن کو ٹالدیا جائے حتی کہ جب ہماری طرف سے سختی سے احتجاج کیا گیا تو ان حضرات نے صاف کہدیا کہ اس سے فتنہ و فساد پیدا ہوگا اس کو پیش نہیں ہونا چاہیئے لیکن جب صورت نازک ہو گئی اور دوسرے ممالک کے نمایندوں نے بھی سختی سے اعتراض کیا اور ہماری تائید کی تو بالآخر طوعاً و کرہاً پیش کیا گیا۔ اور یہ برتاؤ تنہا اس ریزولیوشن کے ساتھ نہیں کیا گیا۔

اب ہم ان تجاویز کو دیتے ہیں جن کو ہماری طرف سے مؤتمر میں پیش کیا گیا ان تجاویز کی عبارت طے کرنے میں ہم کو مختلف الخیال شرکاء مؤتمر کا لحاظ رکھنا پڑا لہذا یہ الفاظ وہ ہیں جن پر ہم مختلف ممالک کے نمایندوں کو جمع کر سکے۔ ان تجاویز کے مرتب کرنے میں ہم نے الفاظ اور زبان پر اصرار کو چھوڑ کر صرف مطلب کا لحاظ رکھا اور اصول کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

وہ تجاویز جو ہماری طرف سے پیش ہوئیں اور مؤتمر نے قبول کیں۔

نوٹ:- رزولیوشن کی اصلی عبارت جو بعد ترمیم وغیرہ مؤتمر نے قبول کی، منگانے کے متعلق متعدد مرتبہ رئیس مؤتمر صاحب سے درخواست کی گئی لیکن اب تک دستیاب نہو سکی۔ لہذا صرف ان رزولیوشن کی عبارت دیجاتی ہے جو موجود ہے۔

(۱) مآثر و مقابر

ارجوان یقرر المؤتمر مایلي

(۱) ان یعاد بناء (المآثر) في اقرب وقت ممكن

(۲) ان القبور التی لم تهدم ینبغی حفظها وصیانتها

(۳) ان القبور التی هدمت یترك امر اعادة بنائها وشكل ذلك الی لجنة من علماء المذاهب السنیة والشیعیة فهذه اللجنة تنظر في ذلك دائمون رائها نهائیًا

محرك - مولانا شوکت علی

مؤید - شعیب قریشي

(ترجمہ) مجھے امید ہے کہ مؤتمر حسب ذیل تجاویز منظور کریگی۔

(۱) حتی المقدور بہت جلد مآثر منہدمہ کو بنا دیا جائے۔

(۲) جو قبریں گرائی نہیں گئی ہیں اون کی حفاظت وصیانت ضروری اور مناسب ہے۔

(۳) جو قبریں منہدم ہو چکی ہیں ان کی تعمیر اور اون کی ہیئت ایک کمیٹی پر جو سنی شیعہ علما سے مرکب ہو چھوڑ دیا جائے۔ یہی کمیٹی اس مسئلہ پر انتہائی غور سے کام کریگی۔ اور اس کا فیصلہ آخری ہوگا۔

محرک مولانا شوکت علی

مؤید - شعیب قریشی

(۲) حرم میں امامت چاروں مذاہب کے امام باری باری کریں۔ محرک شعیب قریشی مؤید مولانا محمد علی

(۳) جزیرۃ العرب میں غیر مسلموں کو اقتصادی امتیازات نہ دیے جائیں۔

ان بلاد مقدسہ میں غیر اسلامی مداخلت کا سد باب کرنے کیلئے یہ موتمر ضروری سمجھتی ہے کہ حجاز میں غیر مسلموں کو کسی قسم کے اقتصادی امتیازات عطا نہ کئے جائیں اور ہر اسلامی کمپنی سے معاہدہ کرتے وقت ان دو دفعات کا اضافہ کیا جائے۔

(الف) جب فریقین معاہدہ میں اختلاف ہو تو فریقین کو عدالت حجاز کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور اس کے فیصلہ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے۔

(ب) کمپنی کے حصہ داروں کو اجازت نہو گی کہ وہ اپنے حصہ غیر مسلموں کے ہاتھ فروخت کریں۔

محرک - شعیب قریشی

موید - مولانا محمد علی

(۴) انسداد غلامی — محرک ۔ مولانا کفایت اللہ و شعیب قریشی موید موسیٰ جار اللہ

(۵) جدہ، مکہ، عرفات کے درمیان سڑک بنا چاہئے۔

حجاز میں ریلوے لائن کی تعمیر کا جو فیصلہ ہم نے کیا ہے اس کی تکمیل کے واسطے برسوں کی کوشش اور کثیر مال درکار ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ بتدریج اس کام کو شروع کر دیں۔ اس سلسلہ میں حکومت حجاز کا اولین فرض ہے کہ وہ جدہ سے مکہ اور مکہ سے مدینہ اور مکہ سے عرفات تک سڑکیں ہموار کرانے کا کام شروع کر دے تاکہ ان پر موٹریں اور گاڑیاں چل سکیں۔ نیز جن مقامات پر قافلے اترتے ہیں وہاں سرائیں بنوائے۔ اور ضروری آرام و آسائش کے سامان مہیا کرے۔ یہ چھوٹا سا کام اس بڑے کام کی تمہید ہوگا جو حج کے راستوں میں ریلوے لائن تعمیر کرانے کے لئے ہمارے پیش نظر ہے اس کے لئے مدت تک انتظار کرنا ناگزیر ہے۔

محرک مولانا شوکت علی ۔ موید مولانا سلیمان ندوی

(۶) تبلیغ اسلام — محرک شعیب قریشی — موید ۔ مولانا محمد علی

(۷) ہر ممبر اپنی زبان میں رزولیوشن پیش کرسکتا ہے — محرک شعیب قریشی — موید مولانا محمد عرفان

(۸) آزادی مذاہب — محرک۔ مولٰنا کفایت اللہ۔ مؤید مولانا محمد علی

II وہ تجاویز جو پیش کی گئیں اور براہ راست لجنۃ اقتراحیہ کی طرف سے سلطان کو بغرض اطلاع بھیجدی گئیں۔

ا۔ مطاف و مسعیٰ — محرک۔ شعیب قریشی۔ مؤید مولانا محمد عرفان

III وہ تجاویز جو مؤتمر میں پیش کی گئیں لیکن منظور نہ ہو ہیں

ا۔ قتل مؤمن کے خلاف

بما ان اللہ تعالیٰ قال فی کتابہ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدّ لہ عذابا عظیمًا

وقال صلعم لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض وقال صلعم من اشار الی اخیہ بحدیدۃ لعنتہا الملائکۃ وقال صلعم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر وقال صلعم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ وقال صلعم ان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شہرکم ھذا ...... وبلدکم ھذا یطلب لموتمر من کل مسلم یومن باللہ ورسولہ والیوم الاٰخر ان یحرم علیٰ نفسہ دماء المسلمین واموالہم واعراضہم وان یجعل قولہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل المومنین فی تراحمہم وتوادھم وتعاطفہم کمثل جسد اذا اشتکی بعضہ اشتکی کلہ۔ نصب عینیہ کل حین وآن

اللہ تعالےٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص قصداً کسی مسلمان کو قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اوس پر خدا کا غضب اور پھٹکار ہو گی۔ اور اوس کے لئے بڑا عذاب مقرر کر رکھا ہے"۔

سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تم لوگ کافر مت بن جانا (اس طرح) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرے۔ اور فرمایا آپنے جو شخص لوہے سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرتا ہے ملائکہ اوس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور فرمایا آپنے "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اوس کا قتل کرنا کفر ہے اور فرمایا آپنے "ہر مسلمان کا

ا۔ طواف وسعی کے سلسلے میں کسی مسلمان کو کسی وقت روکا نہیں جا سکتا

مال اور آبرو دوسرے پر حرام ہے۔ اور فرمایا آپ نے کہ تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم لوگوں پر حرام ہیں جس طرح آج کے دن اس مہینہ اور اس شہر میں حرام ہے لہذا موتمر ہر مسلمان سے جو اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے درخواست کرتی ہے کہ دیگر مسلمانوں کا خون، مال ومتاع اور آبرو اپنے لئے حرام سمجھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو کہ " مومن کی مثال (باہمی محبت ومودت میں) ایک جسم کی طرح ہے " ہر آن اور ہر وقت اپنا نصب العین بنائے

محرك شعيب قريشي مؤيد مولانا محمد علی

چونکہ اس مسئلہ کا ذکر دعوت نامہ میں نہ تھا اور ان کی حکومتوں کی طرف سے انکو اس بارہ میں کوئی ہدایات نہ دی گئی تھیں اس لئے ترک، افغان، یمنی اور مصری نمایندوں نے اس مسئلہ میں رائے دینے سے احتراز کیا۔

۲- معاہدات مابین حکومت ہائے حجاز و دول غیر بغرض اطلاع پیش کئے جائیں

اقترح ان يرجو المؤتمر من الحكومة الحجازية ان تضع بين يديه نسخة من كل الاوراق الرسمية التي تتعلق بأي علاقة وانشائها الحكومة الحالية او السابقة مع الحكومات الاخرى اذا كانت قد انشأ شيئ من ذلك فتشيع۔

محرك مولانا محمد علی
مؤید مولانا شوکت علی

(ترجمہ) میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ موتمر، حکومت حجاز سے درخواست کرے کہ معاہدات کا غذات رسمی جن کا کسی علاقہ سے تعلق ہو اور جسے حکومت موجودیا سابقہ نے دیگر حکومتوں کے ساتھ قائم کیا ہو اگر اسے دستیاب ہوں تو اُسے شائع کر دے۔

محرك مولانا محمد علی مؤید مولانا شوکت علی

(نمایندگان حکومت نجد نے اس کو سیاسی مداخلت قرار دیکر ان دستاویزات کے پیش کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ معاملہ موتمر میں پیش نہیں ہو سکتا)

IV وہ تجاویز جو لجنہ اقتراحیہ نے نامنظور کر دیں

۱۔ حجاز میں قناصل مسلمان ہونے چاہئیں۔

انہ رعایۃ لوصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی اوصی بھا و ھو علی فراش الموت۔ یعلن ھذا المؤتمر ان المسلمین لا یرضون بان یقیم غیر المسلمین فی الاراضی المقدسۃ الحجازیۃ ولھذا یرجو المؤتمر من الحکومات الاجنبیۃ التی تریدان یکون لھا قناصل فی الحجاز ان تختار ھؤلاء القناصل من المسلمین فقط۔

(ترجمہ) سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق جس کی آپنے ایسے وقت میں وصیت کی تھی۔ جبکہ بستر مرگ پر آرام فرما رہے تھے یہ موتمر اعلان کرتی ہے کہ حجاز کے مقدس مقامات میں غیر مسلم لوگوں کی سکونت کو مسلمان پسند نہیں کرتے اور اسلئے موتمر اُن حکومات اجنبیہ سے جو حجاز میں قناصل رکھنا چاہتی ہیں امید کرتی ہے کہ قناصل مسلمان منتخب کئے جائیں۔

محرک۔ مولانا محمد علی مؤید مولانا شوکت علی

۲۔ آزادیٔ جزیرۃ العرب۔ محرک۔ نمائندگان جمعیۃ العلمأ ... جمعیۃ الخلافۃ ہند فلسطین و شام

V اس کے علاوہ ذیل کی وہ تجاویز ہیں جو اوروں کی طرف سے پیش ہوئیں لیکن ہم نے انکی تائید یا ترمیم کی

۱۔ اصلاح احوال صحیہ

۲۔ حجاز ریلوے کی واپسی

۳۔ قربانی کے ذبیحہ کے متعلق

۴۔ جدہ و مکہ اور مکہ و مدینہ کے درمیان ریلوے لائن بنانے کے متعلق

۵۔ عقبہ و معان کی واپسی کے متعلق

۷۱ وہ تجاویز جو دوسروں نے پیش کیں اور جنکی ہم نے مخالفت کی

۱۔ حکومت نجد کے نمایندوں نے حجاز میں ہتھیار لگانے کے خلاف تجویز پیش کی لیکن چونکہ اسکا نفاذ صرف غیر نجدیوں کے خلاف ہی ہوتا اور چونکہ ایسی صورت میں مسلمان ادائگی فریضۂ جہاد کے لئے آمادہ و مستعد نہ رہ سکتے تھے لہٰذا ہم نے مخالفت کی۔ بالآخر تجویز نامنظور ہوئی۔

۲۔ یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ ریلوے لاین کی تعمیر اور تدابیر صحت کی تکمیل کے لئے حجاج سے (۱) بندرگاہ جدہ پر اترتے ہی ۲۰ قروش اور لئے جائیں۔ (۲) اونٹ، موٹر اور خچر پر مزید ٹیکس کے نام سے روپیہ لیا جائے (۳) منیٰ میں ہر قربانی پر دس قروش وصول کیئے جائیں۔ ہم نے کہا کہ ان تمام کاموں کے لئے جو کچھ لیا جائے برضامندی بطور چندہ صاحب استطاعت سے لیا جائے جبریہ ٹیکس کی صورت میں جو ادائگی فریضہ میں دشواری پیدا کرے نہ لیا جائے۔

ہماری مخالفت پر تجویز نامنظور ہوئی۔

نئے قوانین کی رو سے چونکہ ناموس عام اور لجنہ تنفیذیہ کے انتخاب مؤتمر کے آخری دن ہونا چاہیئے لہٰذا ۵ر جولائی کو ان عہدہ داران کے انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا مگر چونکہ بروقت بلا مزید مشورہ اور تلاش کے ایسے اہم عہدوں کے واسطے نام پیش نہیں کئے جا سکتے تھے لہٰذا اس کارروائی کو تین مہینے کے لیے ملتوی کیا گیا اور صرف یہ طے کیا گیا کہ لجنہ تنفیذیہ کے ممبروں میں ایک ترک ایک مصری ایک ہندوستانی، ایک حجازی ایک نجدی اور ایک شام اور فلسطین سے ہوگا اور ہر ملک والے اپنے اپنے نمایندے کو نامزد کر کے بھیجدیں گے۔ ناموس عام کے لئے دو نام پیش کئے گئے تھے ایک امیر شکیب ارسلان کا اور دوسرا شیخ عبدالعزیز شادیش کا لیکن ان کے استمزاج کے بغیر اسکا فیصلہ ناممکن تھا۔ لہٰذا اس مسئلہ کو بھی ملتوی رکھا گیا۔ اس طرح مؤتمر کی کارروائی ختم ہو گئی۔

مؤتمر ہر سال ہونی چاہئے

اس سال مؤتمر میں جو نقائص اور خرابیاں تھیں ان کا ذکر اوپر آچکا ہے لیکن یہ وہ باتیں ہیں جو قدیم سے قدیم اور بڑی سے بڑی جماعتوں میں موجود ہیں۔ مؤتمر کا یہ پہلا ہی سال تھا اور انشاء اللہ رفتہ رفتہ ان تمام نقائص کا ازالہ ہوجائیگا۔ ان کی وجہ سے مؤتمر کی اہمیت کم نہیں ہوسکتی اور نہ اسکی دلچسپی میں کمی ہونی چاہئے۔

مؤتمر کا ہر سال ہونا ضروری ہے اس واسطے کہ جیسا ہم شروع میں کہہ چکے ہیں مسلمانوں کے تمام اجتماعی و مذہبی مشکلات اور خاصکر حجاز کے مسائل کے حل اور اتحاد عرب کے حصول کا واحد ذریعہ یہ مؤتمر ہے۔

ہم کو چاہئے کہ لجنۃ تنفیذیہ کو جلد سے جلد قایم کرکے اس کو حتی الامکان قوی اور مستحکم بنانے کی کوشش کریں تاکہ وہ مسلمانوں کی خواہشات کے پورا کرنے اور مفاد اسلامی کی حفاظت و نگرانی کا موثر و کارگر آلہ ہوجائے۔

یہ رپورٹ ناقص رہیگی اگر ہم اپنے ان بھائیوں کی محبت و خلوص اور مفید مشورہ اور مدد کا شکریہ ادا نہ کریں جو ترکی۔ افغانستان۔ مصر۔ یمن۔ جاوا۔ روس۔ شام فلسطین اور سوڈان وغیرہ سے اپنے اپنے ممالک کے نمایندے ہوکر آئے تھے ان سب میں امتیاز کرنا دشوار ہے لیکن سید امین الحسینی رئیس الوفد فلسطین اور الشیخ عجاج نویہض کاتب الوفد فلسطین کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اول الذکر نے اپنی تدبیر اور اثر سے متعدد مرتبہ پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیوں کو سلجھایا اور بہت سے نازک مسائل کو بحسن و خوبی طے کرنے میں مدد دی۔ مؤخر الذکر اگر نہ ہوتے اور اپنی برادرانہ محبت اور خلوص سے اپنی غیر معمولی لغت عربی و انگریزی کی واقفیت کو ہمارے لئے وقف کرکے ہماری ترجمانی کی زحمت گوارا نہ کرتے تو ہم اس موثر طریقہ سے مسلمانان ہندوستان کے جذبات اور مطالبات کی ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے کیونکہ اردو سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے کسی اہل زبان کا ملنا دشوار تھا اور ارکان مؤتمر میں سے

دونوں زبان کے جاننے والے خود بحث و مباحثہ میں حصہ لے رہے تھے جسکی وجہ سے اُن پر یہ بار نہ ڈالا جا سکتا تھا۔

ہم کو افسوس ہے کہ ہم کمیٹی اور پبلک کو وفد کی کوششوں اور مؤتمر کی کارروائی سے وقتاً فوقتاً جیسا چاہئے تھا آگاہ نہ کر سکے لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومتِ نجد نے یہ عذر کرکے کہ تار لسانِ رمزی (کوڈ) میں ہیں انکے بھیجنے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ کوڈ کی کتاب اور تار کے معمولی زبان میں معنی تار کے ہمراہ بھیجے جاتے تھے۔ اور اس سے پہلے اُسی کوڈ میں دہی دفتر ہمارا تار ایک بھیج چکا تھا۔

اس حکم کی اصلی وجہ یہ تھی کہ حکومت نجد نہیں چاہتی کہ مؤتمر کی وہ کارروائی جو اسے ناپسند ہو یا کوئی اطلاع جو اس کے خلاف ہو بیرونی دنیا کو بھیجی جائے اور حتی المقدور اس کو روکنے کی آخر تک کوشش کرتی رہی۔ اسی غرض سے ہماری خط و کتابت پر بھی سنسر مقرر کیا گیا تھا جس کی ہمکو نہایت معتبر ذریعہ سے اطلاع ملی تھی۔

سلطان ابن سعود سے ملاقات

عین اس وقت جب حجاز مین ساحل پر ہمارا ......؟ جہاز لنگر انداز ہوا سب سے پہلی خبر جو ہم کو ملی وہ یہ تھی کہ مدینۂ منورہ مین جنت البقیع کے مزارات کے قبے گرا دئے گئے۔ اس خبر نے ہم لوگون پر ایک بجلی سی گرا دی۔ ساحل پر اتر کر جدہ مین اس خبر کی پوری توثیق ہو گئی جہاز پر حکومت کی طرف سے جدہ کے حکام اور اعیان نے ہمارا استقبال کیا اور شیخ محمد نصیف کے گھر ہم کو مہمان اتارا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹیلیفون پر مکہ سے سلطان نے ہم کو خوش آمدید کہا۔ ہم نے رسماً ان کی عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ اور دوسرے دن مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ مین سلطان سے ہماری پہلی سرکاری ملاقات ۷ر مئی ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ خلافت اور جمعیۃ العلما کے ارکان سب ساتھ مل کر گئے۔ اس ملاقات مین زیادہ تر رسمی طور سے باہمی سلام و تہنیت اور مزاج پرسی ہوتی رہی۔ اور رئیس وفد نے ہماری طرف سے ان کی عنایتون اور مہربانیون کا شکریہ ادا کیا اور حجاز کے معاملات کے لئے مؤتمر کے

انعقاد کی تحسین کی اور اس کی اہمیت جتائی۔ مولانا شوکت علی صاحب نے موقع سے یہ کہا کہ حجاز کے معاملہ مین سب سے اہم یہ ہے کہ غیرون کو اس مین مداخلت کا موقع نہ دیا جائے اور اس ملک کو دوسرون کے نفوذ اور اقتدار سے ہر حیثیت سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ تمام دنیائے اسلام کی دولت ہے۔ اور یہ تنہا کسی کی ملک نہین۔ اسی سلسلہ مین کہا کہ ممکن ہے کہ آپ ہر چیز ہم سے بہتر علم رکھتے ہون۔ لیکن ایک چیز ہم آپ سے بہتر جانتے ہین یعنی غیر قومون کو ہم آپ سے بہتر جانتے ہین۔ کیونکہ ڈیڑھ سو برس سے ہم کو ان کا تجربہ ہے۔ سلطان نے کہا کہ ہم نے اپنی حکومت کے لئے دو اصول ایسے مقرر کئے ہین جو ہمیشہ کے لئے ناقابل تبدیل ہین ایک یہ ہے کہ ہمارا مرجع کتاب وسنت کا فیصلہ ہوگا۔ دوسرا یہ ہے کہ ہماری حکومت مین اجنبی کی مداخلت کسی حالت مین گوارا نہ ہوگی۔ مولانا محمد علی صاحب نے کہا کہ دو امور آپ کے ذہن نشین ہو جانے چاہئین۔ ایک یہ کہ ہم مشرک نہین۔ اور کتاب وسنت پر ہمارا بھی ایمان ہے۔ دوسرا یہ کہ حجاز تمام مسلمانون کا ہے۔ اس لئے ہم یہان اجنبی نہین۔ اور حجاز کی خدمت کرنا ہمارا شعار ہوگا۔ مولانا سید سلیمان صاحب نے سلطان کو مخاطب کرکے کہا کہ دنیا مین کون ایسا مسلمان ہے جس کو کتاب وسنت سے اعراض ہو۔ جہان تک الفاظ کا تعلق ہے۔ تمام مختلف اسلامی فرقے ان کو یکسان تسلیم کرتے ہین اور انکو قبول کئے ہین بحث جو کچھ ہے وہ ان کے معنی مین ہین۔ ہر فرقہ اس کا مدعی ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہے۔ کوئی ایسا فرقہ بھی ہے جو یہ کہتا ہو کہ ہم کتاب وسنت سے روگردان ہین۔ اور کسی حکم کو کتاب وسنت کے مطابق سمجھتے ہوئے بھی ہم اس کی مخالفت کرتے ہین؟ بلکہ اختلاف خود تاویل اور تفسیر مین ہے۔ یا احادیث کی تضعیف وتوثیق مین ہے یا دلائل کی قوت وضعف مین ہے۔ اور یہ اختلاف نیا نہین ہے بلکہ ہمیشہ کا ہے۔ اس لئے یہ مناسب نہین کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو دلائل کے بجائے قوت کے زور سے اپنے مسائل تسلیم کرائے۔ خود اہل سنت مین مختلف فرقے ہین۔ اور ان مین آرا ومسائل کا بھی اختلاف ہے۔ اس لئے یہ موقع نہین کہ ہم اس موجودہ کشمکش کے زمانہ مین ان مسائل کو چھیڑین۔ اس وقت ہم کو ضرورت ہے کہ کفر کے مقابلہ مین تمام اسلامی فرقون کو یکجا کرین۔ نہ یہ کہ ان باہمی اختلافات کو زیادہ بڑھائین

سلطان ابن سعود کعبہ کا طواف کررہے ہیں
(اُنکے نیچے ستارہ کا نشان ہے)
پیچھے اُنکے غلام بندوقین لئے ساتھ ہین
(فوٹو نومبر سنہ ۱۹۲۵ع از مسٹر شعیب قریشی)
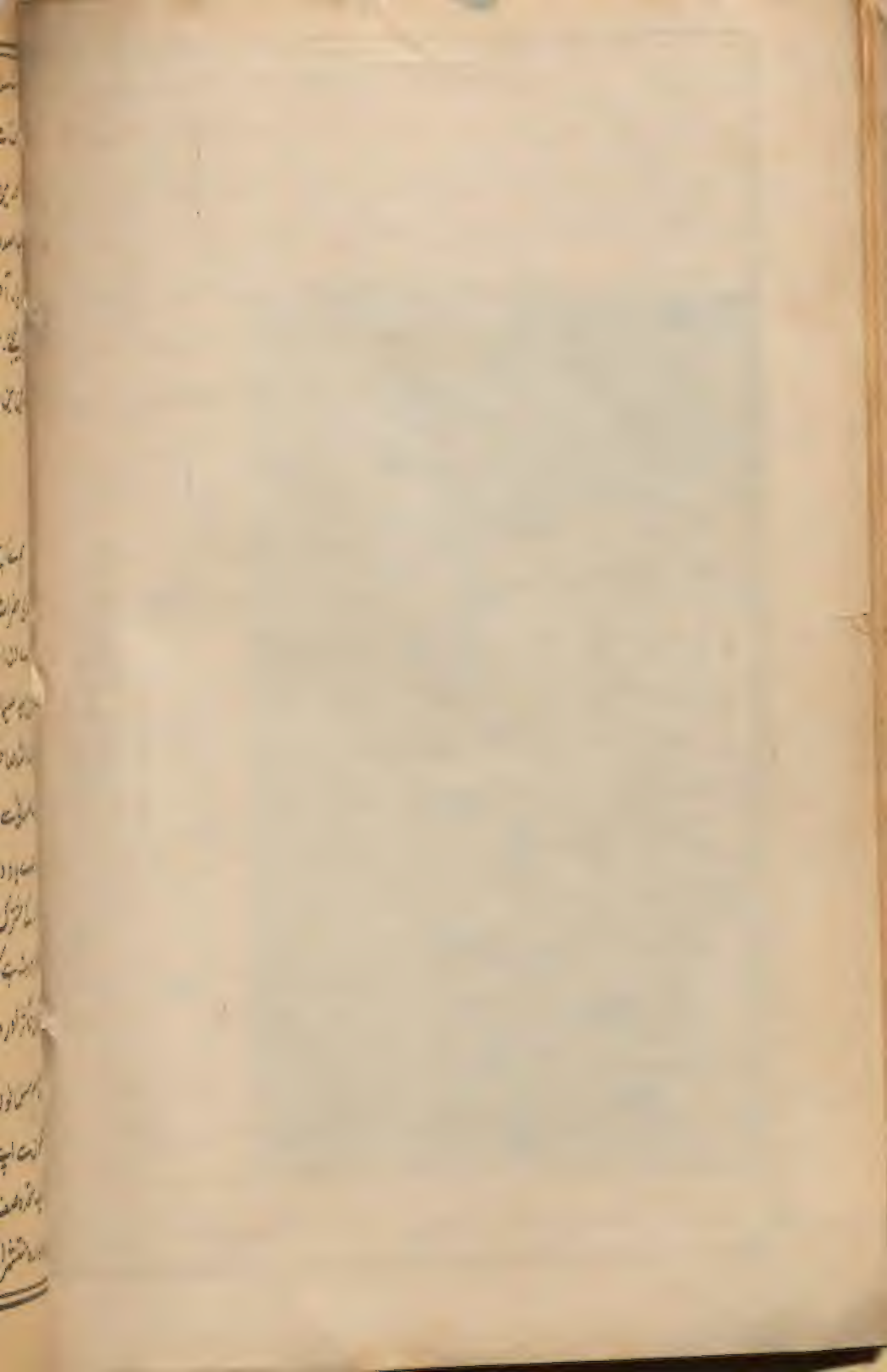
اسی سلسلہ مین مولانا شبیر احمد صاحب رکن جمعیۃ العلماء نے فرمایا کہ تاویل و تفسیر کے اختلافات موجود ہین اور اس کی شاہین دین اور فقہی حیثیت سے یہ تفصیل بھی پیش کی کہ کن امور مین شرک اور کفر کا فتویٰ دینا چاہیئے اور کن مین نہین۔ پھر مولانا کفایت اللہ صاحب صدر وفد جمعیت العلماء نے آخر مین سلطان کا شکریہ ادا کیا اور اتحاد و محبت کا پیام دیا۔ آخر مین سلطان نے کہا کہ بہتر ہو کہ ان امور مین آپ ہمارے یہان کے علما سے گفتگو کریجئے۔ مین منفذ ہون۔ مفتی نہین۔ ہمارے علما قرآن و حدیث کے مطابق جو فیصلہ کرتے ہین مین ان کو نافذ کر دیتا ہون۔ اسی گفتگو پر ہماری پہلی ملاقات ختم ہوئی۔

دوسری ملاقات

ہم نے اپنی پہلی ملاقات کو اس بنا پر کہ اس مین شرکاء کی کثرت تھی۔ اور دیگر حجازی اور نجدی حضرات و مشیران کار موجود تھے۔ اظہار مطلب کے لئے کافی نہین سمجھا۔ اس لئے دوسرے دن ان سے تنہائی کی ملاقات کی خواہش کی۔ اور سلطان نے اس کا موقع دیا بنا بریں سید سلیمان ندوی صاحب مولانا شوکت علی صاحب۔ مولانا محمد علی صاحب اور مولٰنا کفایت اللہ صاحب ۱۳ر مئی ۱۹۲۶ء کی صبح کو سلطان سے ملنے گئے۔ آج وفد کے ارکان نے نہایت صفائی سے اپنے خیالات پیش کئے۔ اور مجلس خلافت کی تجاویز کا ذکر کیا۔ سلطان کے وعدے یاد دلائے۔ خصوصیت کے ساتھ شوکت علی صاحب نے "اتحاد اسلامی" اور حجاز کے مشترک حرم کے ساتھ دنیائے اسلام کے تعلقات کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ اس وقت ضرورت ہے کہ تمام مسلمان متحد و متفق ہون۔ نہ یہ کہ ان مین مذہبی اختلاف پیدا کیا جائے آپ نے قبون آثار اور مزارات کے انہدام کا جو طرز عمل اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام مسلمانون مین نئے سرے سے عقائد کی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ ہم نے بڑی مشکلون سے اپنے ملک مین ان خانہ جنگیون کا خاتمہ کیا ہے اور تمام اسلامی فرقون کو ملا کر ایک متحدہ صف قائم کی ہے لیکن اس طرز عمل سے جو آپ اختیار کر رہے ہین ہماری قوتین دوبارہ منتشر اور پراگندہ ہو جائین گی۔ اور تمام دنیائے اسلام خانہ جنگیون کی

دوسری مصیبت مین گرفتار ہو جائے گی۔ علاوہ ازین یہ ملک تمام مسلمانون کا مشترکہ حرم ہے۔ یہان کوئی اسلامی فرقہ اس بات کا حق نہین رکھتا کہ وہ صرف اپنے خیال کے مطابق اس حرم اور آثار متبرکہ اور مقابر و مشاہد مین ایسا تصرف کرے جو دوسرے فرقون کے نزدیک صحیح نہین۔ ہم کسی صورت مین یہ تسلیم نہین کرسکتے کہ مذہب اسلام کے اہم مسائل کا فیصلہ صرف نجد کے چند علماء کے ہاتھون مین دیدین۔ ہم نے شکایتاً کہا کہ مدینہ منورہ کے مقابر و مآثر کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ موتمر اسلامی کے فیصلہ کے بغیر اس کے متعلق کوئی کارروائی نہین کی جائے گی۔ لیکن یہ کس قدر تعجب انگیز ہے کہ اس کی خلاف ورزی کی گئی۔ اور دنیائے اسلام کی خواہش کے برخلاف اس کے استصواب کے بغیر ان کو منہدم کردیا گیا۔ سلطان نے کہا کہ آپ نے جو کچھ کہا وہ صحیح ہے اور مین بھی دل سے یہی چاہتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ لوگ ہماری قوم سے واقف نہین ہین۔ ہماری قوم کے متعصب قبائل نے ہم کو دھمکی دیکر لکھا کہ ہم نے حجاز مین جہاد اس لئے کیا تھا اور جان و مال اس لئے قربان کیا تھا کہ کتاب و سنت کو قائم کیا جائے اور مراسم شرک کا استیصال ہو۔ اس لئے جلد از جلد ان قبون اور عمارتون کو منہدم کردیا جائے ورنہ ہم آکر انکو اپنے ہاتھون سے گرادین گے۔ اب ہمارے لئے دوہی چارۂ کار تھا۔ ایک یہ کہ ہم ان کو بزور روکین اور دوسرے یہ کہ ہم ان کو خود اس کی اجازت دیدین۔ پہلی صورت مین ایک خانہ جنگی پیدا ہوتی۔ دوسری صورت مین فتنہ و فساد پیدا ہوتا۔ اہل مدینہ کو تکالیف کا سامنا پڑتا اور شاید دیگر عمارتون کو صدمہ پہنچتا۔ پھر ہم نے یہ دیکھا کہ ان کا مطالبہ غیر شرعی نہین ہے۔ بلکہ جو کچھ وہ چاہتے ہین وہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہے۔ اور کتاب و سنت کے عین موافق ہے۔ اس بنا پر مین نے قاضی القضاۃ سے خواہش کی کہ وہ خود مدینہ منورہ جاکر اس کام کو انجام دین اور جو چیز خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہے اس مین کسی مسلمان کو اختلاف نہ ہونا چاہئے۔ محمد علی صاحب نے سلطان کی توجہ دنیا کی موجودہ حالت کی طرف مبذول کرائی اور کفار کی طاقت اور مسلمانون کی کمزوری کا دردناک مرقع کھینچا اور پھر عالم اسلام کے اس حصہ کی آرزوؤن اور امیدون

کو ظاہر کیا جو بحمد اللہ بیدار ہو چکا تھا۔ ان مسلمانون کی بار بار اُمیدین بندھین لیکن ایک بار بھی پوری نہ ہوئین۔ شب مین ان کی آنکھین نہایت بے تابی اور بےصبری سے ایک شعاع امید کی متلاشی تھین۔ بار بار صبح کاذب نے انہین دھوکا دیا مگر صبح صادق نمودار نہین ہوئی۔ آخری بار ان کی نظر خود سلطان پر پڑی اور ان کی اُمیدین سلطان کی ذات سے وابستہ ہوگئین۔ وہ سلطان سے بڑی بڑی توقعات رکھتے تھے۔ اور سلطان کے متعلق ان کے دل مین بڑی بڑی تمنائین اور آرزوئین تھین اور وہ سلطان کو ملک الحجاز کے منصب سے کہین زیادہ جلیل القدر منصب اسلامی پر دیکھنے کے متوقع تھے۔ انہون نے سلطان سے کہا کہ آپ کیون اس چھوٹے سے منصب پر راضی ہو گئے اور اس کے حصول کو اپنا مطمح نظر بنا لیا۔ انہون نے غالب کا شعر ؎

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

پڑھکر کہا کہ وہ قطرہ جو صدف مین جاکر موتی ہی بننے پر قانع ہے، پیرس کی رقاصہ کے گلے کی زینت بھی بن سکتا ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہین کہ سلطان وہ قطرہ آپ ہون جو ایک مسلمان کی آنکھ کا آنسو بنکر روضہ رسول اکرم صلے اللہ وسلم پر گرایا جائے۔

سید سلیمان صاحب نے مقابر و مآثر کے متعلق سلطان سے علمی گفتگو کی اور کہا کہ مذہبی حیثیت سے مقابر و مآثر دونون کی الگ الگ حیثیتین ہین۔ مقابر کی تعمیر اور بناء کے متعلق احادیث اور فقہ مین تصریحی الفاظ ممانعت کے ملتے ہین۔ گو ایک فریق ان کی تاویل کرتا ہے۔ اور وہ ایسا نہین سمجھتا۔ تاہم اس کی ایک شرعی حیثیت ہے۔ اور اس لئے ضرورت ہے کہ علمائے اسلام کے سامنے کھلے طریق سے اس مسئلہ کو پیش کر کے ان کے متعلق فتویٰ طلب کیا جائے۔ جو یقیناً کثرت تعداد کے لحاظ سے حق کے خلاف نہ ہوگا۔ لیکن مآثر یعنی وہ مقامات مقدسہ جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام سے کوئی خاص نسبت ہے ان کی حفاظت یا ان کی تعمیر و بنا کی ممانعت سے احادیث نبوی کا دفتر تمامتر خالی ہے۔ اس پر اگر بحث ہو سکتی ہے تو صرف ان کی صحت سنا دیا عدم صحت سے۔

البتہ اُن ماثرین اگر جاہل مسلمان ایسے اعمال کریں جو شرع کے خلاف ہوں تو مثل دوسری چیزوں کے یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہاں ایسے نگران یا پولیس کے سپاہی مقرر کرے جو زائرین کو ان اعمال سے باز رکھیں۔ سلطان نے اس کے جواب میں کہا کہ میں مذہبی عالم نہیں ہوں۔ اس لئے اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ آپ اس بارے میں ہمارے علماء سے گفتگو کیجئے۔ اور اس کے لئے علماء کی ایک مجلس ترتیب دینے کا خیال ہے۔

تیسری ملاقات

تیسری بار ہم میں سے دو ارکان شوکت علی۔ محمد علی جناب شیخ ابو العزایم ماضی کے ہمراہ سلطان سے جا کر ملے اس ملاقات کو شیخ ابو العزایم نے سلطان سے خط و کتابت کے ذریعہ سے طے کیا تھا اور طے کرنے کے بعد ہم سے اپنے ہمراہ چلنے کی درخواست کی۔ شیخ ابو العزایم مصر میں وادی نیل کی خلافت کمیٹی کے بانی اور صدر ہیں اور ہم سے اور ہماری جمعیت سے محبت کرتے تھے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ وہ بیچ میں پڑ کر ہماری جمعیت اور سلطان کے درمیان کوئی سمجھوتہ کرا دیں۔ ان کے پاس سلطان کے مقربین میں سے ایک صاحب تشریف لائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ جمعیت خلافت اور سلطان کے درمیان کچھ غلط فہمی تھی جسے سلطان دور کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر سلطان ہم سے پھر ملنا چاہتے ہیں تاکہ گفتگو کرنے سے کسی نتیجہ پر پہونچیں۔ تو ہم ... خوشی سے جانے کو طیار ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ سلطان ملنا چاہتے ہیں۔ ہم کو شروع کی دو ملاقاتیں کرنے کے بعد اسکی بہت کم امید تھی کہ سلطان ابن سعود ہمارے دونوں اہم مسئلوں... یعنی تشکیل حکومت حجاز اور مآثر اور مقابر کی دوبارہ تعمیر میں کوئی تشفی آمیز جواب دے سکینگے۔ تاہم .... اگر کوئی معقول صورت نکل سکے جس سے جمعیت خلافت کے ان احکام کی ہم تعمیل کرا سکتے تو اس کے لئے ہم ہر طرح طیار تھے۔ شیخ ابو العزایم صاحب سلطان کے پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ارکان دوسری طرف کچھ فاصلہ سے بیٹھے تھے۔ اول گفتگو سلطان اور شیخ ابو العزایم کے درمیان ہوتی رہی اور ہم خاموش بیٹھے سن رہے تھے۔ شیخ ابو العزایم کی خواہش تھی کہ

اگر ہم سلطان کی امداد کر سکے یا ان سے تشفی پا سکے تو اس میں ان کی خوشی اور نیکنامی دونوں تھی۔ اسلئے ان کی گفتگو سلطان کی مدح و توصیف سے شروع ہوئی تھی اور اس کے درمیان میں ہمارے اخلاص اور جوش اسلامی کی بھی تعریف تھی۔ اس ملاقات میں سلطان ابن سعود زیادہ جوش اور کچھ غیظ میں بھی معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی گفتگو میں ذرا زور کی آواز سے کہا کہ میں طیار ہوں کہ حجاز کو چھوڑ کے چلا جاؤں۔ بشرطیکہ شوکت علی اور محمد علی اپنی فوجیں لائیں اور امن حجاز کی ذمہ داری لے لیں۔ جس پر ہم میں سے شوکت علی صاحب نے مجبور ہو کر گفتگو میں شرکت کی اور شیخ ابوالعزایم کے ہمراہیوں میں سے محمد کامل صاحب کے ذریعہ سے سلطان سے عرض کیا کہ وہ امیر ہیں اور ہم فقیر۔ وہ صاحب سیف ہیں جس کا وہ بار بار ذکر کر چکے ہیں اور ہماری گردن میں غلامی کا طوق ہے لیکن انکی طرح ہمارے دلوں میں بھی اسلام کی خدمت کا شوق اور اس کی محبت موجود ہے اور ہم بھی جان و مال قربان کرنے کو ہر وقت طیار ہیں۔ آج ہم کوئی انتظام یہاں کے امن کا نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ انشاء اللہ آیندہ اس کا انتظام ہو سکیگا۔ اُس وقت ہم سلطان کے سوال کا صحیح جواب دے سکینگے۔

ہمنے عرض کیا کہ مزارات کے متعلق آپ اپنی قوم سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ انکی خواہش کے مطابق آپ نے مزارات کو منہدم کرا دیا۔ اور انکی خوشی پوری کر دی۔ لیکن حجاز مسلمانوں کا مشترک اور مقدس مرکز ہے اور اس کے بارہ میں عالم اسلام کو فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ اسلئے مزارات کے مسئلہ کو عالم اسلامی کے علماء پر چھوڑ دینا چاہیئے اور ان کا فیصلہ اس بارہ میں قطعی ہوگا۔ عالم اسلام اس کو کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ اس کے علماء کی رائے کی کوئی وقعت نہو اور صرف نجد کے علما جو چاہیں اس مشترکہ حرم میں کر گذریں۔ گفتگو تیز تھی۔ سلطان نے ہماری معقول تجویز کا یہ جواب دیا کہ میں علماء عالم سے مشورہ کر لونگا۔ مگر اخیر میں یہ دیکھونگا کہ ان کا فیصلہ اتباع ہوی پر تو نہیں۔ اسپر محمد علی صاحب نے پوچھا کہ اس کو کس طرح جانچئے گا۔ جواب سلطان نے یہ دیا کہ اس کی جانچ

کتاب اور سنت کے معیار پر ہو گی جس کے معنی یہ تھے کہ آخری فیصلہ ان کا ہو گا۔ سلطان بار بار کتاب اور سنت کا ذکر کرتے تھے۔ لیکن جب یہ کہا گیا کہ کتاب اور سنت ایک ہے مگر اس کے تفسیر و تاویل میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور بہرحال تمام عالم کے علماء کی تفسیر و تاویل یقینی طور پر ..... علماء نجد کی تفسیر و تاویل کے مقابلہ میں زیادہ معتبر ہونی چاہیئے۔ تو پھر مبہم الفاظ میں سلطان نے وہی کتاب و سنت کا ذکر کیا اور آخری فیصلہ اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا چاہا۔

باہر نکلنے کے بعد ہم سے شیخ ابوالعزایم ماضی نے ایک اور بات کہی جس کا تذکرہ کرنا یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے اور جس سے ایک عجیب و غریب ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ ابوالعزایم نے کہا کہ سلطان نے مجھ سے یہ کہا کہ جمعیت خلافت اور شوکت علی و محمد علی اور ان کی جماعت جو جمہوریت کی موافقت میں زور دیتے ہیں تو اسمیں ان کی ذاتی غرض پوشیدہ ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ جمہوریت حجاز کا پہلا صدر خود شوکت علی ہو۔

اس خبر کو سننے کے بعد سلطان سے گفتگو کا موقعہ نہیں آیا۔ مگر ان کے مقربین سے ہم نے کہدیا کہ اگر ہم کو ذاتی منفعت منظور ہوتی تو اس کو پورا کرنیکے لئے حجاز آنے کی ضرورت نہ تھی جہاں دولت و ثروت کی جگہ ریت اور اونٹ کی مینگنیاں ہوتی ہیں۔ عیش اور آرام کے سامان تو ہندوستان میں بدرجۂ اولیٰ موجود تھے۔ اگر ہم کو دنیاوی ہوس ہوتی تو ہم حجاز نہ آتے اور اس جد و جہد میں نہ پڑتے۔ وہاں انگریزوں سے دوستی کرتے عیش و آرام کا سامان مہیا کرتے۔ ہم کو اور ہماری جماعت کو حجاز سے کچھ لینا منظور نہیں۔ ہم حجاز کو کچھ نہ کچھ دینے آئے ہیں۔ یہاں سے سوائے جنت کے کچھ لینا نہیں چاہتے۔ ہم کو...... حجاز مقدس میں حکومت کا شوق نہیں ہے اگر جاروب کشی اور گندگی اور میلا اٹھانے والوں کی ضرورت ہو تو ہم فخر کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی یہ خدمت قبول کر کے نجات دارین حاصل کرینگے۔ جہاں تک ہم نے تحقیقات کی ہے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ شیخ ابوالعزایم کی اس گفتگو کو

ہم جھوٹ سمجھیں اور سلطان کے مقربین میں سے جن سے اس کا ذکر کیا گیا ایک نے بھی اس کی تردید نہیں کی۔

آخری ملاقات

گو سلطان سے اس کے بعد بھی کئی دفعہ مختلف موقعوں پر ملاقاتیں ہوئیں مگر اون میں معاملات کے متعلق کوئی باضابطہ گفتگو نہیں ہوئی۔ اسلئے اون کا ذکر ضروری نہیں۔ آخری ملاقات موتمر کے ختم ہونے کے بعد مکہ سے روانگی کے دن ۲۶ جولائی ۲۶ء کو ہوئی۔

....

....

....

اس ملاقات کا انتظام شیخ عبدالعزیز عتیقی نے کیا تھا، اور وہی لیکر ہم سب لوگوں کو جن میں ارکان جمعیۃ العلماء بھی تھے سلطان کے پاس گئے۔ سلطان نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور رخصت اور وداع کی تقریب سے پُرمحبت کلمات ادا فرمائے۔ ہم نے اون کی مہمانی اور عنایات کا شکریہ ادا کیا۔ سلطان نے کہا ہم مسلمانان ہندوستان کے نہایت ممنون ہیں اور یقین جانئے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں صرف ہندوستان ہی کے مسلمانوں پر بھروسہ کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اون کی تمام کوششیں بے غرضانہ ہیں، اور اون کا دل اور زبان ایک ہے۔ میرا خیال تھا کہ حکومت حجاز کے لئے جن اہل فن کی ضرورت ہے اون کے متعلق میں آپ لوگوں سے درخواست کروں۔ اس موقع پر ہم لوگوں نے اس خدمت کی بجاآوری کیلئے مستعدی ظاہر کی اور سید عمر صاحب ٹونکی کا نام پیش کیا جو اتفاق سے اس سال حج میں جرمنی سے برقیات کی تکمیل کرکے آئے تھے۔ سلطان نے نہایت خوش ہوکر اون سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور شیخ عتیقی کو حکم دیا کہ وہ ان کو بلاکر لائیں۔

اسی سلسلہ میں ہم نے منیٰ میں اونٹوں کے بیٹھانے سے جو تنگی ہو جاتی ہے اور حاجیوں کو تکلیف ہوتی ہے اوس کی طرف توجہ دلائی۔ سلطان نے کہا کہ یہ امر خود ہمارے ذہن میں تھا۔ منیٰ کا میدان اس سے پہلے بہت زیادہ تھا مگر لوگوں نے قبضہ کر کے اپنے مکانات بنالئے۔ اور موجودہ میدان نہایت تنگ ہو گیا ضرورت ہے کہ اس کو وسیع کیا جائے پھر ہم نے رمی میں اونٹوں کے بے تحاشا دوڑانے کے متعلق عرض کیا کہ اس سے حاجیوں کو بہت تکلیف ہوئی سلطان نے کہا بیشک اس سے حاجیوں کو تکلیف ہوئی۔ اسی لئے ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آیندہ علماء سے اس بارہ میں فتویٰ طلب کریں اور آیندہ اونٹوں پر سوار ہو کر رمی کرنے سے لوگوں کو روک دیں تاکہ عام حاجیوں کو تکلیف نہو اسی طرح دوسرے انتظامات کا تذکرہ آیا۔

آخر میں رخصت ہوتے ہوئے سلطان نے کہا کہ سفر کا تمام سامان مہیا ہو گیا ہے یا نہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کیجئے ہم نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ تمام سامان بحمداللہ مکمل ہو گیا ہے اور انہوں نے پھر کہا کہ ایک چھوٹے سے خیمہ کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر نہو تو وہ ساتھ کر دیا جائے۔ ہم نے دوبارہ شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس کا سامان بھی ہو چکا ہے اسکے بعد سلطان نہایت گرمجوشی سے ہم لوگوں سے ملے اور ہم ان سے رخصت ہوئے۔

لجنۃ تحضیریہ میں شرکت

موتمر کے انعقاد کے پہلے غالباً سید رشید رضا صاحب نے مجلس استقبالیہ کی طرف سے موتمر کا ایک نظام اور دستورالعمل تیار کیا تھا ہمارے پہونچنے کے تیسرے دن ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ کو حافظ وہبہ صاحب کا خط وفد کے نام آیا کہ موتمر سے پہلے موتمر کے نظام و قواعد پر غور کرنے کیلئے ایک مجلس بنام لجنۃ تحضیریہ مقرر کی گئی ہے جس میں ہر وفد کی طرف سے ایک ایک ممبر شریک ہوگا۔ اس وقت تک صرف جاوا اور ہندوستان کے وفود پہونچے تھے اس بنا پر مولانا کفایت اللہ صاحب (جمعیۃ العلماء ہند) مولوی ثناء اللہ صاحب (اہلحدیث

مزار اهل بیت واقع جنت البقیع (مدینہ منورہ)
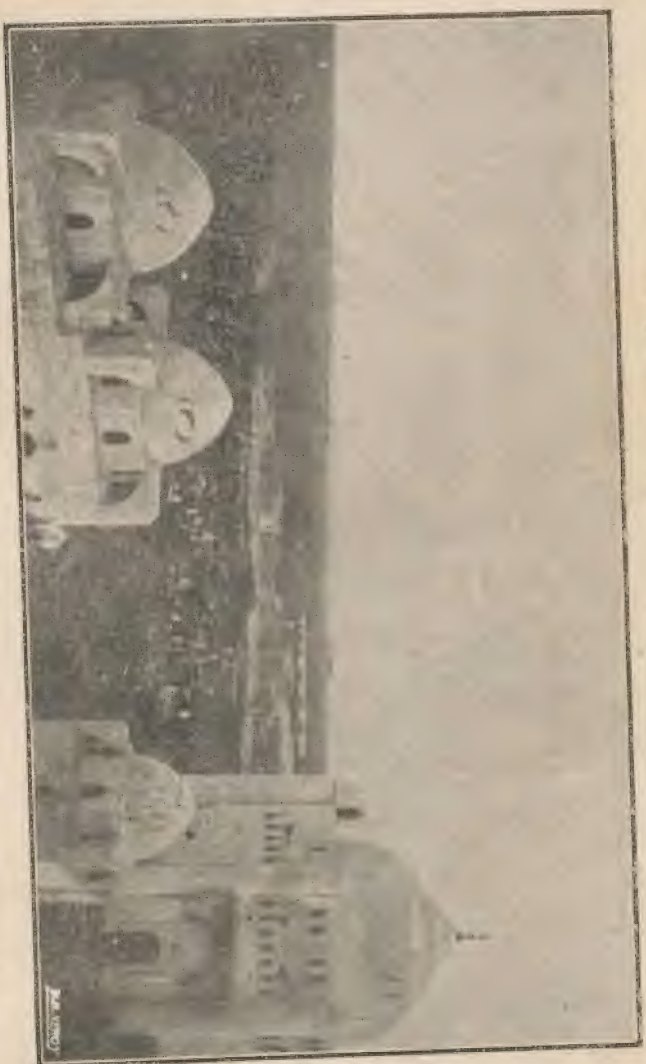
(۴) قبر حضرت زینب بنت حضرت امام حسن
(فوٹو از مسٹر شعیب قریشی - دسمبر ۱۹۲۵ -)

(۳) قبر ازواج مطہرات جس میں حضرت عائشہ - مع دیگر امہات المومنین مدفون ہیں

(۱) قبئہ اهل بیت جس میں - حضرت فاطمہ - حضرت امام حسن - سر مبارک حضرت امام حسین - حضرت امام زین العابدین - حضرت امام جعفر صادق - حضرت امام محمد باقر حضرت عباس - مدفون ہیں (۲) قبر بنات رسول صلعم - حضرت زینب - حضرت ام کلثوم - حضرت رقیہ

کانفرنس) سید سلیمان صاحب (مجلس خلافت) حاجی منصور (شرکت الاسلام جاوا)
سید رشید رضا (رکن خاص) حافظ وہبہ (ناظم مجلس استقبالیہ نمایندہ حکومت)
دار با ناصر میں تین دن تک بعد نماز عصر جمع ہو کر پیش کردہ نظام نامہ پر مباحثہ اور
تبادلہ خیالات کرتے رہے اور خلافت وجمعیۃ کے نمایندوں نے نظامنامہ کے ان واقعات
کے متعلق ترمیمیں پیش کیں جو موتمر یا اسلامی جمہور کے اقتدار اور قوت کو منحصر یا بہت
محدود کرتے تھے خصوصاً اسلامی ممالک والوں کی نیابت اور نمایندگی کو آبادی اور تعداد
کے اصول پر پیش کیا مگر افسوس کہ کثرت رائے نے ہمارا ساتھ نہ دیا۔ اگر اس وقت یہ جھگڑے
ہو جاتی تو موتمر کے دن اس میں برباد نہ جاتے۔ بہر حال اس لجنۃ تحضیریہ کا کام تین دن
جاری رہا اور اس میں نظامنامہ کے آدھے حصے پر نظر ثانی کی جا سکی۔

مجلس العلماء

۳۱ رمئی ۱۹۲۶ء کو ہمارے وفد کو سرکاری اطلاع دی گئی کہ کل بعد ظہر علماء کا ایک جلسہ
دار با ناصر میں اس غرض سے منعقد ہوگا کہ بعض مذہبی مسائل میں باہم گفتگو کیجائے۔ اس مجلس میں
مصر، شام، فلسطین، سوڈان، جاوا اور ہندوستان کے وفود کے علاوہ جو اس وقت تک پہونچ
چکے تھے، ہندوستان اور دیگر ملکوں کے عام علماء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی، جنمیں اہلحدیث
کی تعداد خاصی تھی، ہمارے وفد کے تمام ارکان نے بھی اس میں شرکت کی سلطان کی تقریر سے جلسہ کا
آغاز ہوا۔ اس تقریر میں یہ کہا گیا تھا کہ ہم تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ہم کتاب وسنت کو مضبوط پکڑیں
اور اپنے فرقہ وارانہ خیالات کو چھوڑ کر کتاب وسنت پر متحد ہو جائیں۔ اون کے بعد رشید رضا صاحب
نے تقریر کی۔ جس میں سراپا اہل نجد کی مداحی تھی اور اون کو روئے زمین کا بہترین مسلمان
قرار دیا گیا تھا۔ بعد ازیں مصر وشام اور سوڈان کے علماء نے یکے بعد دیگرے اٹھ اٹھکر سلطان
کی تعریفیں کیں اور ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ محمد علی صاحب نے اٹھکر کہا کہ ہم
اسی کتاب وسنت کے نام پر آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ آپ ملوکیت چھوڑ کر
جمہوریت اختیار کیجیے اور قیصر وکسریٰ کی سنت کے بجائے صدیق وفاروق رضہ کی
سنت اختیار کیجیے۔ مولوی عبد الحلیم صاحب (جمعیۃ العلماء) نے اسلام کے دوسرے فرقوں کے

ساتھ رواداری کی ضرورت ظاہر کی۔ اور اسکی شکایت کی کہ بعض اہل نجد دوسرے مسلمانوں کو
ذرا ذرا سی بات پر کافر و مشرک کہہ بیٹھتے ہیں۔ مولانا کفایت اللہ صاحب (جمعیۃ العلماء) نے اسکی تائید میں
تقریر کی۔ اسپر سلطان اور ابن بلیہد قاضی القضاۃ نے مشتعل ہو کر اس کا جواب دیا اور افسوس ہے کہ
ہندوستان کے اہلحدیث اصحاب نے شور و شغب برپا کیا، اسی اثناء میں سید سلیمان صاحب نے کھڑے ہو کر اسی
رواداری کے متعلق تقریر کی اور کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اہل نجد یہاں معمولی معمولی باتوں پر مثلاً سگریٹ
اور حقہ پینے پر لوگوں کو مارتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر تشدد کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح
سنا ہے کہ رمضان میں تراویح دو تین روز تک ۲۰ رکعت ۔۔۔ پڑھی گئی اور اسکے بعد حکماً اسکو
آٹھ رکعت پڑھنے پر مجبور کیا گیا۔ سلطان نے کہا کہ یہ صحیح نہیں۔ میں نے خود کئی روز تک بیس
رکعت تراویح پڑھی۔ مگر بعد کو مکہ کے دوکاندار میرے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ
کاروباری آدمی ہیں بیس رکعت پڑھنے میں وقت زیادہ لگتا ہے۔ اس لئے آٹھ رکعت
پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ اس پر ہم نے عمل کیا اور اس کے بعد عبداللہ شیبی، سید حسین
نائب حرم وغیرہ چیدہ سرکاری لوگ اشخاص جو موجود تھے۔ انہوں نے اس کی تائید کی پہلا اجلاس
اس طرح ختم ہو گیا۔

دوسرے دن پھر بعد نماز ظہر اس مجلس کا جلسہ ہوا۔ سلطان اس دن شریک نہ تھے
سب سے پہلے سید سلیمان صاحب نے مسئلہ مقابر و آثر پر ایک پر زور تقریر کی۔
آیات و احادیث اور تاریخ و سیر کے حوالہ سے اپنے مدعا کو ثابت کیا۔ انہوں نے کہا
کہ ہم یہاں مجلس خلافت کی طرف سے تین باتیں لیکر آئے ہیں۔

اول یہ کہ کتاب و سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ ان امور میں وسعت دی جائے
جن میں خود صحابہؓ و تابعین مختلف تھے۔ مقرر نے اس کی متعدد مثالیں احادیث
اور عمل صحابہ سے پیش کیں پھر کہا کہ

دوسری چیز یہ ہے کہ کتاب و سنت کے نتائج کا سب سے پہلا منظر خود حکومت
کو ہونا چاہئے۔ کہ طرز اول کے مطابق خلیفہ کا انتخاب شرعی ہو اور وراثت سے پاک ہو۔
تیسری چیز مقابر و آثر کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ میں یہ بات جان لینا چاہئے

یہان دو چیزین ہین مقابر اور مآثر۔ اور ان دونون کے احکام الگ الگ ہین۔ مسئلۂ
مقابر کی نسبت اس پر سب کا اتفاق ہے کہ احادیث صحیحہ مین بنا علی القبور اور تجصیص
قبور وغیرہ کی ممانعت آئی ہے۔ گو ایک مختصر فریق کے نزدیک اس کے معنی کچھ اور ہون
اس بنا پر اگر سلطان تمام دنیائے اسلام کے علماء کے فیصلے کا انتظار کرتے تو یقیناً ان
کو ناامیدی نہ ہوتی اور اس طرح ذمہ داری بجائے ان کی ذات کے یا اہل نجد کے تمام
دنیائے اسلام پر بٹ جاتی۔ مآثر کا سلسلہ اس سے الگ ہے۔ مآثر سے مراد وہ مقامات
ہین جن کو انبیاء یا صحابہ کی طرف کسی حیثیت سے نسبت ہے۔ قرآن و حدیث اور آثار
سلف مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جو ان مآثر پر عمارتون کے بنانے یا مساجد بنا دینے سے
منع کرتی ہو بلکہ قرآن پاک، احادیث، سیر اور آثار میں ایسے مآثر کا ذکر ہے۔ اس
بنا پر ان مآثر کی عمارتوں کو منہدم کرا دینا شدت اور غلو کے سوا کوئی شرعی توجیہ نہیں
رکھتا۔ ہمکو معلوم ہے کہ جاہل مسلمان وہاں بعض غیر شرعی اعمال کرتے ہیں۔ ان اعمال کو
روکنا چاہیے تھا یا یہ عمارتیں یا بعض عمارتیں جو غیر شرعی طور پر یا غیر مستند مواقع پر
بنائی گئی تھیں، ان کی تصحیح کی جاتی۔ مثلاً مولد نبوی کی موجودہ شکل یقیناً صحیح نہ تھی۔
مگر زمانہ سلف میں اس کی شکل مسجد کی تھی جس میں نماز پڑھی جاتی تھی مگر موجودہ شکل
حقیقی مولد کے کمرہ کی بنائی گئی تھی جو صحیح و مستند تھی اسکی تصحیح کر دینی چاہیئے تھی اور
غلاف، کٹہرہ، سنگ مرمر کی سل وغیرہ ہٹائی جا سکتی تھی۔ مگر نفس عمارت کو توڑ ڈالنا
شدت اور غلو کی انتہا ہے۔ مقام ابراہیم، صفا و مروہ، چاہ زمزم وغیرہ تمام آثار و
مآثر ابراہیمی ہیں، کیا ان کو بھی منہدم کر دیا جائیگا۔ غرضیکہ ایک مفصل تقریر تھی۔ اس
تقریر کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب رشید رضا صاحب نے اٹھکر کہا کہ چونکہ
ہم اتحاد کے طالب ہیں اسلئے بہت سی باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتے اور دو ایک
عالموں نے وعظ کے رنگ میں تقریریں شروع کیں تو حافظ وہبہ نے کہا کہ ہم یہاں شاعری
کے لئے نہیں آئے ہیں۔ ہمکو کام کرنا ہے اس لیے بہتر ہے کہ ہم پانچ چھ آدمیوں کی ایک
کمیٹی بنا لیں جو مؤتمر سے پہلے نظامنامہ مرتب کر دے۔ سید سلیمان صاحب کی میں اس

تجویز میں یہ ترمیم چاہتا ہوں کہ اس مجلس میں وہی ارکان وفود منتخب ہوں جو کسی جماعت یا جمعیت کے باقاعدہ نمایندہ ہوں۔ قاضی ابوالعزائم صاحب (مصری) نے اسکی تائید کی۔ سید رشید رضا اور ان کے بعض دیگر رفقاء نے اس ترمیم کی مخالفت کی۔ محمد علی صاحب اور شوکت علی صاحب نے حافظ وہبہ کی اس نفسی تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ اس مجلس کو اس قدر مختصر نہ بنایا جائے بلکہ اس کو وسیع رکھنا چاہیے اور ہر شخص کو اس میں موقع دینا چاہیے۔ بہرحال یہ جلسہ بلا نتیجہ ختم ہو گیا، اور پھر مؤتمر سے پہلے کوئی باقاعدہ جلسہ نہ ہو سکا۔

جنت البقیع کے مزارات کا انہدام

۲۶ر مئی کو اکبر جہاز ساحل پر لنگر انداز ہوا، اس وقت سب سے پہلی جو وحشتناک اور جگر گداز خبر ہمیں موصول ہوئی وہ جنت البقیع اور دیگر مقامات کے مزارات کے انہدام کی تھی۔ لیکن ہم نے اس خبر کے قبول کرنے میں تامّل کیا، اس لئے کہ سلطان ابن سعود خلافت کمیٹی کے دوسرے وفد کو تحریری وعدے دے چکے تھے کہ وہ مدینہ منورہ میں تمام مبانی مآثر کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھیں گے اور ان میں کسی قسم کا تغیر روا نہ رکھیں گے، جب تک کہ موتمر اسلامی کوئی آخری فیصلہ نہ کر دے۔ اس مضمون کا ایک بلاغ بھی سلطان نے دوسرے وفد کو لکھ کر دیا تھا جسے ہندوستان میں شائع کیا گیا اور جس کے وجہ سے ملک میں امن و سکون پیدا ہو گیا تھا۔ سفیر ایران کو تو ایک تحریر بھی لکھ کر دے چکے تھے جس میں انہوں نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ نہ صرف مدینہ منورہ کے مزارات کی حفاظت کی جائے گی بلکہ اگر دنیائے اسلام مکہ معظمہ کی منہدم شدہ عمارات کو دوبارہ بنوانا چاہے تو ان کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ جب تیسرا وفد حجاز گیا، تو اس سے سرکاری طور پر کہا گیا کہ مکہ کی مساجد اور مقابر کی تعمیر اور مقابر کے تحفظ کے متعلق احکامات صادر ہو گئے ہیں، اور مدینہ کے مآثر اور مقابر کا پورا احترام و تحفظ کیا جائیگا اور سلطان نے اپنے بیٹے امیر محمد کو ایک خط لکھا کہ وہ مدینہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آنے دیں جسکی وجہ سے دنیائے اسلام

میں انتشار اور ہیجان پیدا ہو، اور مدینہ منورہ کے مآثر و مقابر کے باب میں وفدِ خلافت کے مشورہ کے موافق کام کریں:۔

لیکن جدہ پہنچکر ہم نے سب سے پہلے ایک رکن حکومت شیخ عبدالعزیز عتیقی سے جب اس خبر کی حقیقت دریافت کی، تو انہوں نے تصدیق کی اور یہ فرمایا کہ نجدی قوم، بدعت اور کفر کے استیصال کو اپنا پہلا فرض خیال کرتی ہے، اور اس مسئلہ میں وہ دنیائے اسلام کے مصالح کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔ خواہ دنیائے اسلام خوش ہو یا ناراض۔

مکہ پہونچکر جب ہم نے سلطان سے اس مسئلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے جو جواب دیا وہ ہمیں مطمئن نہیں کر سکتا اور نہ دنیائے اسلام کی اکثریت کو مطمئن کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم دوسرے مقام میں اس بحث کی تفصیل لکھ آئے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ وہ فتوےٰ ہے جسے علماءِ مدینہ کے نام سے اُمّ القریٰ نے شائع کیا ہے، اور یہ لکھا ہے کہ قبوں کے ہدم کا فتوےٰ خود اہل مدینہ نے دیا تھا، لیکن مدینہ پہونچکر جب ہم نے اس کی تحقیقات کی تو جو انکشافات ہوئے، اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

اس فتوے کی حقیقت کے متعلق جو حالات ہم سے بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ قاضی عبداللہ بن بلہید جب مدینہ منورہ پہنچے، تو انہوں نے علماء مدینہ کو اپنے مکان میں بلوایا، علماء مدینہ ان کے مکان پر جمع ہو گئے، تو قاضی عبداللہ بن بلہید مکان کے اندر تھے ان کے حقیقی بھائی محمد بن بلہید پہلے باہر نکلے اور علماء مدینہ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

یا اهل حجاز انتم اشد کفرا من هامان و فرعون نحن قاتلناکم مقاتلة المسلمین مع الکفار، انتم عباد حمزه وعبد القادر

علماء مدینہ نے کہا کہ ہم سوائے خداوند قدوس کے کسی کی پرستش نہیں کرتے اور ہم بحمداللہ مسلمان اور مؤمن ہیں۔

اس کے جواب میں محمد بن بلہید نے کہا کہ کفار بھی بالکل ایسا ہی کیا

کرتے تھے اور " ما نعبدھم الّا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ " کہکر اپنی بت پرستی اور کفر نوازی سے انکار کیا کرتے تھے۔

علماء مدینہ نے اس اعتراض کا جواب دیا مگر محمد بن بلہید نے جواب کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ علماء مدینہ کو سخت الفاظ سے مخاطب کرتے رہے۔

اس کے بعد قاضی عبداللہ بن بلہید تشریف لائے، تو انہوں نے علماء مدینہ سے حسب ذیل مسائل کے متعلق سوالات کئے۔

(۱) کیا قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت لاؤ، اور اگر جائز نہیں تو ان کا ہدم ضروری ہے یا نہیں

(۲) غیر اللہ کی ندا کرنے والے کا شرعًا کیا حکم ہے؟

(۳) قبروں پر چراغ جلانا، چادریں چڑھانا اور ان کا طواف کرنا شرعًا کیا حکم رکھتا ہے۔ جو لوگ ان افعال کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ مسلمان ہیں یا مشرک؟

علماء مدینہ نے ان سے گذارش کی کہ ہم آپس میں مشورہ کرکے آپ کو جواب دیں گے۔ اس پر عبداللہ بن بلہید قاضی القضاۃ نے فرمایا کیا تم اب جاکر پڑھوگے اور پھر جواب دوگے، مگر علماء مدینہ نے کہا کہ ہم بغیر کسی مشورہ کے کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ چنانچہ انہیں مہلت دی گئی، اور دوسرے دن علماء مدینہ نے باہمی مشورہ کے بعد قاضی القضاۃ صاحب کو حسب ذیل جواب دیا۔

"آپ اپنے استفتاء میں سے مسئلہ قباب کے علاوہ باقی تمام مسائل کو حذف کر دیجئے، کیونکہ ان مسائل میں کوئی شخص بھی آپ سے اتفاق نہیں کرے گا، ہم میں سے کسی ایک شخص کا بھی یہ خیال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا روا رکھتا ہے۔"

مسئلہ قباب کے متعلق علماء مدینہ کی دو جماعتیں تھیں، ایک جماعت کا یہ خیال

تھا کہ قبوں کی تعمیر شرعاً ممنوع نہیں ہے جسے انہوں نے قاضی صاحب کے سامنے بڑی جرأت کے ساتھ ظاہر کیا، اسی جماعت میں مولانا عبدالباقی صاحب فرنگی محلی تھے۔ دوسری جماعت کا خیال یہ تھا کہ اگرچہ تعمیر قباب جائز نہیں مگر ان کا ہدم بھی غیر ضروری ہے اس لئے کہ ان کے گرا دینے سے ساری دنیائے اسلام میں ایک زبردست شورش پیدا ہو جائے گی۔ جو مسلمانان عالم کے تشتت اور تفرق کا باعث ہوگی، اور بجائے اس کے کہ دنیائے اسلام کو بانکے ساتھ کوئی ہمدردی ہو، سخت بیزاری پیدا ہو جائے گی، اور اس کے خطرناک نتائج اہل حجاز اور حکومت حجاز دونوں کے لیے بدترین ثابت ہوں گے۔

ان مسائل میں قاضی عبداللہ بن بلہید اور علماء مدینہ کے درمیان بڑی دیر تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا، ان کے ضمن میں مسئلہ حیات النبی بھی آیا جس کے متعلق علماء مدینہ نے اپنے عقائد و خیالات کا صاف صاف اظہار کیا مگر معاملہ بحث و دلائل کی حد سے باہر تھا۔ قاضی عبداللہ بن بلہید نجدی قوم میں بہت زیادہ ہوشیار اور دورحاضر کی موجودہ سیاست کے زبردست ماہر مانے جاتے ہیں، دوسرے دن انہوں نے یہ صورت اختیار کی کہ جو علماء ان کی مخالفت میں زیادہ پیش پیش تھے، انہیں چھوڑ کر باقی علماء کو بلوایا اور انہیں سمجھا کر کہا کہ تم کو وہی لکھنا ہوگا جو ہم چاہتے ہیں، مشاہیر علماء میں سے جن کو مدعو کیا گیا تھا مولانا عبدالباقی اور علامہ داغستانی کے سوا باقی حضرات نے بادل ناخواستہ دستخط کر دئے، اور اس کے بعد وہ سب کچھ ہو گیا جس کی وجہ سے آج ساری دنیائے اسلام میں ہیجان اور اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔

یہ ہے علمائے مدینہ کے فتوے کی حقیقت جسے ام القریٰ میں شائع کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ علماء مدینہ بھی ہدم قباب کے موافق تھے۔

قباب کے انہدام کے متعلق جو بیان عمال حکومت کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاضی عبداللہ بلہید جب مدینہ منورہ میں پہنچ گئے تو ان کے آنے کے دو چار روز بعد ایک شب کو چند غطغطوں نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے روضہ کو گرانا شروع کر دیا اس کی اطلاع گورنر کو دی گئی۔ انہوں نے ان غطغطوں کو گرفتار کرا لیا اور جیل خانہ بھیج دیا

ان کی گرفتاری کے بعد غطغطون مین بہت زیادہ جوش پیدا ہوگیا۔ اور تقریباً ستر آدمیون کا ایک وفد عبد اللہ بن بلیہد قاضی القضاۃ کے پاس آیا۔ اور اس نے اس گرفتاری کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور یہ مطالبہ کیا کہ گرفتار شدہ غطغطون کو فوراً رہا کر دیا جائے اور انہین ان قباب کے توڑنے کی اجازت دی جائے ورنہ وہ ہجومی کارروائیان کرینگے اور اس کے نتائج بہت خطرناک ہون گے۔ کہا جاتا ہے کہ قاضی عبد اللہ بلیہد نے لاسلکی کے ذریعہ سے سلطان کو ان واقعات وحوادث کی اطلاع دی اور سلطان نے ہدم قباب کی اجازت دیدی۔ ہدم قباب کے متعلق جتنی معلومات ہم حاصل کر سکے اسے بلا کم وکاست ہم نے رپورٹ مین لکھدیا ہے۔ سلطان کچھ فرماتے ہین۔ ان کے عمال کچھ اور ارشاد فرماتے ہین۔ اور علمائے مدینہ کے بیانات سے حقیقت دوسری معلوم ہوتی ہے۔ بہر کیف حالات و واقعات کچھ ہی ہون سلطان عبد العزیز کے تمام حتمی اور واجب الایفا وعدون کے باوجود مدینہ منورہ کے تمام قبے گرادئے گئے۔ اور عین اس وقت جبکہ مسلمانون کی تمامتر توجہ اور کوشش کو ان معاملات پر صرف کرنا چاہیئے تھا جن پر مسلمانون کی زندگی کا دارومدار ہے عالم اسلامی کو ایک زبردست فتنہ مین مبتلا کر دیا۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک چیز یہ ہے کہ غطغطون کی اس وحشت سے مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کی بعض مساجد بھی نہ بچ سکین اور قباب قبور کی طرح یہ مساجد بھی توڑ دی گئین جن کی تفصیل یہ ہے:۔

مساجد مدینہ منورہ جن کو توڑا گیا

(۱) مسجد فاطمہ متصل مسجد قبا۔ چھت اور دیوارون کا اکثر حصہ توڑا گیا ہے۔
(۲) مسجد ثنایا (جنگ اُحد مین جہان دندان مبارک شہید ہوا تھا۔ وہان یہ مسجد بنائی گئی تھی) چھت اور دیوارون کا اکثر حصہ ٹوٹا ہوا ہے۔
(۳) مسجد منارتین، (چھت اور دیوارون کا اکثر حصہ ٹوٹا ہوا ہے۔)
(۴) مسجد مائدہ (چھت اور دیوارون کا اکثر حصہ ٹوٹا ہوا ہے
(۵) مسجد اجابہ (تھوڑی سی دیوار اور قبہ توڑا گیا ہے)

مزار اهلبیت منہدم شدہ حالت میں
تختے جو جڑے ہوئے نظر آتے ہیں وہ حکومت کی طرف سے نہیں لگائے گئے
فوٹو جولائی سنہ ۱۹۲۹ع از مسٹر شعیب قریشی

خانۂ کعبہ
(۱) حطیم (۲) مصلی حنفی (۳) مصلی شافعی و مقام ابراھیم
(۴) چاہ زمزم (۵) مصلی حنبلی (٦) مصلی مالکی

مقابر جو توڑے گئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے قبے اور دیواریں کسی کی موجود نہیں ہیں۔

قبریں

جو دکھائی دیتی ہیں

جن کا تعویذ سالم ہے

- قبر حضرت فاطمہؓ
- قبر حلیمہ سعدیہ رضہ
- قبور حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت رقیہ رضہ

جنکے تعویذ کو صدمہ پہونچا ہے یا پہونچایا گیا ہے

- قبر حضرت عثمان رضہ

جو دکھائی نہیں دیتی

جن کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے

کہ وہ مٹی اور کنکر کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ ان کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ اس مٹی پر جس کے نیچے ان قبور کا دفن ہونا بیان کیا جاتا ہے مزدوروں نے پتھر اور گارے کے تعویذ بنائے ہیں۔
۱۔ مزار ازواج مطہرات (یہ تعداد میں نو تھے اب مٹی پر ایک جدید کچا تعویذ بنا دیا گیا ہے)
۲۔ قبر حضرت فاطمہ صغرا بنت حسین رضہ
۳۔ قبر سیدنا عقیل ابن جعفر صادق رضہ ۴۔ قبر سیدنا ابراہیم بن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۔ قبر سیدنا عثمان ابن مظعونؓ (یہ قبر جنت البقیع میں سب سے پہلے بنائی گئی تھی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنے دست مبارک سے دفن کیا تھا) ۶۔ قبر حضرت مالکؓ ۷۔ قبر حضرت نافع رضہ
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی قبور کا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔

جو بالکل زمین سے ہموار کردی گئی ہیں۔

قبور اہل بیت
یہاں ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا جس پر ..... تعویذ تھے تعویذ اور چبوترہ دونوں توڑ دئے گئے ہیں اور قبروں کی جگہ تختے جڑے ہوئے ہیں۔

ان میں ان مساجد کو شامل نہیں کیا گیا ہے جن میں قبریں ہیں۔ اور قبروں کو مسجد سے علیحدہ کرنے کے لئے مسجد کے بعض حصوں کو توڑا گیا ہے۔

...حضرت عبدالرحمن بن عوف، اور حضرت سعد بن ابی وقاص [illegible]...

گنبد خضرا اور مقام ابراہیم پر جو عمارت بنی ہے، ان کے انہدام کے متعلق بھی ہم نے بہت گرم افواہیں سنی تھیں۔ سلطان ابن سعود صاحب ابھی کی تردید کرتے ہیں اور یقین دلاتے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ سلطان کے گذشتہ وعدوں اور ان کی خلاف ورزی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمیٹی خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ کہاں تک ان کے اس قول پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

نتائج

اب اس کی ضرورت ہے کہ سفر حجاز اور شرکت موتمر کے بعد ہم جن نتائج پر پہنچے ہیں ان کو ظاہر کیا جائے۔

تمام مسائل میں اہم ترین مسئلہ تشکیل حکومت حجاز کا ہے اسلئے کہ اگر نظام حکومت ہی غلط ہوگا تو کسی خرابی کے انسداد اور کسی اصلاح کے نظام کے متعلق اطمینان نہیں ہو سکتا۔

ارض پاک حجاز میں حکومت کی تشکیل کے متعلق جمعیت خلافت جس فیصلہ پر ۵ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو پہنچی تھی وہ ان تلخ تجربات کا نتیجہ تھا جو کہ گذشتہ تیرہ سو برس میں عالم اسلام کو حاصل ہوئے تھے۔ اور جن سے سلطان ابن سعود کے ملک الحجاز بننے سے پہلے حامیانِ جمعیت خلافت میں سے کسی نے بھی انکار نہ کیا تھا بلکہ حامیان جمعیت خلافت میں سے ہر مذہبی فرقہ اور جماعت کے لوگوں نے اور ان تمام وفود کے ارکان نے جنھیں جمعیت خلافت نے ۵ر اکتوبر ۲۴ء کے بعد وقتاً فوقتاً حجاز بھیجا تھا تلخ تجربات کو اور اس فیصلہ کو جو ان تجربات کے نتیجے تھے بلا کسی استثنا کے بطور مسلمات کے مانا تھا۔

شخصی حکومتوں اور خاندانی بادشاہتوں میں مفاد ذاتی و خاندانی کا مفاد ملی سے برابر تصادم ہوتا رہتا ہے اور انسانوں سے اسکی امید رکھنا فضول ہے کہ وہ بادشاہ بنکر

بھی اپنے اور اپنے خاندان کے مفاد پر مفاد ملت کو ہمیشہ ترجیح دیتے رہیں گے۔

اس کی تصدیق خود تاریخ اسلام سے ہوتی ہے جو اپنے اندر ہمارے لئے کافی عبرت کا سامان رکھتی ہے۔ تیس برس کی خلافت راشدہ گو دہ معصوم انبیاء کی حکومت نہ تھی اُس کٹ کھنی بادشاہت (مُلکِ عضوض) سے جو اس تیس برس کے دور اول کے بعد خلافت کے نام سے قایم ہو گئی باوجود اس کے بالکل مختلف النوع تھی کہ دور بادشاہت میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسا منہاج خلافت راشدہ پر چلنے والا متقی بادشاہ گذرا ہے اور سب بادشاہ یکساں نہ تھے اور جو اچھے نہ تھے وہ بھی ...... عیوب کے ساتھ بعض ایسی خوبیاں بھی رکھتے تھے جن سے انکار صریحاً ناانصافی ہوگا۔

بہرحال اس سے بھی انکار ممکن نہیں کہ صدیوں کی اخلاقی اور روحانی تنزل کے بعد کم از کم مادی حیثیت سے۔ ع

پھر آ گئے وہیں پہ چلے تھے جہاں سے ہم

اور اس پورے دائرے کے گھوم چکنے کے بعد ہم نے بالآخر یہ سبق سیکھ لیا کہ اگر ہم مسلمانانِ عالم کی سود و بہبود کے خواہاں اور اسلام کے ترقی کے آرزومند ہیں تو ہمیں سب کام چھوڑ کر پہلے حقیقی اور اصلی نظام اسلام کے احیاء کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور بقول حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سنت قیصر و کسریٰ کو چھوڑ کر سنت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف جس کو دانتوں سے پکڑے رہنے کا حکم ہمیں دربار رسالت سے ملا تھا، رجوع کرنا چاہئے۔

ملکیت عرف عام میں

(۲) ہم نہیں چاہتے کہ الفاظ کے مختلف معنوں کے باعث کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔ اسلئے یہاں یہ امر ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہم ملکیت اور بادشاہت اور اس قسم کے اور الفاظ کو ان کے عام مروجہ معنوں میں استعمال کر رہے ہیں اور تاریخ عالم... بھی ان ہی معنوں کی تصدیق کرتی ہے۔

ان معنوں میں ملکیت اور بادشاہت کے لئے ایک خاص خاندان سے وابستگی اور ایک خاص طریقہ توریث لازمی چیزیں ہیں جس حکومت میں حاکم کے لئے یہ ضروری نہ ہو کہ وہ کسی خاص خاندان کا رکن ہو، اور جہاں اس کے لئے کسی اہلیت کی بھی ضرورت ہو اور محض وراثت کافی نہ ہو اور اہلیت کی جانچ حقیقتاً ملت یا ملت کے نمایندوں کے ہاتھ میں ہو اُسے عرف عام میں ملکیت اور بادشاہت نہیں کہتے اور نہ تاریخ میں اس قسم کی بادشاہتوں کا کہیں پتہ چلتا ہے۔

نظام خلافت کے احیاء میں پہلا قدم

(۳) خلافت راشدہ کو نہ کسی خاص خاندان کے ساتھ وابستگی تھی نہ یہ چیز وراثتاً کسی کو ملتی تھی۔ اہلیت لازمی تھی اور اس کی جانچ پڑتال حقیقتاً ملت بیضا کا حق تھا اور انتخاب کے وقت خود خداوند کریم کا قایم کردہ اصول "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" ملت بیضا کے نمایندوں کے پیش نظر تھا۔ ان اصولوں کے چھوڑنے کے سبب سے اور نظام اسلام جس کا دوسرا نام خلافت راشدہ ہے، درہم برہم ہو جانے کے باعث جو تلخ تجربات عالم اسلام کو حاصل ہو چکے تھے انہوں نے جمعیت خلافت کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اس نظام کے احیاء کی راہ میں پہلا قدم اس طرح اٹھائے کہ شریف حسین کے فرار ہوتے ہی حکومت حجاز کو ملکیت کی بدعت سے پاک کیا جائے اور اس ارض پاک میں خلافت راشدہ کے منہاج پر عالم اسلام کی زیر نگرانی حجازیوں کی ایک جمہوری حکومت قائم کی جائے۔

غیر مسلم دول اور مسلمانوں کی شخصی موروثی سلطنتیں

(۴) مذکورۂ بالا پچھلے تجربات اور اصول شریعت حقہ کے علاوہ جمعیۃ خلافت کے پیش نظر یہ امر بھی تھا کہ غیر مسلم دول کی دست درازیوں اور دست اندازیوں کے لئے جمہوری حکومت سے کہیں زیادہ موقع شخصی سلطنت اور خاندانی وراثت میں ملتا ہے۔ ہم نے اسلام کے اس دور انحطاط میں بارہا دیکھا ہے کہ یورپ نے سلاطین اور حکمران خاندانوں پر کس کس طرح

دباؤ ڈالا ہے اور ان کو کس کس طرح ترغیب و تحریص دی ہے کہ مفاد ملت کو مفاد ذاتی اور مفاد خاندانی پر قربان کردیں اور حقوق ملت کو حقوق ذاتی و خاندانی کے عوض بیچ ڈالیں۔ جمہوری حکومت کا وہ صدر یا رئیس جس کا عزل و نصب اسکی ملت کے ہاتھ میں ہو اس پر اس طرح دباؤ ڈالنا آسان نہیں، اور اگر اس پر ایسا دباؤ ڈالا بھی جائے۔ اور وہ بذات خود اس کا متحمل نہ ہوسکے اور زیادہ دیر تک مقابلہ کی تاب نہ لاسکے۔

تب بھی ملت کے لئے اس کے مستعفی ہوجانے یا معزول کئے جانے میں مفر موجود ہے ملت، جس کے ہاتھ میں اس کا عزل و نصب ہے اس کا ایک ایسا جانشین منتخب کرسکتی ہے جو اس قسم کے دباؤ کا اس سے زیادہ متحمل ہوسکے اور دیر تک اس کا مقابلہ، اور مفاد ملت کے تحفظ کے لئے کوشش کرسکے ظاہر ہے کہ وراثت کے قاعدہ کے باعث بادشاہوں کی جانشینی محدود ہوتی ہے، اور اگر کوئی بادشاہ جس پر اس طرح دباؤ ڈالا گیا ہو دشمنان دین و ملت کی شرائط کو قبول نہ بھی کرے اور مجبور ہوکر تخت و تاج سے دست بردار بھی ہوجائے۔ تب بھی یہ امر نہایت دشوار ہوتا ہے کہ اس کا جانشین اس سے کچھ زیادہ کرسکے، بلکہ اکثر تو یہی دیکھا گیا ہے کہ اس کا جانشین ذاتی مفاد کے خیال سے دشمنوں کی ہر شرط کو قبول کرلیتا ہے اور اپنے پیشرو کے تخت سے دست بردار ہوجانے سے غیر متوقع طور پر ملی ہوئی سلطنت کو دشمنوں .... کا دیا ہوا عطیہ سمجھکر اس کا مطیع و منقاد ہوجاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی تخت و تاج سے دست بردار ہوجائے اور یہ سلسلہ جاری رہے تاآنکہ دشمنوں کو ورثاء سلطنت میں سے کوئی آلہ کار ملجائے جسکے نام اور ذریعہ سے سیاہ و سپید کے مالک بن بیٹھیں، ایک خاندان سے وابستگی اور توریث کے طریقہ کے برخلاف اگر حاکم کا عزل و نصب ملت کے ہاتھ میں ہو تو امیدوار انتخاب غیر محدود اور دشمنوں کی شرائط قبول کرنے والوں کا سلسلہ لامتناہی ہے۔

اصول "ہر کہ شمشیر زند" الخ

۵۔ علاوہ بریں اگر حجاز کی حکومت کے لئے بھی یہ اصول تسلیم کرلیا جاتا کہ ع

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

تو جمعیت خلافت کو یہ خطرۂ عظیم صاف نظر آرہا تھا کہ یہ ارض پاک بھی ذاتی اور خاندانی مطامع کی رزمگاہ اور مختلف اقطار و امصار کے باشندوں کی رقابتوں کی جولانگاہ بن جائیگی اور ملک گیری کی ہوس اور تیغ زنی کا ولولہ اس بقعہ مبارکہ کے ہر گوشہ میں آتش جنگ کو مشتعل کردیگا اور اس ارض پاک میں جس میں "بلد الامین" اور "مدینۃ النبی اپنی "حرماً آمناً" کی شان کے ساتھ شامل ہیں بدامنی کے لئے اس طرح دروازہ کھل جائے گا کہ اُس کا پھر بند کرنا محال ہوجائے گا۔ اور بغض و عداوت تاقیامت قایم رہ کر عالم اسلام کو خون کے سیلاب عظیم میں ڈبو دیں گے۔

جمعیت خلافت کا فیصلہ سلطان نجد کو قبول تھا

۶۔ ان عام خیالات اور اندیشوں سے متاثر ہو کر جمعیت خلافت نے پہلے ہی دن سے ہر دو متحارب فریق کو صاف صاف جتلا دیا تھا کہ جمعیت کسی کی بادشاہت پر بھی راضی نہیں ہے۔ اور گو شریف حسین اور اس کی اولاد کے گزشتہ آٹھ سال کے تجربہ نے جمعیت خلافت کو یوں بھی ان کی بادشاہت سے بیزار کردیا تھا۔ تاہم جمعیت کا یہ فیصلہ عام اور بلا لحاظ شخصیت و خاندان تھا اور وہ ایک اچھے بادشاہ اور ایک خیر اندیش خاندان کی حکومت کے بھی اُسی طرح خلاف تھا جس طرح کہ ایک بُرے بادشاہ اور ایک بد اندیش خاندان کی حکومت کے خلاف تھا۔

اس جگہ یہ ظاہر کردینا نامناسب نہ ہوگا کہ جمعیت کے اس فیصلہ کو شریف کے خاندان اور ان کے عمال حکومت نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ مگر سلطان ابن سعود نے اسے بلا تامل تسلیم کیا اور بار بار اس فیصلہ پر قائم ہونے اور قائم رہنے کا اعلان و عہد کرتے رہے جیسا کہ پہلے بالتفصیل و بالصراحت نامہ بیان کیا جاچکا ہے

وفد کے تجربہ نے مسلک جمعیت خلافت کی تصدیق کردی

۷۔ اس سفر حجاز اور شرکت موتمر اسلامی کے ذریعے جو تجربہ ہم کو حاصل ہوا ہے اس نے مسلک جمعیت خلافت کی پوری تصدیق کر دی۔ ہم بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفا کے عہد کے متعلق کچھ نہیں کہتے اس لئے کہ اس کو صدیاں گذر گئیں۔ اور ممکن ہے کہ ان خلفا کے زمانے میں حجاز کی حالت اس حالت سے کہیں بہتر ہو جس سے اس زمانہ کے لوگ واقف و آشنا ہیں۔ گو آج اس کے آثار نظر نہیں آتے۔

ملکیت اور معاد ملی کا خون

۸۔ گذشتہ چار صدیوں میں ترکوں نے کمال عقیدتمندی اور عالی حوصلگی سے ارض پاک میں اس طرح زر پاشی کی کہ اگر یہ سیل زر زمین حجاز تک پہنچ جاتا۔ تو وادی غیر ذی ذرع آج سیراب ہو کر بیحد زرخیز ہوتی اور علم و عمل خیر کی کھیتی ہر طرف لہلہاتی نظر آتی۔ مگر افسوس کہ اس زر پاشی اور سرزمین حجاز میں شریفی خاندان حائل تھا۔ اور باران عقیدتمندی تقریباً تمامتر اسی خاندان کی عیش پرستی میں جذب ہو گیا۔ اور وادی غیر ذی ذرع آج بھی اسی طرح تشنہ کام ہے جس طرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔

حجاز کی حکومت گذشتہ چار سو سال میں بظاہر سلاطین آل عثمان کی حکومت تھی لیکن چونکہ وہ حکومت بلا واسطہ نہ تھی، بلکہ بالواسطہ تھی اس لئے ایک بڑی حد تک وہ شریفی حکومت تھی، اور جو قتل و نہب اور جہالت و گداگری [illegible] ترکوں کے دور حکومت میں اس ابلد مبارک میں نظر آتی تھی وہ زیادہ تر ہر زمانہ کے شریف مکہ کا طفیل تھی۔

جس وقت سے حضرت معاویہؓ نے خلافت راشدہ کا خاتمہ کر کے حکومت کو ایک خاندان میں محدود کر دیا اور قیصر و کسریٰ کی طرح نام نہاد خلفا، کی اولاد و رثتاً ان کی جانشین ہونا شروع ہو گئی۔ اس وقت سے آج تک، یعنی تیرہ سو برس کے عرصہ میں مسلمانان عالم کی [illegible]

لاتحصیٰ دولت ارض پاک حجاز کی نذر ہو چکی ہے۔ لیکن آج دنیا میں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہوگا جس میں حجاز سے کم امن و راحت کے سامان موجود ہوں۔ گو ایسے سامان کی فراہمی صرف اس کے اپنے روپیہ سے کی گئی ہو اور بیرونی امداد کا ایک حبہ بھی اس کے مصارف میں شامل نہ ہوا ہو۔ موتمر کے متعدد اجلاسوں میں مندوبین اقطار و امصار نے حجاز کی افسوسناک حالت کا رونا رویا اور کبھی حفظان صحت کے لئے، کبھی راستوں کی تعمیر کے لئے، کبھی بے شمار اوقاف کے احصاء اور اصلاح کے لئے تجاویز پیش کیں۔ اور تبرعات اور صدقات کے حصول کے طریقوں پر بحث و تمحیص کی۔ یہ سب کارروائیاں مندوبین عالم اسلام کی سچی عقیدتمندی کی شاہد تھیں۔ لیکن خود انہیں سے ثابت ہوتا تھا کہ جب تک گذشتہ خلافت راشدہ کے بعد کا طریق حکومت نہ بدلا جائے گا۔ ہرگز اسکی توقع نہیں ہو سکتی کہ آیندہ کے تبرعات و صدقات کا گذشتہ تیرہ سو برس کے اعانات و خیرات سے کچھ بہتر حشر ہوگا۔ چنانچہ ہم میں ایک رکن نے مجبور ہو کر موتمر میں بچشم پرنم کہدیا کہ میں نے نہ یورپ میں، نہ ایشیا میں کہیں اتنی گندی سڑکیں دیکھی ہیں۔ جتنی اس مرکز اسلام کی سڑکیں ہیں جہاں موتمر کے اجلاس ہو رہے ہیں۔ ہم لوگ سڑکوں کی صفائی سے ناواقف نہیں۔ اور ہمارے چھوٹے چھوٹے قصبوں کی میونسپلٹیوں میں جنہیں تھوڑی سی تعلیم حاصل کئے ہوئے اشخاص چلاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی سڑکوں سے کہیں بہتر اور صاف سڑکیں موجود ہیں۔ اگر تیرہ سو برس میں سلاطین اسلام اس مرکز اسلام میں بھی اس سے بہتر انتظام نہ کر سکے تو اب وقت آگیا ہے کہ جمہور اسلام اس پاک سرزمین کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔

شریفوں کی شخصی حکومت کی خرابیاں

۹۔ سلطان نجد کی فوج ستمبر ۱۹۲۴ء میں طائف پر قابض ہوئی۔ اور ابتدائے اکتوبر ۱۹۲۴ء میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی۔ مدینۂ منورہ کا سقوط ابتدائے دسمبر ۱۹۲۵ء سے پہلے نہ ہو سکا اور امیر علی نے جدہ کو اواخر دسمبر ۱۹۲۵ء میں خالی کیا۔ اس لئے بعض حصص حجاز پر تو سلطان نجد کے قبضہ کو دو برس ہوئے اور پورے حجاز پر ان کے تسلط کی

عرہمارے قیام حجاز تک آٹھ ماہ سے زیادہ تھی۔ اتنی قلیل مدت مین کسی حکومت سے بہت زیادہ صلاح کی توقع نہین کی جاسکتی اور اپنے مشاہدات و تجربات سے جو نتائج ہم نے اخذ کئے ہین ان کے اخذ کرتے وقت ہم کو برابر اس کا احساس رہا ہے کہ حجاز مین حکومت نجد کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہین حجاز مین صدیون کی لوٹ مار اور جہالت وگداگری شریفی خاندان کی حکومت ہی کا نتیجہ تھین۔ یہ خاندان اقتدار ملکیت بھی رکھتا تھا اور اقتدار تقدس بھی۔ اور بادشاہون سے زیادہ اس سے اُمید کی جاسکتی تھی کہ یہ اس سرزمین کو جس مین اس کے جدا مجد صلے اللہ علیہ وسلم کا مولد و مدفن واقع ہے۔ نہ صرف قتل ونہب سے محفوظ ومصئون رکھے گا۔ بلکہ اس کو علم کی دولت سے بھی مالا مال کردے گا اور اس کے باشندون کو افراد کاسہ بنا کر احباء اللہ ہونے کی عزت بخشے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل حجاز کی جہالت ہی مین اس نے اپنی حکومت کی بقاء سمجھی۔ اور جس قوم کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق سکھایا ہو کہ سوال کرنا ذلت اور ہلاکت ہے۔ اس قوم کے بیشمار افراد کو اس خاندان نے کنگالون اور بھیک منگون کی جماعت بنادیا۔ لیکن ان گداگرون میں سب سے بڑا گداگر خود ہر زمانے کا شریف ہوتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ اندوہناک یہ حقیقت ہے کہ لیٹرون کی جماعت میں ہر زمانہ کا شریف سب سے بڑا لیٹرا ہوتا تھا اور اسی کے اشارے سے بدوی قبائل موسم حج میں جو کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اشہر الحرم میں داخل تھا لوٹ مار کیا کرتے تھے۔

کیا نجدی خاندان شاہی خرابیوں سے ہمیشہ بچا رہیگا؟

اب بحمد اللہ سلطان نجد اور اُن کے خاندان اور ملک والوں کا دامن اس لوٹ مار سے پاک ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نظام حکومت اُسی طرح استبدادی رہا تو کب تک حجاج وزائرین قتل ونہب سے محفوظ رہ سکیں گے، اور جہالت وگداگری باشندگان حجاز سے کب دور ہوگی۔ ظاہر ہے کہ شریفی خاندان کی حکومت کے نقائص اس باعث نہ تھے کہ وہ شریفی خاندان کی حکومت تھی، کیونکہ شریفیوں کا نسب اشرف الناس اور اشرف

(لاہنیا) تک پہونچتا ہے اور شرافت میں اس خاندان سے بڑھکر دنیا میں کوئی خاندان نہیں
اس خاندان کی حکومت کی خرابی نظام حکومت کی خرابی کے باعث تھی۔ اس لئے کہ قیصر
وکسریٰ کی طرح شریفیوں کی خود غرضی، عیش پرستی اور ہوسناکی ان کو اسی پر مجبور
کرتی تھی کہ اکثر مفاد ذاتی وخاندانی کو مفاد دین وملت پر ترجیح دیں اور ان جذبات
سے متاثر ہوکر وہ اپنے شریف ترین خاندان کے مجد وکرم کو بھی بھول جاتے تھے اگر یہی
نظام حکومت آج بھی قائم رکھا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ کل خاندان نجد کی حالت کیا ہوگی
سلطان نجد میں ایک حد تک وہی سادگی سقوط مدینہ منورہ وجدہ تک موجود تھی جو
ریاض کی "غیر متمدن" دنیا میں نظر آتی تھی اور جس کا ذکر فخر آمیز انکسار کے ساتھ
"انا بدو" کہکر وہ کیا کرتے تھے اور جو نخوت شریف حسین (ہم تو بیدل چلنے کے
عادی ہیں) کے اعتراف نما اعلان سے ٹپکتی تھی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حجاز کی مقابلتہً
متمدن زندگی ان پر اور اہل نجد پر کیا اثر کرتی ہے، اب بھی انکے اور ان کے خاندان
والوں کے مصارف بڑھ رہے ہیں اور گو اب تک حجاز سڑکوں سے محروم ہے مگر
یورپ کی متعدد بہت تیز رو موٹریں خریدی جاچکی ہیں جن کو دیکھکر کسی کو نخوت شریف
حسین کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ صفا اور مروہ کے درمیان کا مسعیٰ افسوس ہے کہ نہایت
تنگ ہے اور نجدی قبائل کے اونٹوں نے جن کو وہاں ہرگز نہ آنا چاہئے تھا سعی کرنیوالوں
پر اسے اور بھی تنگ کردیا تھا۔ اس پریشانی اور انتشار کا کچھ وہی اندازہ کرسکتے ہیں
جن پر یہ کیفیت گذری ہے کہ ادھر باب علی کے سامنے نجدی اونٹوں کا ہجوم ہے اور
ادھر سے سلطان نجد کے خاندان کی ایک موٹر آگئی جس کے باعث زانو بندھے ہوئے
اونٹ گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کررہے ہیں اور کوئی تین ٹانگوں کی دوڑ دوڑ رہا
ہے اور کوئی دو ٹانگوں ہی پر کھڑا ہوکر بھاگنا چاہتا ہے اور بیچارے سعی کرنیوالے

حاجی بیت الحرام کی دیوار سے چمٹنے پر مجبور رہیں ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر نظام حکومت
شخصی اور خاندانی رہا تو نجد کی سادگی شریفی تکلفات میں مبدل ہوجائے گی اور پھر حاجیوں
سے حاصل کردہ محاصل ان نفس پروریوں کے لئے ہرگز کافی نہ ہونگے جن کے لئے

شریفیوں کی حکومت کے زمانے میں ترکی۔ مصر۔ ہند اور جاوا کے تبرعات و صدقات بھی کافی نہ تھے۔ ہم سلطان ابن سعود کے خلاف پیش بینی کے طور پر کوئی اندیشہ نہیں ظاہر کرنا چاہتے، اور جیسا کہ ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں، عیش پرست خلفائے بنی امیہ میں بھی عمر ثانی جیسا متقی اور نفس کش فرمانروا گذرا ہے۔ لیکن شخصی اور وراثتی۔ خاندانی حکومت کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ متقی سے متقی بادشاہ کی اولاد کیسی ہوگی، شریفی خاندان کی حکومت حجاز سے نکلکر عراق اور شرق اردن تک پھیل گئی ہے اور نفس پرستی کے متعدد مراکز جزیرۃ العرب میں قائم ہو گئے ہیں ہم کو کیا ساری اسلامی دنیا کو اندیشہ ہے کہ کچھ ہی دن کی دیر ہے کہ ان مختلف مراکز میں ہوسناکی، عیش پرستی اور اظہار امارت کا تسابق شروع ہو جائے گا، کون کہہ سکتا ہے کہ سلطان ابن سعود کی اولاد اس قسم کے تسابق سے ابد الآباد تک بچتی رہیگی؟ بہترین موٹریں اور محلات اور ان کے بعض لوازمات اب بھی مہیا کئے جا رہے ہیں اور آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اب ترکی اور مصر کے صدقات کم از کم اس کثرت سے نہ آئینگے جس کثرت سے شریفیوں کی حکومت کے زمانے میں آیا کرتے تھے۔ ترکی مندوب نے تو موتمر میں صاف صاف اپنی قوم کی معذوری و مجبوری ظاہر کر دی تھی اور دس پارہ دینے سے بھی صاف انکار کر دیا تھا مصری صدقات کی کمی پر بھی موتمر میں ایک بے قاعدہ احتجاج کیا گیا تھا۔ اگر مذہبی بے نظمی اور محاصل کی زیادتی نے حجاج کی تعداد کو آیندہ گھٹا دیا تو سوائے گذشتہ صدیوں کے قتل و نہب کے اس نفس پروری کے تسابق کے لئے کون سا ذریعہ میسر آئیگا؟

یہاں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ سلطان نجد اور اہل نجد کا دامن شریفی لوٹ مار سے پاک ہے مگر ہم کو بحث موجودہ سلطان نجد اور نجدی قبایل سے نہیں ہے بلکہ بحث اُس نظام حکومت سے ہے جو پہلے قتل و نہب کا باعث ہوا تھا اور خوف ہے کہ آیندہ بھی اس کا باعث ہو۔

ع

مرد آخر بیں مبارک بندہ است

سلطان نجد کی دول یورپ سے مرعوبیت

۱۱- اس وقت شریفی قتل ونہب کے آثار مطلق نظر نہ آتے ہوں تاہم یورپ سے شریفی مرعوبیت کے آثار آج بھی کافی طور پر نمایاں ہیں، سلطان ابن سعود نے جو خطاب افتتاحی موتمر کے پہلے اجلاس میں پڑھوایا تھا اس میں شریف حسین کی حکومت کی شکایت کی گئی تھی کہ وہ تحت السیطرۃ الاجنبیۃ غیر الاسلامیہ عامل موظف لبعض الدول الاجنبیہ تھی. لیکن اسی خطاب میں موتمر کو الخوض فی السیاسۃ الدولیہ کی ممانعت کی گئی تھی اور اس نص کی تاویل وتفسیر نمایندگان حکومت حجاز ونجد اور نامزدگان سلطان نے مؤتمر میں اس طرح کی تھی کہ محکوم ہندوستان میں منعقد شدہ ہزاروں جلسہ ہائے خلافت کی پیش پا افتادہ تجویز آزادی جزیرۃ العرب جس کو موتمر کے پہلے ہی جلسہ کے لئے وفد خلافت نے بمعیت وفد جمعیۃ علماء ہند پیش کیا تھا، روز اس بنا پر ٹالی گئی کہ اصولاً سب متفق ہیں، مگر الفاظ اور مضمون میں تعدیل یعنی ترمیم کی ضرورت ہے، جس کے متعلق انشاء اللہ بکرۃ دکل باہمی گفتگو کی جائیگی، یہاںتک کہ حج سے پہلے مؤتمر کی آخری تاریخ آگئی اور تجویز لجنۃ مقترحات یعنی سبجکٹ کمیٹی میں پیش نہ ہوسکی، اور جب اس پر مؤتمر میں صدائے احتجاج بلند کی گئی، اور مؤتمر نے اپنا اجلاس ملتوی کرکے سبجکٹ کمیٹی کو خلاف معمول دوپہر سے پہلے ہی جلسہ کرنے اور اس تجویز پر بحث کرنے کی ہدایت کی تو سبجکٹ کمیٹی کے کسی فیصلہ پر پہونچنے سے پہلے ہی رئیس موتمر نے حج سے پہلے مؤتمر کے آخری اجلاس کو ختم کردیا، اور اس طرح یہ ناممکن ہوگیا کہ ان دو ہندی وفود کے خواہش کے مطابق اس رزولیوشن کا ۸ ذی الحجہ کو بعد نماز مغرب کعبۃ اللہ سے اراکین مؤتمر کی جانب سے احرام باندھتے وقت عازمین حج کے سامنے اعلان کیا جاسکے تاکہ ان میں ایک نئی روح پھونکی جائے اور اللہ کے ساتھ عالم اسلام کے مندوبین کا میثاق ساری دنیا کو متنبہ کردے کہ مسلمان جزیرۃ العرب کی ایک بالشت زمین پر بھی غیر مسلم قبضہ اور تسلط کو تاقیامت قبول نہ کریں گے. سبجکٹ کمیٹی میں جو بحثیں ہوئیں اُن سے ظاہر ہوا کہ بعض نامزدگان سلطان نجد تو قطعاً اس مسئلہ کو مؤتمر میں آنے دینا ہی

نہیں چاہتے تھے، مگر صاف صاف اس سے اپنی بیزاری بھی نہ ظاہر کرتے تھے، اس لئے
کہ بقول ان کے، ہندوستان کے یہ دو وفد اُس سے انکی حُبّ آزادیٔ جزیرۃ العرب
اور انکے اخلاص کے متعلق ان کے خلاف رائے قائم کر لینگے، اور باقی اپنے کو اصولاً
اس تجویز کے موافق ظاہر کرتے تھے، مگر وصیت رسول اللہ صلعم اخرجوا الیھود و
النصارٰی من جزیرۃ العرب کی نقل سے اس بناء پر گھبراتے تھے کہ یہود و نصارٰی
اس سے بھڑکیں گے اور یورپ کا شیر خوابیدہ جاگ اُٹھیگا، اور شاید دوسرے سال
مؤتمر کو بھی منعقد نہ ہونے دے، شیخ رشید رضا نے جو اُن شخصیات بارزہ میں سے سب سے
نمایاں شخصیت تھے اور جن کو سلطان ابن سعود نے خاص طور پر نامزد کیا تھا، ایک تعدیل طیار
کی تھی جس میں وصیت رسول اللہ کی جگہ چند عام عقلی دلائل تحریر جزیرۃ العرب کے
لئے پیش کئے تھے۔ اگر سید صاحب کی عقل کو رسول اللہ صلعم سے نقل پر ترجیح بھی دیجاتی
تب بھی رسول اللہ صلعم کی آخری وصیت کی طرف اشارہ کرنا بیجا نہ ہوتا، اور گو ہمارے
نمائندے نے اس کو بنعایت مجبوری قبول کر لیا کہ وصیت کے الفاظ نہ دہرائے جائیں
اور تجویز کو صرف بناءً علی وصیّۃ رسول اللہ صلعم وھو علٰی فراش الموت کی تمہید سے
شروع کیا جائے، مگر صراحت کی جگہ اس وصیت مقدسہ کی جانب اتنا اشارہ بھی ان حضرات
کو ناگوار تھا، جس پر مولانا شبیر احمد صاحب نے بہت خوب فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کے آخری
وقت کے ارشادات میں سے دو ارشادات ہیں، ایک یہ وصیت اور دوسرا قول آنحضرت
صلعم لعن اللہ الیھود والنصارٰی ان یتخذوا قبور انبیاءھم مساجد دوسرے
قول کا تو آپ حضرات، باوجود صیغۂ امر نہ ہونے کے، اس قدر احترام کرتے ہیں کہ مسلمانوں
کی قبروں پر سے بھی قباب اور ایٹ پتھر کو بلا اور مذاہب اسلامیہ کے مشورے کے آپ ہی
آپ دور کر دیتے ہیں، حالانکہ اُن کے دور نہ کرنے کا سلطان متعدد بار وعدہ کر چکے ہیں،
اور اس کا فخریہ اعلان کرتے ہیں کہ دنیائے اسلام کی ناراضی کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں
اور دوسری وصیت کی طرف اشارہ بھی کرنا گوارا نہیں فرماتے، باوجودیکہ اس میں بالصراحت
امر کا صیغہ موجود ہے، اور یہ صرف اس وجہ سے کہ آپ کو خوف ہے کہ کہیں یہود و نصارٰی

آپ سے ناراض نہ ہو جائیں۔ لطف یہ ہے کہ یہ تحریک سید رشید رضا صاحب کی تعدیل کے الفاظ میں بھی منظور نہ ہوئی اور سلطان نجد کے نامزدگان نے مستقل حکومتوں کے نمائندوں کی آڑ پکڑی کہ ان کے عہد نامے یا ان کی حکومتوں کی بالصراحت ہدایت نہ ہونا انکو اجازت نہیں دیتے کہ وہ اس تحریک پر رائیں دیں' ایک بات اس تحریک کے متعلق اور قابل ذکر ہے کہ جزیرۃ العرب کی حدود کے بیان کرنے سے تمام نامزدگان سلطان نجد احتراز کرتے تھے اور کہا یہ جاتا تھا کہ ان حدود میں اختلاف ہے۔ اُن سے عرض کیا گیا کہ وہ حدود جن میں محض سکونت غیر مسلم بھی ممنوع ہے مسلمہ طور پر فقط حجاز ہے لیکن سیطرہ اور تسلط غیر مسلم جہاں ممنوع ہے اس خطہ کی حدود یقیناً بحر ابیض پھر بحر احمر۔ پھر بحر ہند۔ پھر خلیج فارس۔ پھر دجلہ و فرات۔ یعنی شام و فلسطین و شرق اردن۔ و حجاز۔ و عسیر و یمن۔ و حضر موت و عمان و کویت۔ و بصرہ و عراق وغیرہ سب اس خطہ میں شامل ہیں۔ جس کے لئے "فقط اسلام کی حکومت کی اجازت ہے۔ مگر چونکہ برطانیہ و فرانس کا قبضہ و انتداب ان حدود میں ممنوع قرار پاتا تھا۔ اس لئے ان حدود کی تصریح سے شدت کے ساتھ احتراز کیا گیا۔

طرفہ تر یہ ہے کہ گو عقبہ و معان کو حدود حجاز میں شامل کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کا موتمر کی اس تحریک میں ذکر کیا گیا جسے نامزدگان سلطان نجد نے پیش کیا تھا۔ تاہم جب وفد خلافت کی طرف سے بمعیت جمعیت علمائے ہند ایک اور تحریک پیش کی گئی کہ اسی وصیت کی رو سے حدود و حجاز میں غیر مسلموں کی سکونت ممنوع ہے اس لئے جو دول غیر مسلم حجاز میں اپنے قنصل رکھنا چاہیں ان سے درخواست کی جائے کہ صرف مسلمانوں کو نامزد کریں تو سبجکٹ کمیٹی ہی میں اس تحریک کو مسترد کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اس کو تو خود ترکوں نے جائز رکھا تھا گو ان سے کہا گیا کہ ترکوں نے تو قباب اور تجصیص قبور کو بھی جائز رکھا تھا اور تمسک بالکتاب و السنۃ میں ان کی سنت شامل نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے وفد نے ایک اور تجویز بھی پیش کی تھی۔ جس میں نہایت احتیاط سے معاہدوں کی جگہ سرکاری کاغذات کے الفاظ کا استعمال کیا گیا تھا۔ اور حکومت حجاز سے

خواست کی گئی تھی کہ ان سرکاری کاغذات کی ایک ایک نقل موتمر کو دیدی جائے۔ جن سے موجودہ اور گذشتہ حکومت ہائے حجاز کی اجنبی حکومتوں سے روابط اور تعلقات کا پتہ چل سکے تو اس کو بھی سبجکٹ کمیٹی مین نمایندگان سلطان نجد نے یہ کہکر مسترد کردیا کہ یہ حکومت کے داخلی امور اور خارجی پالیسی مین مداخلت بیجا ہے اور سلطان اس پر کبھی راضی نہ ہونگے۔

ان تشریحات سے صاف واضح ہے کہ موجودہ شخصی حکومت حجاز دول یورپ سے کس درجہ مرعوب ہے اور ہم کو سخت اندیشہ ہے کہ آگے چلکر موجودہ نظام حکومت اس مرعوبیت کو اور بھی بڑھادے گا۔ خود سلطان سے ارکان وفد کی متعدد ملاقاتین ہوئین مگر اشارہ وکنایتہ سے بھی کبھی نہ پایا گیا کہ وہ غیر مسلم دول کی حرص و آز کے باعث ان سے کسی حد تک بھی ناراض ہین، حالانکہ سلطان نے ایک عام کثیر مجمع کے سامنے قاضی القضاۃ شیخ عبد اللہ بن بلیہد کی دعوت مین مسلمانون کی سب سے بڑی دولت یعنی دولت ترکیہ کو ترکی مڑکی کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد فرمایا۔

ارض پاک کے رزمگاہ بن جانے کا خطرہ

۱۲- ہم اوپر ظاہر کرچکے ہین کہ بزور شمشیر ملک گیری کی ہوس جنگ و بدامنی کیلئے فتح باب کرتی ہے اور بادشاہون کے ذاتی وخاندانی اغراض اور مختلف اقطار وامصار کی رقابتون سے جمعیت خلافت کو اندیشہ تھا کہ کہین ارض پاک حجاز کو ایک رزمگاہ بناکر نہ چھوڑدین۔ جو حالات ہم کو اپنے سفر حجاز مین معلوم ہوئے انہون نے اس خطرہ کی پوری تصدیق کردی ہے۔ ظاہر ہے کہ گو شریف حسین اپنی زندگی کے آخری دن قبرص مین گذار رہے ہے اور امیر علی بھی جدہ چھوڑکر بغداد... جاگزین ہے۔ مگر سلطان نجد کو شریفی خاندان کی عداوت کا پھر بھی کھٹکا لگا رہے گا۔ اس لئے کہ تخت عراق پر امیر فیصل اب تک موجود ہے اور شرق اردن کے تخت پر امیر عبد اللہ متمکن ہے اور گو یہ کہ دونون اسی حکومت کے مطیع اور منقاد ہین جس نے بیچ مین پڑکر جدہ کو سلطان نجد کے لئے خالی کرایا تھا اور جس کی اجازت کے بغیر وہ حکومت حجاز سے سلطان نجد کو ہٹانے کی کوشش نہ کرسکین گے۔ تاہم

یاد رہے کہ یہ وہی حکومت ہے جس کا ایک محکمہ تو شریف حسین کو وظیفہ دیتا تھا اور دوسرا سلطان ابن سعود کو یہ رقابت دیرینہ جون کی تون باقی ہے۔ اور اس پر حکومت ایران کی طرف سے سخت مخالفت، اور حکومت یمن سے آویزش کا کھٹکا مستزاد ہے۔ یمن و حجاز کے درمیان عسیر کا علاقہ ہے۔ جن پر کبھی ادریسی کی حکومت تھی، قنفذہ اور لیث پر تو سلطان نجد کا قبضہ ہو ہی چکا ہے۔ معزول امیر ادریسی نے جب دیکھا کہ حکومت یمن شمال کی طرف بڑھ رہی ہے تو سلطان نجد کو اپنی مدد کے لئے صبیا اور جیزان پر بلایا مگر اپریل ۱۹۲۵ء مین امام یحییٰ نے حدیدہ پر جسے ۱۹۲۱ء مین جنگ عمومی کے خاتمہ اور ترکی سلطنت کے جزیرۃ العرب سے نکل جانے پر انگریزون نے ادریسی امیر کو دیدیا تھا قبضہ کرلیا۔ موجودہ امیر ادریسی حسن ابن علی کو جو معزول نوجوان امیر ادریسی کا چچا ہے ۱ سلطان نجد پر بھروسہ نہین اور بظاہر وہ امام یحییٰ کی طرف ملتفت ہے۔ حج سے قبل جیزان پر افواج نجد اور افواج یمن مین جنگ چھڑجانے کا قوی اندیشہ تھا اور اب بھی یہ اندیشہ باقی ہے۔ علم غیب یقیناً صرف خدا کو ہے۔ لیکن موجودہ صورت حالات مین، ملوک یمن اور نجد دو رقیبون کی حیثیت رکھتے ہوئے نظر آتے ہین اور چونکہ ارض پاک حجاز ایک حد تک یمن و نجد کے درمیان واقع ہے۔ ہمین مطلق تعجب نہین ہوگا۔ اگر ایک دن یہ رقابت حجاز کو رزمگاہ بنانے کی شکل مین رنگ لائے۔

اس کے علاوہ حکومت مصر کی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ اندیشہ ضرور رہتا ہے۔ قاہرہ کی موتمر خلافت یقیناً بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ لیکن اس سے چند علامات اور قرائن کا پتہ چلتا ہے اور حج کے زمانہ مین محمل کے متعلق جو ناگوار واقعہ پیش آیا وہ بھی آیندہ کے لئے فالِ نیک نہین معلوم ہوتا۔ ہماری دعا ہے کہ سلطان نجد۔ شاہ ایران۔ شاہ مصر اور امام یحییٰ چارون مین صلح و آشتی اور مودت و محبت قائم ہو اور قائم رہے۔ اور چارون اپنی اپنی جگہ اسلام اور مرکز اسلام کی خدمت کرین۔ مگر موجودہ صورت حالات کچھ بہت اُمید افزا نہین اور ہمین اندیشہ ہے کہ اگر حکومت حجاز کا نظام آیندہ بھی وہی رہا جو سلطان نجد کے اعلان ملکیت حجاز کے بعد قائم ہوا ہے اور حجاز ان ذاتی اور خاندانی اور ملکی رقابتون سے محفوظ و مصئون نہ کردیا گیا تو ایک سیلاب خون اس کو غرق کردیگا۔

مزار حضرت ابوطالب واقع جنت المعلیٰ (مکہ معظمہ) ٹوٹی ہوئی حالت میں
(فوٹو جولائی سنہ ۱۹۲۹ع از مسٹر شعیب قریشی)

نجدی حکومت کا تعصب مذہبی

۱۳۔ یہاں تک جن مشاہدات اور تجربات کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ حجاز میں ہر شخصی اور خاندانی حکومت کے یکساں خلاف ہیں، لیکن ان کے علاوہ چند مزید وجوہ بھی ایسے موجود ہیں جن کے باعث سلطانِ نجد کی حکومتِ حجاز کے لئے خاص طور پر ناموزوں ہے۔ ملک گیری کی ہوس کے علاوہ جو ایک فاتح اور بادشاہ کو دنیا طلب بنا دیتی ہے، یہاں تعصب مذہبی اور غلوے دینی مستزاد ہے اور ساری اسلامی دنیا کے خلاف جو نجدیوں کی ہم عقیدہ نہیں ہے ایک حرب عقائد چھڑی ہوئی ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ سلطان عبد العزیز حقیقتاً اپنے دین میں اسقدر غلو کرنے والے اور تشدد کے خواہاں نہ ہوں جتنے کہ مشائخ نجد ہیں۔ لیکن ملک گیری کیلئے جو آلہ ان کے پاس ہے، یعنی قوم نجد اُس کو ایک صدی سے زیادہ سے یہی سکھایا گیا ہے کہ اس کے علاوہ سب مسلمان مشرک ہیں، اور نجدیوں کی گذشتہ صدی کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ ان کے ہاتھ کفار کے خون سے کبھی نہیں رنگے گئے، جسقدر خونریزی انہوں نے کی ہے وہ صرف مسلمانوں کی کی ہے۔ ہم یہاں کوئی مذہبی بحث چھیڑنا نہیں چاہتے لیکن اسقدر کہنا ناگزیر ہے کہ ہم نے نجدیوں کو ان جزویات دین میں جس میں ان کے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے، بہت سخت پایا۔ اور وہ ذرا ذرا سی بات پر حجاج کو مشرک کہدیتے تھے، حالانکہ بعض افعال کا جن پر مسلمانوں کو یہ خطاب دیا جاتا تھا عقائد سے کوئی بھی تعلق نہ ہوتا تھا۔ سلطان عبد العزیز کے مذہبی خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہو، ان کی تمامتر قوت یہی لوگ ہیں اور ان کو لڑائی پر اسی طرح آمادہ کیا جا سکتا ہے کہ اس ملک گیری کی جنگ کا نام جہاد رکھا جائے اور جس ملک کو چھیننا مقصود ہو اس کے لوگوں کو مشرک کہا جائے۔ ہم نے بار ہا دیکھا کہ جو حجاج مقام ابراہیم کی جالی کو یا اس کے قفل یا کنڈوں کو چھوتے تھے، ان کو بید سے مارا جاتا تھا، اور "انت مشرک" کہا جاتا تھا۔ جو حجاج جنت المعلیٰ میں زیارت قبور کو جاتے تھے، ان میں سے اکثر پٹ کر آتے تھے۔ خود ہم میں سے چند نے حافظ وہبہ مشیر خاص

امیر فیصل سے جو نائب جلالۃ الملک ہیں پوچھا کہ ہم اور ہمارے ساتھ کی خواتین .... جنت المعلیٰ میں زیارت قبور کے لئے جانا چاہتی ہیں، اس کے متعلق موٹر کا کچھ انتظام ہو سکیگا انہوں نے فرمایا کہ کل صبح موٹر آجائیگی اور ایک شخص آپ کے ساتھ بھیجدیا جائیگا تاکہ آپ کو آداب زیارت قبور بتائے۔ ہم نے کہا کہ ہم اپنے مذہب کے مطابق ان آداب سے واقف ہیں۔ تاہم کوئی ہرج نہیں ہے اگر آپ کا ایک نمایندہ موجود ہو۔ دوسرے دن صبح کو ہم شیخ عبداللہ بن بلیہد نجدی قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ سے ملاقات کرنے گئے واپس ہوتے وقت خیال ہوا کہ جب موٹر کا حافظ وہبہ نے وعدہ کیا تھا اس کو شیخ عبداللہ بن بلیہد صاحب ہی کے مکان پر منگوالیں۔ چنانچہ وہاں سے موٹر کے لئے ٹیلیفون کیا گیا۔ جواب آیا کہ سلطان آپ کو زیارت قبور کی اجازت نہیں دیتے۔ اسلئے کہ فساد ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہم کو یہ سنکر جسقدر تعجب ہوا اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں اسلئے کہ ہم سے صریحاً وعدہ کیا گیا تھا کہ زیارت قبور کے لئے سرکاری موٹر صبح کو آجائیگی اور ایک نجدی ہمارے ساتھ ہوگا جس کی موجودگی اس امر کی ضامن ہوتی کہ بدعات کا ارتکاب نہ کیا جائیگا۔ ہم نے اس تعجب انگیز جواب کا ذکر شیخ عبداللہ بن بلیہد سے کیا جس پر انہوں نے فرمایا کہ میں خود تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور حکم دیا کہ ہمارے لئے سرکاری موٹر ان کے مکان پر فوراً بھیجدی جائے۔ اس پر حافظ وہبہ کا جواب ٹیلیفون سے موصول ہوا کہ آج یوم جمعہ ہے، موٹر نہیں مل سکیگی لیکن کل یا پرسوں بھیجدی جائیگی۔ نائب مدیر حرم اس وقت موجود تھے، انہوں نے ہم سے کہا کہ اس امر کو خوب شہرت دیجئے اسلئے کہ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ نجدی قاضی القضاۃ خود آپ کو زیارت قبور کے لئے گئے تو پھر کسی نجدی کی مجال نہ ہوگی کہ کسی اور حاجی کو روکے یا مارے اور حجاج بھی مطمئن ہو جائینگے ہم نے دوسرے دن موٹر کا انتظار کیا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ اس دن موٹر نہ ملتی، مگر باوجود کئی بار ٹیلیفون کرنے کے موٹر نہ آئی اسلئے مجبور ہو کر تیسرے دن ہم نے گاڑیوں کا خود انتظام کیا۔ جنت المعلیٰ ہماری قیام گاہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھی، اور ہم اور ہمارے ساتھ کی خواتین میں چند ایسے لوگ

تھے جو سبب امراض و ناتوانی دھوپ میں اتنی دور کچی ریتلی سڑک پر پیدل نہ چل سکتے تھے اور گو مکہ معظمہ کی گاڑیاں ہندوستان کے یکّوں کے برابر بھی آرام دہ نہ تھیں لیکن ان کے استعمال کے سوا کوئی چارہ نہ تھا شیخ عبداللہ بن بلیہد کو ٹیلیفون کیا گیا کہ ہم میں سے بعض آپ کے مکان پر آرہے ہیں آپ تیار ہو جائیں تاکہ حسب وعدہ ہم آپ کے ہمراہ جنت المعلیٰ جا سکیں۔ ہم ان کے مکان پر پہنچے تو نوکر نے کہا کہ شیخ صاحب سوگئے ہیں، مگر میں نے ٹیلیفون ملتے ہی اطلاع کر دی تھی اور اب پھر اطلاع کئے دیتا ہوں، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم سے پوچھا کہ کیا آپ نے سلطان سے اجازت لے لی ہے؟ گھنٹہ بھر بعد شیخ صاحب خود تشریف لائے اور انہوں نے بھی یہی سوال کیا کہ آپ نے سلطان سے اجازت لے لی؟ ان سے عرض کیا گیا کہ ایک امر مسنون میں کسی کی اذن و اجازت کی کیا ضرورت ہے اور آپ تو خود ہمیں اپنے ہمراہ لیجانے کا وعدہ فرما چکے تھے۔ چونکہ باوجود وعدے کے متواتر تین دن موٹر نہیں ملی۔ اس لئے دوسری سواری کا ہم نے خود بندوبست کر لیا ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہاں میں نے وعدہ کیا تھا۔ لیکن مناسب یہی ہے کہ سلطان سے کہکر ایک عام قاعدہ جاری کرا دیا جائے جس سے ہم نے بھی اتفاق کیا۔ چنانچہ چند علما کی مشاورت کے بعد کچھ قواعد جس میں اوقات اور آداب زیارت شامل ہیں، سلطان کے حکم سے مقرر کر دئیے گئے ہیں اور موتمر کے ختم ہونے سے قبل ہم معہ اپنے ساتھ کی خواتین اور چند دیگر مصری، فلسطینی اور شامی ارکین موتمر کے مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مولد حضرت علی کرم اللہ وجہہ دار ارقم اور جنت المعلیٰ وغیرہ دیکھنے کے لئے سرکاری موٹر میں گئے۔ جو چیز خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ ہمارے سوال کے جواب میں قاضی عبداللہ بن بلیہد کا قول ہے کہ نجدی بھی یوم جمعہ یا یوم سبت کو اپنے ہاں زیارت قبور کے لئے جاتے ہیں مگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ اور مسلمان جو زیارت قبور کو جاتے ہیں وہ شرک کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ خود سلطان عبدالعزیز نے جو بات ہم سے اور وفد جمعیت العلماء سے کہی وہ اس سے بھی زیادہ صورت حالات کو بے نقاب کرتی ہے۔

اس ملاقات میں جو جنت البقیع کے ہدم قباب و قبور کے لئے بالخصوص سلطان سے کی گئی تھی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آخر اس میں اسقدر جلد بھی کیوں کی گئی۔ موتمر کا اجلاس تین چار ہفتہ بعد ہونے ہی والا تھا' اسوقت تک انتظار کرنے میں کیا ہرج تھا تو سلطان نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے تھی مگر میرے پاس چار ہزار نجدیوں کا (ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اس میں بعض مشائخ نجد بھی شامل تھے) نجد سے پیغام آیا کہ تم ارض مقدس حجاز کی تطہیر کے لئے یہاں سے گئے تھے برس ہوا کہ مدینہ منورہ تمھارے قبضہ میں آگیا، لیکن تم نے اب تک اسکی تطہیر نہیں کی اور قباب اور پختہ قبور اسی طرح موجود ہیں، اگر تم یہ کام نہیں کرنا چاہتے یا نہیں کر سکتے تو ہم خود آئیں گے اور ان کو توڑ دینگے۔ ان کے آنے سے شر و فساد کا اندیشہ تھا، اسلئے میں نے خود ہی اس کام کو کر دیا۔ محمل کا واقعہ جس میں اس محمل پر جو سلطان کی اجازت سے مصر سے آیا تھا اور جس کے ساتھ کا بینڈ سلطان کے کہنے سے جدہ ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا، صورت حالات کو اور بھی نمایاں کر دیتا ہے۔ فوجی بگل پر نہ سلطان نہ علمائے نجد کی جانب سے کوئی اعتراض تھا، لیکن محمل کو صنم قرار دیا گیا اور بگل کو مزامیر میں داخل سمجھا گیا۔ یہی نہیں بلکہ محمل اور مصری فوج اور اس کے افسروں پر منی کے باہر پتھر برسائے گئے۔ حکومت سلطان کی جانب سے جو لوگ محمل کے ساتھ تھے ان کے منع کرنے کی کچھ پرواہ نہ کی گئی اور نہ سلطان کے بیٹوں اور خود ان کے باز رکھنے سے نجدی باز آئے اور باوجود آیۂ کریمہ لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج مسلمانوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کا خون منحر منیٰ کے پاس بہا۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ سلطان عبد العزیز کو اپنے مذہب کی جزئیات میں غلو و تعصب نہیں اور وہ تشدد کو پسند نہیں کرتے۔ تب بھی ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی قوم اب ان کے بس کی نہیں رہی اور جو تعصب و تشدد کا سبق اس کو ایک صدی سے زائد سے پڑھایا گیا ہے، اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ ان امور میں سلطان نجد ان پر حکمران نہیں بلکہ زمام حکومت حجاز خود ان کے ہاتھ میں ہے اور طوعاً نہیں تو کرہاً سلطان کو ان کی ناز برداری کرنا پڑتی ہے۔ قباب اور تجصیص قبور یا محمل کے بارے میں تو ایک حد تک یہ بات

سمجھ میں آسکتی ہے کہ نجدی اپنے سوا اور مسلمانوں کو کیوں مشرک سمجھتے ہیں لیکن تمباکو پینے والوں کے نہ کتروانے سے نجدیوں کے نزدیک آدمی کیونکر مشرک ہو جاتا ہے یہ بات سمجھ میں آنا مشکل ہے ۔ ۱۳۴۳ھ کے حج کے موقع پر مجالس خلافت اور جمعیت العلماء کے نمایندے مکہ معظمہ میں تھے، اور جو رپورٹ نمایندگان مجالس خلافت نے اپنی واپسی پر شایع کی ہے اس میں متعدد واقعات اس قسم کے درج ہیں کہ نجدیوں نے لوگوں سے سگریٹ پینے پر سخت کلامی کی اور بات بڑھ جانے پر ان کو مارا۔ ان واقعات میں پہلا واقعہ باب السلام کے ایک کتب فروش کا تھا جس کی مونچھیں بڑی تھیں۔ نجدی نے انھیں پکڑ کر کہا کہ یہ مشرکانہ مونچھیں کیسی ہیں؟ اس پر کتب فروش کو غصہ آگیا اور اس نے بھی سخت کلامی کی اور دونوں میں جنگ ہوگئی جس میں کتب فروش کے دو چوٹیں لگیں۔ نمایندگان مجالس خلافت اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ ہم خود موقع پر پہونچ گئے اور اس شخص کا نام اور چوٹوں کے نشانات لکھے اس کا بیان قلمبند کر لیا اور حافظ وہبہ گورنر مکہ کو دکھلا کر انھیں توجہ دلائی کہ وہ اس قسم کے واقعات کا انسداد کریں دوسرے دن اسی دار السلام میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا گو وہ سگریٹ پینے کے متعلق نہ تھا اور نمایندگان خلافت نے اس واقعہ کی بھی اطلاع حافظ وہبہ صاحب کو کر دی۔ اس کے بعد بھی چند واقعات کا ذکر ہے بالآخر وہ تحریر کرتے ہیں کہ "ہم نے حافظ وہبہ گورنر مکہ کو بذریعۂ ٹیلیفون اطلاع دی کہ وہ بہت جلد قیامگاہ پر تشریف لائیں تاکہ واقعات کے آیندہ انسداد کے متعلق مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت حافظ وہبہ تشریف لائے، ہم نے بہت زور کے ساتھ ان سے کہا کہ آپ بہت جلد انتظامات کیجیے تاکہ آیندہ اس قسم کا کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔ حافظ وہبہ نے سلطان عبد العزیز سے ملکر نہایت اچھا انتظام کیا.... سگریٹ فروشی کے متعلق ہم نے حافظ وہبہ سے کہا کہ آپ اس میں اصلاحات کریں اور اہل مکہ کو اس کے ترک کرنے کے لئے مفید مشورے دیں۔ لیکن سوائے حکومت کے دوسرے شخص کو کیا حق ہے کہ وہ کسی شخص کو سگریٹ پیتا ہوا دیکھکر اسے سزا بھی دیدے؟ حافظ وہبہ نے فرمایا کہ

جس بدّو نے کسی سگریٹ پینے والے کو مارا ہے۔۔۔۔ تحقیقات کے بعد لسے ان شاء اللہ قرار واقعی سزا دیجائیگی، اس لئے کہ کسی قانون کی خلاف ورزی کی پاداش میں کسی مجرم کو حکومت ہی سزا دیسکتی ہے" باوجود نمایندگان مجالس خلافت کی ان مساعی اور حکومت کے ان وعدوں کے بظاہر نجد کا ہر بدّو لپنے آپ کو اس کا مجاز سمجھتا ہے کہ سگریٹ نوشی یا اور اسی قسم کے افعال پر لوگوں سے سخت کلامی کرے اور اگر سختی کا سختی سے جواب دیا جائے تو ان کو مارے اور حکومت کی طرف سے مجرم کی خود سزا دہی کرے۔ بظاہر یہ چیز اتنی عام ہے کہ جس وقت محمل کا واقعہ پیش آیا اس کے آدھ گھنٹہ کے اندر ہی جو خبر سارے منیٰ میں گرم تھی وہ یہ تھی کہ کسی نجدی نے مصری فوج کے کسی آدمی کو سگریٹ پیتے دیکھکر لسے "انت مشرک" کہا اور مارا جس پر نجدیوں اور مصری فوج میں لڑائی چھڑ گئی واقعہ سگریٹ نوشی سے متعلق نہ تھا۔ لیکن بظاہر اس قسم کے واقعے اکثر پیش آتے رہتے تھے اور لوگوں نے بھی قرین قیاس سمجھا کہ نجدیوں نے سگریٹ نوشی کو اپنے عقیدے کے مطابق حرام سمجھا حالانکہ پینے والے کے مذہب میں وہ بالکل مباح تھا اور خود ہی کوتوال اور خود ہی قاضی بنکر خود ہی حدِّ شرعی بھی مجرم پر قایم کردی۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ شہداء میں دو بنگالیوں کو سگریٹ پینے پر نجدیوں نے اسقدر مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ اسی حالت میں وہ مکہ مکرمہ میں لائے گئے اور حکومت ہند کی طرف سے جو اسپتال وہاں تھا اس میں ان بنگالیوں نے بیہوشی ہی کی حالت میں جان دیدی اور ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ برطانوی قنصل متعینہ جدہ اس بارے میں کوئی کارروائی کر رہا ہے۔

حجاز پر فقط سلطان نجد کی نہیں بلکہ کل قوم کی بادشاہت

۱۴۔ ہمارے دوران قیام میں حجاج نے متعدد بار ہم سے نجدیوں کے تعصب اور تشدد کی شکایت کی، لیکن ہم کو معلوم نہیں کہ حکومت نے کسی مجرم کو بھی سزا دی ہو۔ ان کی

پولیس نے خود ہمارے وفد کے کاتب اختر علی صاحب کو حرم شریف مین صرف اس قصور
پر گرفتار کرکے حوالات مین ڈال دیا کہ پولیس والے حرم شریف مین سونے والون کو بید مار
مار کر اٹھا رہے تھے۔ تو انہون نے محض از راہ ترحم ان کو سمجھایا کہ لوگون کو حرم پاک مین
اس طرح نہ مارنا چاہیئے۔ اس کہنے پر پولیس والے نہایت برافروختہ ہوئے اور کہا تم
بڑی وکالت کرنے والے آئے ہو چلو تم بھی حوالات مین داخل ہو۔ اور یہ کہکر انہین حوالات
مین ڈال دیا۔ بند کرنے کے بعد ان کو مارا اور ان کی ڈاڑھی بھی نوچی۔ لیکن ہم نے نہین سنا
کہ کسی ایسے نجدی کو بھی حوالات مین ڈالا گیا ہو جس نے پولیس سے بھی زیادہ اختیارات استعمال
کرکے اپنے نزدیک ایک سگرٹ پینے والے یا زیارت قبور کرنے والے مجرم کو سزا دی ہو۔
حقیقت یہ ہے کہ اہل نجد کو جزئیات فقہ و عقائد مین غلو ہی نہین ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو
مجاز سمجھتے ہین کہ جس چیز کو وہ منکر سمجھین اس کی نہی سے گذر کر اس پر خود ہی ایک من گھڑت
حد شرعی قائم کر دین اور ملزم کو سزا بھی دیدین۔ آج حجاز پر فقط سلطان نجد کی حکومت
نہین ہے بلکہ علمائے نجد اور نجدی قبائل بھی حجازیون پر حکمران ہین۔ ہم نے مذہبی تعصب
اور طواف و سعی و زمزم اور راستون مین ایک حد تک مجرمانہ غفلت کے سوا اہل نجد کی
زیادتی اور شکایت نہین سنی۔ استحصال بالجبر اور عورتون پر دست درازی وغیرہ سے جہان تک
ہم کو علم ہے ان کا دامن بالکل پاک ہے لیکن اس فرق کو ملحوظ رکھنے کے بعد یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا
کہ وہ اور باتون مین اپنے قلمرو مین دول یورپ کی استعماری فوج کی طرح محکوم قوم پر اپنے
حکمران اور اس کو اسی طرح حقیر سمجھتے ہین اور اس اپنے خود ساختہ قانون کا نفاذ کرنے مین
اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھتے ہین۔ موجودہ نظام حکومت کو اگر حجاز مین قائم رکھا گیا
تو اس کے یہ ہی معنی نہ ہون گے کہ ایک نجدی بادشاہ کی شخصی اور خاندانی حکومت اہل حجاز
پر قائم ہوگئی۔ بلکہ ایک بڑی حد تک اس کے یہ بھی معنی ہون گے کہ ایک پوری ایسی قوم
کی حکومت ایک اور قوم پر قائم ہوگئی جسے حاکم قوم اپنے سے ذلیل تر، بلکہ شرک کے گناہ
عظیم کی مجرم سمجھتی ہے اور اپنے ہر فرد کو مجاز سمجھتی ہے کہ وہ محکوم مجرم قوم کے ہر فرد کو جب
چاہے اور جس طرح بھی چاہے سزا دے لے۔ ملکیت کی مصائب سے تو پہلے بھی ایک دنیا واقف

تھی. مگر دول یورپ کے استعمار نے ہم جیسی محکوم قوموں کو ان زیادہ تکلیف دہ اور گوناگون مصائب سے بھی آشنا کر دیا ہے جو ایک محکوم قوم کو اس حالت مین برداشت کرنا ہوتی ہین جبکہ ان پر ایک دوسری قوم مسلط ہو - اور بجائے ایک بادشاہ کے وہ قوم کی قوم ان پر بادشاہت کرے. فرق صرف اسقدر ہے کہ دول یورپ کو صرف اپنی دنیوی برتری کا گھمنڈ ہوتا ہے، اور یہان حاکم قوم کو محکوم قوم پر تفوق دینی کا بھی غرور ہے اور اس بنا پر وہ محکوم قوم کو خسر الدنیا والآخرۃ کی دوگونہ عذاب مین مبتلا سمجھتی ہے -

امورِ دنیوی میں بھی عدم مساوات

۱۵ - دنیوی امور مین بھی حجاز کی نجدی حکومت مساوات کو ملحوظ نہین رکھتی، چنانچہ جہان تک ہمین علم ہے نجدی حجاج سے وہ محاصل نہین وصول کئے گئے جو باقی دنیائے اسلام کے حجاج سے وصول کئے گئے تھے اور جن کی روز افزون اور بالکل غیر متوقع ترقی سے حجاج نالان تھے. طواف، استلام، مقام ابراہیم پر ادائگی نوافل، زمزم بشے اور سعی و رمی، جمار، وغیرہ مین حاکم اور محکوم قومون مین ایک حد تک اسی طرح کا فرق نظر آتا تھا جو ہندوستان مین گورون اور کالون مین نظر آتا ہے اور حال مین، باوجود موتمر کی سبجکٹ کمیٹی کے فیصلہ کے جو قانون اسلحہ جاری کیا گیا ہے وہ اس فرق کو صاف نمایان کر رہا ہے -

علمائے نجد اور عدم مساوات

۱۶ - یہ عدم مساوات عوام ہی تک محدود نہین ہے بلکہ علماء نجد بھی اس مین شامل ہین. ہم اس موقع کو کبھی نہین بھول سکتے جبکہ سلطان کی دعوت پر بہت سے لوگ بیت باناجہ مین جمع ہوئے تھے اور بدعات کے متعلق بحث و مباحثہ ہوا تھا. مولانا عبد الحلیم رکن وفد جمعیت العلماء نے اس موقع پر بالکل صحیح فرمایا تھا کہ بدعات صرف "بناء علی القبور" تک محدود نہین ہین. بلکہ تکفیر اہل قبلہ بھی اس مین داخل ہے. اور افسوس ہے کہ بعض اہل نجد بھی

سے احتراز نہیں کرتے حالانکہ وہ "تمسك بالكتاب والسنة" کے دعویدار ہیں،
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ہمارا کلمہ پڑھا، ہمارے قبلہ کی
طرف منہ کرکے نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ ہم میں سے ہے۔ اس پر سلطان سخت
برافروختہ ہوئے اور "انا النجد" کہکر نجدیوں کی حمایت کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کیا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو ہماری قبروں کو پوجے اور ہماری
محترم ہستیوں سے دعا کرے وہ بھی ہم میں داخل ہے؟ اس کا تو مولانا عبد الحلیم صاحب ہی
نے اسی وقت جواب دیدیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کلمہ، قبلہ اور ذبیحہ کی شرکت پر
کسی اور چیز کو مستزاد بھی نہیں فرمایا تھا۔ مگر سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ امر تھا کہ شیخ عبد اللہ
بن بلیہد نے نہایت درشتی اور رعونت کے لہجہ میں کہا کہ اس شخص کو میرے سامنے بٹھاؤ
اور جب مولانا عبد الحلیم صاحب کو قاضی القضاۃ کے سامنے ایک کرسی رکھکر بٹھایا گیا
تو انہوں نے اسی لہجہ میں مولانا سے سوال کیا کہ عبادت کیا ہے؟ اس پر مولانا کفایت اللہ
صاحب رئیس وفد جمعیت العلماء کو دخل دینا پڑا۔ مولانا نثار احمد صاحب نے بھی جو جمعیت العلماء
کے وفد کے رکن تھے مگر شریک وفد نہ ہوسکے تھے ہمیں اطلاع دی کہ عین مسجد الحرام میں
ایک مباحثہ کے دوران میں انہی شیخ عبد اللہ بن بلیہد نے ان کو پنکھا پھینکر مارا۔
حقیقت یہ ہے کہ علماء نجد بظاہر اس کے دعویدار معلوم ہوتے ہیں کہ شریعت حقہ کا علم
انہی کو حاصل ہے اور یہی نہیں کہ ان کا مذہب اور مذاہب اربعہ سے بہتر ہے بلکہ حنفی
مذہب کو بھی وہ علمائے احناف سے بہتر جانتے ہیں۔ انہی حالات سے مجبور ہو کر ہم نے
بمشورہ جمعیت وفد جمعیۃ العلماء موتمر میں ایک تحریک پیش کی کہ تمام مذاہب اسلامیہ کے
متبعین کو ارض پاک حجاز میں عبادات، مناسک اور اعمال میں آزادی حاصل ہونی چاہیے اور کسی
کو مجبور نہ کیا جائے کہ کسی چیز پر جو اس کے مذہب میں جائز ہے عامل نہ ہو یا کسی چیز کو
جو اس کے مذہب میں جائز نہیں عمل کرے اور کس مذہب میں کیا چیز داخل ہے اور کیا
چیز داخل نہیں اس کا فیصلہ صرف اسی مذہب کے علماء مستند و معتبر کریں اور دوسرے مذہب
کے علماء اس میں مداخلت نہ کریں۔ گو یہ تحریک بالآخر منظور ہوئی لیکن اس پر سخت مباحثہ

اورا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ نامزدگان سلطان کو بہ طیب خاطر قبول نہ تھی، بہدم شدہ مبانی و مآثر کی تعمیر و تحفظ کے متعلق جو تحریک ہم نے پیش کی تھی اور جس میں خود بعض نامزدگان سلطان کے مشورہ پر ہم نے عمل کر کے ترمیم کر لی تھی اس کو بھی نامزدگان سلطان نے ایک ہفتے تک موتمر میں پیش نہ ہونے دیا اور یہ صرف آخری اجلاس موتمر میں بدقت تمام اور بعد خرابی بصرہ پیش اور منظور ہو سکے۔

نتیجہ

۱۰۰- ان حالات میں ہمارے نزدیک نجدی قوم کے ایک خاندان کی شخصی اور وراثتی حکومت قائم کرنا اور بھی زیادہ خرابیوں کا باعث ہوگا اور شخصی، خاندانی اور قومی تصادم کے علاوہ ہر وقت عقائد و عبادات کے تصادم کا بھی اندیشہ رہیگا۔ اہل حجاز شریفی حکومت سے سخت نالاں تھے مگر اس کی وجہ اس حکومت کا ظلم تعدی تھی۔ اہل حجاز موجودہ نجدی حکومت سے علاوہ اور وجوہ کے اس درجہ سے بھی نالاں ہیں کہ اب مذہبی ظلم، تعدی کا بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اس کے جاری رہنے کا انہیں سخت اندیشہ ہے۔

نجدی حکومت میں انتظامی اہلیت کی کمی

۱۰۱- ہم نے اس امر پر بھی کافی غور و خوض کیا ہے کہ موجودہ حکومت حجاز دنیاوی لحاظ سے کسقدر قابل اطمینان ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اسکی اہلیت کے قائل نہو سکے۔ اہل نجد اہل حجاز سے بھی کم متمدن ہیں اور ان میں اتنی انتظامی قابلیت بھی نظر نہیں آتی جتنی کہ اہل حجاز میں نظر آتی ہے۔ سلطان نجد بظاہر مجبور ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اپنے ہم ملک نجدیوں کے دائرے سے باہر ارکان حکومت حجاز منتخب کریں۔ چنانچہ مصری، کردی، اور شامی ارباب حکومت میں شامل ہیں اور یہ بالکل اسی قسم کے لوگ ہیں جس قسم کے شریف حسین اور امیر علی کے گرد ان کی حکومتوں کے زمانے میں جمع ہو گئے تھے۔ ہم نے ان میں "تمسک بالکتاب والسنۃ" کے عنصر کو ارباب حکومتہائے شریفی

سے کچھ زیادہ نمایاں نہیں پایا بلکہ ان میں سے اکثر اپنے وطنوں سے طلب دنیا کیلئے نکلے ہوئے اور تحصیل زر اور تحصیل اقتدار ذاتی میں کم و بیش مشغول معلوم ہوتے ہیں

ارباب حکومت کے متعلق بددیانتی کی شکایتیں

۱۹۔ متعدد ارباب حکومت کے متعلق رشوتیں لینے اور حکومت کیلئے سامان خریدتے وقت کمیشن حاصل کرنے اور بعض اوقات اس سے بھی بڑھ کر بددیانتی کی پیہم شکایتیں سننے میں آئیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہم ان امور کی تحقیقات نہیں کر سکتے تھے، اور ہم نہیں چاہتے کہ بلا ذاتی تحقیقات کے اس قسم کے الزامات کو سچا تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن ہم وثوق کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ الزامات بالکل بے بنیاد ہیں۔ البتہ یہ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر حکومت حجاز کسی حد تک مؤتمر اسلامی کے زیر نگرانی قائم کی گئی تو موجودہ ارباب حکومت سے کہیں بہتر کام کرنے والوں کا تقرر ہو سکے گا۔

تأمین الطریق

۲۰۔ حجاز کی، اور صرف حجاز ہی نہیں بلکہ ہر ملک کی پہلی ضرورت امن عامہ کا قائم کرنا ہے افسوس ہے کہ حجاز ایک مدت سے اس سے محروم تھا۔ اسلام نے ایام جاہلیت کا خاتمہ کیا تھا۔ اور علم کی روشنی کو نہ صرف حجاز بلکہ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا تھا۔ خداوند کریم کے بے شمار احسانات میں سے باشندگان حجاز پر یہ بھی احسان تھے جو رب بیت کعبہ نے قریش کو یاد دلائے تھے کہ اطعمھم من جوع و امنھم من خوف علم کی توسیع ہوئی تھی، اور سوال کرنے کی ذلت کا اہل حجاز کو پورا احساس ہو گیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ صدیوں سے جہالت پھر حجاز پر چھا گئی ہے اور تعلیم کے فقدان کے باعث معاش کے ذرائع اہل حجاز کے لئے مفقود ہو گئے ہیں اور مدتوں سے انہیں علم سے نفرت اور کسب معاش سے بیزاری ہے۔ البتہ حجاز اپنے تقدس کے باعث عالم اسلام کی زیارت گاہ ہے اس لئے بیشتر اہل حجاز حجاج اور زائرین کو اپنا شکار سمجھنے لگے ہیں، اور جو حجازی اب بھی قریش ہلیت

کی طرح تجارت میں مشغول ہیں وہ بھی حجاج سے اضعافاً مضاعفہ نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں
اور سوال اور سرقہ کا مرض تخفیف دہ حد تک پایا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ ترکوں کی شدید تندی
اسکی اصلاح نہ کر سکی۔ آج اہل حجاز ترکوں کو یاد کر کے روتے ہیں، اور ہم نے متعدد اکابر حجاز
کو باچشم پرنم یہ آیۂ کریمہ پڑھتے سنا ہے کہ وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ
مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس
الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ٥

ترجمہ:۔ (خدا ایک گاؤں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہاں کے لوگ (ہر طرح) امن و اطمینان
سے تھے، ہر طرف سے بافراغت ان کا رزق ان کے پاس چلا آتا تھا پھر انہوں نے خدا کی نعمتوں
کی ناشکری کی تو ان کے کرتوتوں کے بدلے میں اللہ نے ان کو مزہ بھی چکھا دیا کہ بھوک اور خوف
کو ان کا) اوڑھنا (بچھونا) بنا دیا۔) ہم سے خود حجازیوں نے بیان کیا کہ آج اپنی
ناداری اور فاقہ کشی پر ہم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کاش زرپاشی کے بدلے ترکوں نے
یہاں علم پاشی کی ہوتی۔ ان کو اعتراف ہے کہ تعلیم کے سب سے بڑے مخالف خود
اپنے زمانہ کے شریف ہوا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم میں سے ہزاروں خاندانوں
کے وظیفے مقرر تھے، اور ہم میں سے اچھے بھی صرف اکثر اسی پر قناعت کرتے تھے کہ مسجد
حرام یا مسجد نبوی میں نمازیں پڑھ لیں، کچھ قرآن پاک کی تلاوت کر لیا کریں، کچھ اوراد
وظائف پڑھ لیں اور باقی اوقات میں سوتے رہیں یا تفریحی صحبتوں میں وقت ضائع
کرتے رہیں۔ البتہ حجاز ریلوے کے نکلنے نے مدینۂ منورہ کے لوگوں کو تجارت کے فوائد
سے آگاہ اور اس طرف متوجہ کر دیا تھا، اور برخلاف بدوؤں کے، جن کے دل پر شریف نے
یہ بات جما دی تھی کہ ریل کے چلنے سے مسافر اونٹوں سے بے نیاز ہو جائیں گے اور تم تباہ
ہو جاؤ گے، اہل مدینہ حجاز ریلوے کے دوبارہ نکلنے اور ریلوں کی توسیع کے متمنی اور مشتاق
ہیں اور نوجوان ترکوں کا شکر ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے عین دوران جنگ عمومی میں
مدینہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی تھی، گو حجاز ریلوے کے آخری اسٹیشن واقع مدینہ منورہ
کے متصل اسکی دیواریں صرف قد آدم اٹھنے پائیں اور ترک اس نیک کام کو ناتمام

نہ پہنچا سکے۔ بہر حال حجاز میں جہالت اور سوال عام امراض ہیں، اور لوٹ مار بھی اب تک جاری تھی، جس کے محرک خود شریف ہوا کرتے تھے۔ ترکوں پر بھی اسکی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، مگر ہمکو بھولنا نہ چاہئے کہ ترک اس ارض پاک میں تلوار لے کر نہیں آئے تھے، بلکہ جھاڑو لیکر آئے تھے اور وہ حرمین الشریفین کی جاروب کشی کو عین سعادت سمجھتے تھے، انہوں نے یہاں سختی سے کام نہیں لیا ورنہ ایک حد تک وہ بھی قیام امن میں کامیاب ہو جاتے۔ الحمد للہ کہ سلطان ابن سعود کا دامن لوٹ مار کے محرک ہونے سے بالکل پاک ہے دوسروں کو وہ سوال سے بھی غالباً روکیں۔ گو خود عالم اسلامی سے موجودہ حکومت حجاز کا سوال جاری ہے، اور حجاج سے مختلف طریقوں پر ان کی حکومت بھی روپیہ وصول کرتی ہے اور انہوں نے بھی پرانے غلط طریقہ کو جاری رکھا ہے، کہ بجائے حکومت کے نام سے، اور عمال حکومت کے ذریعہ سے ٹیکس وصول کرنے کے وہ اب تک اونٹوں کے کرایہ میں تقریباً آدھوں آدھ کے شریک ہیں۔ لیکن سلطان نجد نے لوٹ مار کرنے والے قبائل میں سے بعض کو حجاز میں داخل ہوتے ہی اس سختی کے ساتھ سزا دی ہے، اور بعض کو ترکوں کی طرح بڑی بڑی رقمیں دیکر اس طرح راضی کیا ہے کہ لوٹ مار آجکل بالکل بند ہے۔

جدہ سے مکہ معظمہ، اور وہاں سے عرفات اور طائف اور مدینہ منورہ سے ینبع اور جدہ تک حجاج اور زائرین کے قافلے بے کھٹکے سفر کرتے ہیں، اور اس قلیل مدت ہی میں زائرین اور حجاج کو وہ اطمینان نصیب ہو گیا ہے کہ سات آٹھ اونٹ کے قافلے بھی اور پیادہ پا مسافر بھی پورے اطمینان کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر تو بدوی لکڑی پانی اور دیگر اشیاء فروختنی لے کر بھی قافلوں کے اندر نہیں آتے، اور باہر ہی سے ان چیزوں کو فروخت کرتے ہیں، اور کوئی بلاتا ہے تو کہتے ہیں کہ حکومت نے اندر آنے سے منع کر دیا ہے جو لوگ اس سے پہلے حج و زیارت کر چکے ہیں اور وہ بھی جنہوں نے پہلے یہ سفر نہیں کیا ہے مگر چند تول سے لوٹ مار کے بے شمار قصے سنتے آئے ہیں، محسوس کرتے ہیں کہ یکایک خوف و خطر کی فضا امن و امان سے بدل گئی اور بلا امتیاز عقائد ہر مسافر اس امر میں سلطان نجد کا مداح ہے۔

کیا یہ قیامِ امن پائیدار ہے؟

۱۴۲۔ ہمارے وفد نے متعدد بار اس کا اعتراف اور سلطان کا شکریہ ادا کیا ہے اور آج بھی ہم ان کی مدح کرتے ہیں اور ان کے شکر گذار ہیں۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس امن وامان کی بھی ایک قیمت ہونی چاہئیے، اور اس سے زائد عالم اسلام ادا کرنے پر راضی نہیں ہو سکتا۔ لوگ پہلے بھی باوجود قتل ونہب کے حج اور زیارت کے لئے اقطار وامصار دنیائے اسلام سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں آتے تھے لیکن نجدیوں کی مذہبی تنگ نظری اور تشدد اور محاصل کی غیر متوقع زیادتی نے امسال حجاج اور زائرین کو بددل کر دیا ہے اور اگر یہی حالت جاری رہی تو باوجود قیام امن کے ہمیں اندیشہ ہے کہ آیندہ حجاج وزائرین کی تعداد کم ہو جائیگی۔ محاصل کی زیادتی اگر ایک وقتی عارضہ ہے تو ممکن ہے کہ اسے ایک حد تک مجبوری تصور کیا جائے لیکن ہم افسوس کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں موجودہ ارکانِ حکومت پر اعتماد نہیں کہ یہ عارضہ وقتی رہے گا۔ یہی نہیں کہ حکومت موجودہ عالم اسلام سے بہت زیادہ تبرعات اور صدقات کی خواہاں ہے بلکہ ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اوقاف بھی اسکی دستبرد سے بچ سکنے میں کامیاب نہ ہوں۔ اوقاف کا مسئلہ موتمر میں پیش کیا گیا تھا اور گو ہمیں اس کی تحقیقات کرنے کا موقع نہ ملا کہ کہاں تک حجاز میں بھی غاصب اوقاف پر قابض ہو گئے ہیں۔ تاہم ہم ہندوستان کی حالت سے ایک حد تک اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہاں بھی اوقاف غاصبین کے غصب سے محفوظ نہ رہے ہونگے اور خود اہل حجاز سے ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ ہزاروں اوقاف پر لوگ قابض ہو بیٹھے ہیں اور ان میں بیجا تصرف کرتے ہیں۔ ہمیں اس کی ضرورت سختی کے ساتھ محسوس ہوئی کہ اوقاف کا احصار موتمر کی طرف سے اور حکومت کی مدد سے کیا جائے لیکن ہمارے نزدیک فی الحال پہلا قدم یہی اٹھانا چاہئیے کہ اوقاف کی پوری تحقیقات اور پھر انکا باقاعدہ اور بالتفصیل اندراج کرایا جائے اور واقف کا نام وقف کی جائداد تولیت منشائے

وقف اور سالانہ آمد و خرچ کی تسجیل کردی جائے۔ مگر نامزدگان سلطان کا اس پر
بھی اصرار تھا کہ حکومت کو اختیار دیا جائے کہ وہ ابھی سے اوقاف کی آمدنی میں تصرف
بھی کرسکے اور اس کو اعمال خیر جاری کرنے میں خرچ کرے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اس طرح
بعض اوقات واقفوں کی منشاء کے خلاف بھی وقفوں کی آمدنیاں صرف کی جائیں گی
اور جو شرعاً تصرف اسی حالت میں جائز ہے کہ وقف کا منشا خلاف شریعت ہو۔ نجدی
علماء اور موجودہ ارکان حکومت کی جو ذہنیت ہم کو معلوم ہوتی ہے اُس سے ہمیں خوف ہے
کہ اجرائے اعمال خیر میں نجدی عقائد کی تبلیغ و ترویج شامل ہو جائے گی۔ اس لئے ہم نے
محسوس کیا ہے کہ تعلیم کی توسیع میں اس وقت عقائد و عبادات کی "اصلاح" پر زیادہ توجہ
ہے اور کسب معاش کے ذرایع اہل حجاز کے لئے پیدا کرنے کی طرف جسکی سخت ضرورت ہے،
اس قدر توجہ نہیں ہے۔ جبتک اہل حجاز کو عام تعلیم کے علاوہ صنعتی و حرفتی تعلیم دیکر ان کے
لئے حصول معاش کے ذرایع پیدا نہیں کئے جائینگے۔ بدوی و حضری بھوک سے بیتاب ہو کر
پھر سرقہ اور سوال سے اپنا پیٹ بھرنا چاہیں گے اور جن لوٹ مار کرنے والوں کو آج خوف سے
مرعوب کیا گیا ہے، کل کو وہ اسقدر مرعوب نہ رہیں گے موجودہ حالت میں خوف سے بعض
قبایل کو مرعوب کرنا اور وظیفے دیکر بعض اور قبائل کو راضی کرنا ایک بڑی حد تک ناگزیر
تھا لیکن قیام امن اس وقت تک پائیدار نہ ہوگا۔ جب تک کہ تمام قبائل کی ذہنیت
نہ بدل جائے اور اس کی طرف حکومت کو جلد از جلد توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت موجودہ
کو جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ابھی قائم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے اور اسکے متعلق رائے
قائم کرنے کے وقت اس امر کے لحاظ رکھنے کی سخت ضرورت ہے ہم اس سے غافل نہیں،
مگر بایں ہمہ اور باوصف شکرگذاری سلطان نجد ہم یہ ظاہر کرنے پر مجبور ہیں کہ ہم کو قیام
امن کے پائیدار ہونے کے متعلق پورا اطمینان نہیں ہے

ہوس ملک گیری قیام امن کے منافی ہے

۲۲۔ اگر ہم مطمئن بھی ہو جائیں کہ اس طرح خوف و طمع سے قائم کی ہوئی امن پائیدار

بھی ہوگی تب بھی ہم اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ اندرونِ ملک کی لوٹ مار چند گروہ
نہ حجاج و زائرین نہ باشندگانِ حجاز کے لئے کافی ہے۔ لیٹرے قبائل کی تگ و دو محدود
ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے جنگجو اور حملہ آور بادشاہوں اور دیگر ملک گیروں کی تگ و دو
غیر محدود ہوتی ہے۔ اور جو قتل و غارت ایک سکندر ایک ہلاکو ایک چنگیز یا ایک تیمور
ایک نپولین یا موجودہ زمانے کی ایک استعماری دولت متمدنہ کے مطامع اور جوع الارض کا
نتیجہ ہوتی ہے وہ قزاقوں اور ڈاکوؤں کی قتل و غارت سے ہزاروں گنی زیادہ ہوتی ہے

ہم نے حال ہی میں دیکھا ہے کہ برسلز کے شہر میں اس کی متمدن حکومت نے پورا امن و امان
قائم کر رکھا تھا اور لوگ اطمینان سے اپنے گھروں میں رہتے تھے اور سفر کرتے تھے۔ لیکن
جنگ عمومی چھڑ جانے پر ہر دو فریق کی طرف سے جو نبرد آزمائی ہوئی۔ اس میں وہ بڑے
بڑے بازار اور امراء کے سکونتی محلے جن میں خس و خاشاک کا نظر آنا بھی تقریباً ناممکن
تھا اس طرح تباہ و ویران ہو گئے کہ بڑے سے بڑے لیٹرے قبائل کے قتل و نہب کے
باعث کوئی چھوٹا سا قریہ بھی اس سے پہلے تباہ و ویران نظر نہ آیا ہوگا۔ نہ معصوم سے
معصوم انسان کی جان محفوظ تھی نہ مال۔ بوڑھے اور بچے اسی طرح جنگ کی نذر ہوئے
جس طرح کہ باقاعدہ فوج کے مسلح سپاہی اور عورتوں کی عزت و ناموس کی بھی حفاظت
نہ کی جا سکی۔ آتش جنگ نے ایک لمحہ میں صدیوں کے قائم کردہ امن کو جلا کر پھونک دیا۔
اگر ارضِ پاکِ حجاز زور شمشیر ملک گیری کی رزمگاہ بن گئی تو سلطان نجد کا قائم کردہ
امن و امان کس کام آئے گا؟ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ ایران، عراق، شرق اردن، مصر
دیمن کے تعلقات سلطانِ نجد سے کیسے ہیں۔ اگر ان کو یا ان کے حمایتیوں کو یہ دعویٰ ہے
کہ انہوں نے ارضِ پاک حجاز کو اپنی تلواروں اور نیزوں کی نوکوں اور بندوقوں کی
گولیوں سے لیا ہے تو کون چیز اس کی مانع ہو سکتی ہے کہ وہ دوسرے بھی تیغ آزمائی کر کے
اسی طرح اس ارض پاک پر قبضہ کر لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطانِ نجد نے حجاز کو حجازیوں
سے بھی بزور شمشیر نہیں لیا ہے۔ اہل حجاز کو آٹھ برس کے شریفی مظالم نے مردہ کر دیا
تھا اور طائف والوں تک کو شریف حسین اور امیر علی نے دھوکے میں رکھا کہ وہ قبائل نجد

روضۂ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ
واقع جنت البقیع (مدینہ منورہ) قبل انہدام
(فوٹو دسمبر سنہ ۱۹۲۵ع از مسٹر شعیب قریشی)

روضۂ سیدنا حضرت عثمان رضي اللہ تعالے عنہ
واقع جنت البقیع (مدینہ منورہ) بعد انہدام
(فوٹو جولائي سنہ ۱۹۲۶ع از مسٹر شعیب قریشی)
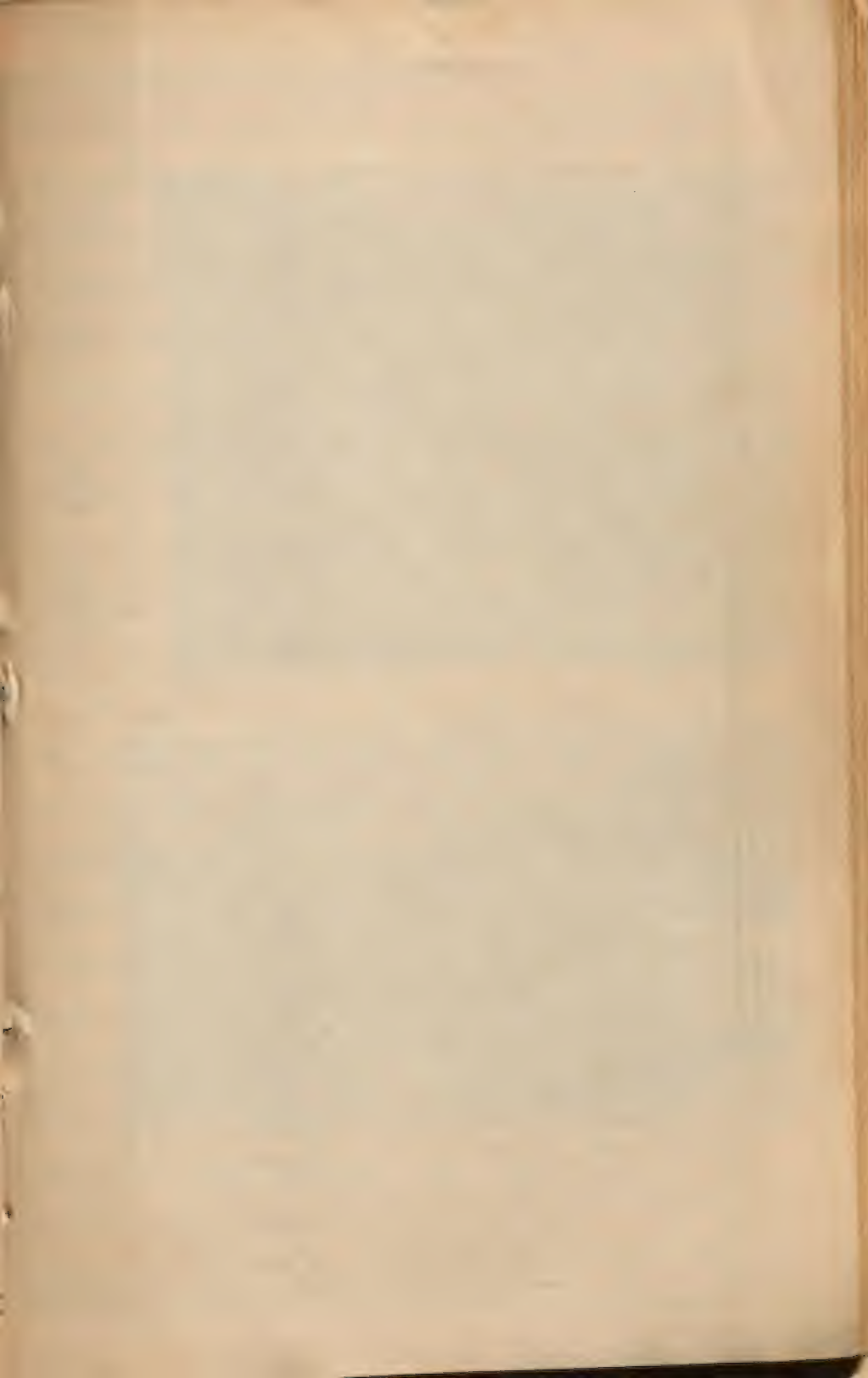
سے ان کی حفاظت کرینگے، حالانکہ دونوں طائف اور مکہ مکرمہ چھوڑ کر جدہ بھاگے جا رہے تھے اس پر بھی جدہ بزورِ شمشیر نہیں لیا جا سکا۔ شمشیر کے ساتھ بین الاقوامی تدبیر کو بھی سقوطِ جدہ میں دخل تھا۔ لیکن یہ مان بھی لیا جائے کہ حکومت حجاز اور اہل حجاز دونوں سے سلطان نجد نے حجاز کو بزور شمشیر لیا ہے، تب بھی یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اور مسلمان امراء و سلاطین ملک گیری کی ہوس اور شمشیر زنی کے ولولے میں تیغ آزمائی کر سکتے ہیں ؏

دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ظاہر ہے کہ باہر کا فتنہ اس طرح فرو نہیں ہو سکتا، لیکن حجاز میں اندر کا فتنہ بھی موجود ہے اور وطنی فتنہ پر دینی فتنہ مستزاد ہے اور رعایا میں انقلاب کی خواہش ایک فاتح کے ذوق ملک گیری سے کچھ ہی کم قتل و غارت کا باعث ہو سکتی ہے۔ ہم کو اس کی کافی سے بہت زیادہ شہادت مل چکی ہے کہ اہل حجاز، سلطان نجد کے ملک الحجاز بنتے وقت اُن سے خوش تھے نہ آج اُن سے اور ان کی حکومت سے خوش ہیں۔

امیر علی کی وزارتِ خارجہ کی ایک تحریر

۲۴۔ ہمارے وفد کے رئیس سید سلیمان ندوی کی صدارت میں جو وفد ۱۸ دسمبر ۱۹۲۴ء کو جدہ گیا تھا اسکے نام امیر علی کی وزارت خارجہ نے اپنے مراسلہ نمبر ۹۳ مورخہ ۱۷ رجادی الثانی ۱۳۴۳ھ میں لکھا تھا کہ

"آج کے بعد سے مملکت حجاز کو موجودہ بادشاہ حجاز کے سوا کسی سے کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ اسلئے کسی کی طرف دیکھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔اور حجاز نے قطعی ارادہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے موجودہ بادشاہ سے آخر دم تک وابستہ رہیگا۔ اور اس نے اپنے مستقبل زندگی کے متعلق بادشاہ مذکور کی بعیت کر کے اور دستوری حکومت کے قیام کا ارادہ کر کے اپنے متعلق قطعی فیصلہ کر لیا ہے اور یہ سخت وقت جس میں حجازی قوم نے بغیر اکراہ کے بادشاہِ حال کی بعیت کی ہے۔ خود مملکت حجاز کی وطنی روش اور قومی خوشی کا

- پر بہترین گواہ ہے"۔

لیکن ہم نے دیکھ لیا ہے، کہ امیر علی سے "آخر دم تک" وابستگی کے کیا معنی تھے اور ان سے "بغیر اکراہ کے" بیعت کی اصلیت کیا تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت شریف حسین اور ان کی اولاد کے پنجہ ظلم و الحاد سے مملکت حجاز چھوٹی تو اس کی وطنی روش اور قومی خواہش نے صاف گواہی ادا کر دی، ہم نے دیکھ لیا ہے، کہ جو گواہی اس سے پہلے دلوائی گئی تھی وہ کسقدر جھوٹی تھی۔ مملکت حجاز آج نجدی حکومت کے پنجہ سے آزاد نہیں ہے لیکن اس کی وطنی روش قومی خواہش اور دونوں سے زیادہ اس کا مذہبی میلان صاف گواہی دے رہا ہے، کہ وہ موجودہ بادشاہ حجاز سے ایک لحظہ کے لئے بھی وابستہ رہنا نہیں چاہتا۔ اور بادشاہ حال کی بیعت بغیر اکراہ نہ تھی۔ ہمیں ہر طبقہ کے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن ہم نے سوائے چند کے کسی کو بھی جو نجدی عقائد کا نہ تھا، موجودہ حکومت سے خوش نہ پایا۔ بہتوں نے اس کی بھی شکایت کی کہ جمعیت خلافت ہند ہی موجودہ حکومت کے قیام کا باعث ہوئی اور گو ہم نے ان کو مطمئن کر دیا کہ یہ خلاف واقعہ ہے تاہم ان کی آنکھیں ہندوستان پر لگی ہوئی ہیں کہ جس طرح اہل ہند نے اپنی پوری اخلاقی قوت شریف حسین اور امیر علی کے خلاف صرف کر دی۔ اسی طرح موجودہ طرز حکومت حجاز کے خلاف بھی صرف کریں گے۔ ہندوستان میں یہ بھی مشہور ہوا تھا کہ سلطان نجد اہل حجاز ہی کو مختلف عہدوں پر حجاز میں مامور کر رہے ہیں۔ اور "حجاز للحجازیین" کے اصول پر کاربند ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جتنے بڑے بڑے عہدے ہیں، تقریباً ان سب پر نجدی یا نجدیوں کے ہم عقیدہ اشخاص کو مقرر کیا جا رہا ہے اور جو چند حجازی بعض چھوٹے عہدوں پر مامور ہیں وہ بھی اپنی ملازمت کو عارضی سمجھتے ہیں بلکہ بعض کو تو اندیشہ ہے کہ کہیں ملازمت ہی سے نہیں، بلکہ مملکت حجاز سے بھی خارج نہ کر دئے جائیں۔ موسم حج سے پہلے ایک بڑی تعداد جن میں سے کچھ ضرور شریفی حکومت کے ارکان تھے قید اور خارج البلد کر دئے گئے تھے، لیکن انکی صحیح تعداد کا ہم کو پتہ نہ چل سکا۔ نہ ان کے قصور اور موجودہ قیام کا۔ ایک ترکی خاتون نے جو ان میں سے ایک کی مطلقہ

بیوی تھیں، ہم سے استدعا کی کہ ان بچوں پر رحم کھا کر جنکا ذریعہ معاش صرف ان کے سابق شوہر کی آمدنی کا ایک حصہ تھا۔ ہم ان کے سابق شوہر کی رہائی کے لئے حکومت سے سفارش کریں۔ اور کم از کم حکومت کو اسی پر رضامند کردیں کہ ان کا قصور بتا دیا جائے اور ان پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے۔ ہم ان کے سابق شوہر کے حالات سے واقف نہ تھے اور رہائی کی سفارش کرنا ہمارے امکان سے خارج تھا۔ تاہم ہم نے حافظ وہبہ سے ان کے متعلق ذکر کیا، تو ہم کو بتایا گیا کہ حکومت کے پاس تحریری ثبوت موجود ہے کہ یہ سب لوگ ایک سازش میں شریک تھے۔ جس کا منشا تھا کہ موسم حج میں انقلاب حکومت کی کوشش کی جائے اور حافظ صاحب موصوف نے ہم کو یقین دلایا کہ ان پر باقاعدہ کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائیگا ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کسی پر بھی مقدمہ چلایا گیا یا نہیں۔ لیکن اب سننے میں آیا ہے کہ ایک بڑی تعداد کو جلاوطن کر دیا گیا ہے بہر حال ہماری روانگی جدّہ سے دوسرے ہی . . . دن نافذ کردہ "قانون اسلحہ سے صاف ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ موتمر کی "سبجکٹ کمیٹی" کے سامنے پیش شدہ نجدی تحریک سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ حکومت حجاز کو اہل حجاز کی رضامندی پر مطلق بھروسہ نہیں ہے اور وہ اہل حجاز کو اسی طرح مرعوب و خائف رکھنا چاہتی ہے۔ جس طرح کہ یورپ کی استعماری دولتیں مشرقی محکوم قوموں کو مرعوب و خائف رکھتی ہیں۔ ان حالات میں علاوہ بیرونی حملہ آوروں کی ہوس ملک گیری کے موجودہ حکومت حجاز کو خود باشندگان حجاز کی خواہش آزادی سے بھی سابقہ پڑا۔ ہمیں لازمی معلوم ہوتا ہے اور حجاز کو موجودہ حکومت کے ہاتھ میں چھوڑ دینے کے یہی معنی ہیں کہ اس بقعہ مبارکہ کو ایک رزمگاہ بنادیا جائے جس میں مدتوں آتش جنگ مشتعل رہے۔ یہ خود مسلمانان عالم کو ہرگز گوارا نہ ہوگا۔ لیکن اس سے کہیں بدتر وہ زمانہ صلح و امن ہوگا۔ جو غیر مسلم استعماری دولتوں کی مداخلت کے بعد جو ایسے حالات میں یقینی ہے، بظاہر آنے والا ہے۔ خدا ارض پاک حجاز کو جس کے حرموں کی حدود میں گھانس اور درخت کی ٹہنی بھی نہیں توڑی جاسکتی اور مور و مگس تک محفوظ ہیں، اس کشت و خون اور فساد و سفک دم سے بچائے،

اس خدا نے جس نے مکہ مکرمہ کو "بلد الامین" کا خطاب دیا' اور جس نے ہم سے وعدہ کیا کہ من دخلہ کان آمنا بیشک اسکی قدرت رکھتا ہے کہ وہ ارض حجاز میں امن و امان قایم رکھے، لیکن وہ مسبب الاسباب ہے اور آج کے تیرہ سو برس پیشتر اپنے رسول پر وحی نازل فرماکر اس نے یہ کام ہمارے سپرد کیا ہے کہ ارض مقدس حجاز کو کفر و شرک کی نجاست سے پاک رکھیں اور کفار کو اس کے پاس بھی نہ پھٹکنے دیں' اور وہی مرد آخر بین مبارک بندہ ہے جو کفار کے معاملہ کو روکنے کی پہلے ہی سے کوشش کرے' اور کفار کی داخلہ کے سب راستے پہلے ہی سے بند کر دے۔ دول یورپ کے داخلہ کا جو کھٹکا شریف حسین کی غداری کے بعد سے مسلمانان عالم کو ہر وقت لگا رہتا تھا ایک حد تک آج بھی موجود ہے، سنا جاتا ہے کہ جدہ کے تار گھر کو برطانیہ کے داخلہ کی دہلیز جلد بنایا جانیوالا ہے' یہ خطرہ اسقدر پریشان کن اور وحشت انگیز ہے کہ ہم کامل ثبوت بہم پہنچنے تک صبر نہیں کر سکتے' اور جو تردد و تشویش ہم کو لاحق ہے اس سے اپنے ہم مذہبوں اور بالخصوص مسلمانان ہند کو ناآشنا نہیں رکھنا چاہتے۔ ہمارے نزدیک سلطان نجد کے وعدوں سے مسلمانان عالم کو نہ اطمینان ہو سکتا ہے نہ ان کو اطمینان ہونا چاہیئے۔ یہ اطمینان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ حجاز میں ایک حجازی جمہوری حکومت قایم ہو جائے۔ اور اس پر چند ضروری امور میں مندوبین عالم اسلام کی نگرانی ہو' اسی وقت یہاں پایدار امن قایم ہو سکے گا۔ اور اسی وقت یہ بقعہ مبارکہ آتش جنگ سے مامون و مصئون ہوگا' اسی کے لئے سلطان ابن سعود نے ۵ ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ کو موتمر اسلامی کی دعوت دی تھی" اور دعوت نامہ میں تحریر فرمایا تھا" الحجاز للحجازیین من جہت الحکم وللعالم الاسلامی من جہت الحقوق المقدس التی لہ فی ہذا البلاد (حکومت کے لحاظ سے حجاز حجازیوں کے لئے ہے اور ان حقوق مقدسہ کے لحاظ سے جو دنیائے اسلام کو حجاز میں حاصل ہیں، حجاز تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے ہے) اسی دعوت نامہ میں سلطان نے لکھا تھا کہ والذی نفسی بیدہ لم ارد التسلط علی الحجاز ولا تملکہ وانما الحجاز ودیعۃ فی یدی الی الوقت الذی یختار الحجازیون فیہ لبلادہم والیا منہم

يكون خاضعا للعالم الاسلامي وتحت اشراف الامم الاسلاميه والشعوب الملتي ابدت غيرة مثل كريكا المنود (

ترجمہ:۔ اور میں اس خدائے برتر کی قسم کھا کر جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، کہتا ہوں کہ میرا مقصد حجاز پر تسلط یا حکومت کرنا نہیں ہے۔ حجاز میرے ہاتھ میں اس وقت تک امانت ہے جب تک کہ اہل حجاز خود اپنے میں سے ایسے حاکم کا انتخاب کرلیں جو عالم اسلامی کی بات ماننے والا اور ان اقوام اسلامیہ اور طبقات ملیہ کے زیر نگرانی ہے، جنہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی طرح سچے غیرت وحمیت کا ثبوت بہم پہونچایا ہے) اسی دعوتنامہ میں جہاں یہ درج تھا کہ حکومت حجاز داخلی امور میں خود مختار ہوگی وہیں یہ بھی درج تھا کہ حدود حجاز کی تعیین اور نظام مالی، و عدالتی ادارتی، حجاز کے لئے تشکیل اُن حدود میں کے لئے ہوگی، جن کو اقوام اسلام اس کا اختیار دینگی، ہماری رائے میں سلطان نجد کا یہ ارادہ یقیناً ایسا تھا کہ وہ اس پر قائم رہتے اور آج اسی کا اُن سے مطالبہ کرنا چاہئے۔

حجاز میں امن کی خاص ضرورت

۱۴۔ ہم نے حجاز کی سرزمین کے لئے قیام امن کو سب سے بڑی ضرورت بتایا تھا۔ یہ نہ صرف اسلئے کہ ہر ملک میں قیام امن سب سے ضروری چیز ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ سرزمین دنیائے اسلام کی زیارت گاہ ہے اور جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو اس وادی غیر ذی زرع میں بسایا تھا، اور خداوند کریم سے ان کے لئے دعا کی تھی تو اس رزاق نے اپنی مسبب الاسبابی سے حجاج کو ان کے رزق پہونچانے کا ذریعہ مقرر فرمایا تو ایک ایسے ملک میں جسکی اپنی آمدنی بہت ہی قلیل ہو اور جس کا دار و مدار تقریباً تمامتر باہر سے آنے والے حجاج پر ہو، حجاج کے آرام و آسائش سے متعلق پورا انتظام کرنا وہاں کی حکومت کا اولین فرض ہونا چاہئے۔

سڑکوں کی حالت

۲۵۔ "تامین الطرق" کے متعلق ہم اوپر اپنی رائے ظاہر کر چکے ہیں، لیکن اب "طرق" کے متعلق بھی اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس وقت سوائے حجاز ریلوے کے، جسے دشمنان اسلام نے دوران جنگ میں جگہ جگہ سے توڑ دیا تھا، اور جس کے دوبارہ بنوانے کی توفیق ان کے حلیف غدّار شریف حسین کو آٹھ برس میں کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ حجاز میں کوئی سڑک نظر نہیں آتی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خلفائے بنو امیہ اور بنو عباس نے کیسی سڑکیں بنوائی تھیں، لیکن قیاس یہی ہے کہ اس ریتیلے اور پتھریلے ملک میں جبکہ آج بھی کوئی پختہ سڑک نہیں ہے، حالانکہ دنیا کے اور ممالک میں بہتر سے بہتر سڑکیں بن چکی ہیں، جن پر تیز رو گاڑیاں اور موٹریں بہت سرعت کے ساتھ اور بغیر جھٹکوں کے قطع منازل کرتی ہیں، اس وقت جبکہ پختہ سڑکیں کم تھیں کوئی پختہ سڑک نہ ہوگی۔ بہرحال کسی سڑک کا نام نہیں اور طریق سلطانی، یا درب سلطانی کی اس پگ ڈنڈی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں جو اونٹوں کے صدیوں سے چلنے سے پڑ جاتی ہے۔ چونکہ زمین یا تو اکثر ریتیلی ہے، یا پتھریلی، اس لئے اس پگ ڈنڈی کا بھی فقط ایک دھندلا سا نشان ہے، جسے رات کو صرف بدو اور ان کے اونٹ ہی پہچان سکتے ہیں۔ البتہ کہیں کہیں دو رویہ کچھ پتھر نظر آتے ہیں جو نشان راہ کا کام دیتے ہیں۔ اگر وہ کہیں سے ہٹ گئے ہیں تو کسی کو توفیق نہیں ہوئی ہے کہ انہیں پھر وہاں رکھ دے۔ اسی پر کیا منحصر ہے، اس وقت تک حج کے متعلق جس قدر حرکوں کی زیبائشی کے بعد حکومت حجاز کا تمام تر دارومدار ہے، کوئی محکمہ انتظامات حج کے لئے نہیں قائم کیا گیا، البتہ موتمر میں مولانا ثناء اللہ صاحب کی تجویز منظور ہوئی ہے کہ حکومت حجاز حج کا ایک محکمہ قائم کرے ہندوستان کے مسلمانوں نے اس خبر کو بڑی دلچسپی اور شکر گزاری سے سنا تھا۔ کہ نجدی حکومت حجاز نے اپنے پہلے ہی سال میں حجاج کو جدہ سے مکہ معظمہ تک پہنچانے

کے نئے موٹروں کا انتظام کر دیا، مگر افسوس ہے کہ جس کمپنی کو موٹروں کا اجارہ دیا
گیا تھا، موٹروں کے لئے سڑک کی درستی کا کام بھی اسی کے سپرد کیا گیا، سُنا گیا ہے
کہ اس اجارہ کے دینے میں بھی عمال حکومت نے پوری دیانتداری سے کام نہیں لیا
ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ الزام کہاں تک درست ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ انتظام
نہایت خراب ہوا، اور ابھی اطلاع ملی ہے کہ کمپنی کا اجارہ توڑ دیا گیا۔ اس کمپنی کے کام
کرنے والوں میں غیر مسلم بھی شریک تھے، جو اسی سلسلہ میں ہمیں شمیسی تک جو حدیبیہ کے
تاریخی مقام سے بالکل متصل ہے، اور جس سے تھوڑے ہی فاصلہ پر وہ علمیں ہیں جہاں
سے حدودِ حرم شروع ہو جاتی ہیں، ہمیں نظر آئے۔ کمپنی نے سڑک کی اسی قدر درستی کی تھی
کہ دو چار مقامات پر جہاں ریت بہت زیادہ تھا، کچھ پتھر توڑ کر ڈالدئے تھے۔ اس کے
سوا راستہ کی کچھ اصلاح نہیں ہوئی، اور سڑک صرف اس وادی کا نام ہے جو جانبین
کی پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ اس کا اکثر حصہ سخت ریتیلا ہے، اور معمولی موٹروں
کو بھی اس پر سے گذرنے میں سخت دقت ہوتی ہے، اور ریت موٹر کے ٹائرز کو جلد کاٹ
دیتا ہے۔ موٹر لاریوں کا گذرنا تو سخت مشکل ہے اور خود وہ موٹر لاری جس پر ہمارا اور
جمعیۃ العلماء کا وفد سلطان کا مہمان ہو کر گیا تھا، بار بار ریتے میں دھنس جاتی تھی،
اور گھنٹوں کی محنت شاقہ کے بعد ہم صبح کے چلے ہوئے دو بجے کے قریب مکہ معظمہ پہنچے
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس سفر کے متعلق عام خیال تھا، کہ جدہ سے آنے والے حجاج موٹروں
اور موٹر لاریوں میں طے کریں گے۔ وہ حسب معمول زیادہ تر اونٹوں ہی پر طے کیا گیا، اور
صرف خال خال حجاج موٹروں سے مستفید ہو سکے۔ ہندوستان میں یہ خبر بھی نہایت
دلچسپی سے سنی گئی تھی کہ مدینہ منورہ کو بھی حج سے پہلے ایک سلطانی موٹر گئی تھی جس نے
اس سفر کو ۲۵ گھنٹے میں طے کیا تھا، اور یہ بھی سُنا گیا تھا کہ اس کے بعد ایک موٹر نے
اس راستے کو ۱۴ گھنٹے میں طے کیا تھا، اور امید کی جاتی تھی کہ جلد یہ راستہ ۱۰ گھنٹے
میں طے کیا جا سکے گا۔ ان خبروں کے سننے سے ہمیں امید ہوتی تھی کہ ہم بھی اس
راستے کو موٹر میں طے کر سکیں گے، اور جو وقت اس طرح سفر میں بچ جائے گا اُسے

طائف، خیبر، اور دیگر مقامات کو جانے میں صرف کر سکیں گے۔ مگر مکہ معظمہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی موٹریں مدینہ منورہ نہیں جاتیں، البتہ ایک موٹر میرٹھ کے مشہور رئیس شیخ ... جمال الدین بھیا جی اپنے ہمراہ لے گئے تھے، جس کے داخلے پر حکومت حجاز نے نو سو روپے کا ٹیکس لگایا۔ انہوں نے اسی موٹر میں مدینہ منورہ کا سفر کیا جو ۱۸ گھنٹہ موٹر کے چلنے میں طے ہوا۔ مگر کئی بار چکر کاٹ کر جانا پڑا۔ قضیمہ اور رابغ کے قریب سمندر کے کنارے کی زمین ہموار اور سخت ہے، اور وہاں ریل کی پٹری بھی شاید بغیر کسی زیادہ صرف کے ڈالی جا سکے لیکن باقی راستہ ریتیلا اور پتھریلا ہے، اور بعض جگہ تو پہاڑی ہے اور نہایت دشوار گزار ہے۔ ممکن ہے کہ پانی کی کمیابی ایک حد تک پختہ سڑک بننے کا باعث ہوئی ہو لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے کوئی دشواری ایسی نہیں کہ جس سے ہم عہدہ برآ نہ ہو سکیں اس وقت تک سواری صرف اونٹ کی ہے، اور شغدف اور شبریہ میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ جدہ سے مکہ معظمہ کا راستہ دو دن کا ہے، اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کا دس سے بارہ دن تک کا ہے، اور مدینہ منورہ سے ینبع کا پانچ چھ دن کا ہے، اور مدینہ منورہ سے جدہ کا دس دن کا۔ بہرحال جدہ سے مکہ معظمہ تک جانا تو ہندوستان اور مصر وغیرہ کے حجاج کے لئے ناگزیر ہے، اور دو دن کی تکلیف کوئی ایسی تکلیف نہیں لیکن زیارت روضہ رسولؐ و حرم نبویؐ فرض نہیں ہے، اس پر بھی ہر سال کم و بیش ایک لاکھ زائرین مدینہ منورہ کا سفر کرتے ہیں، اور جو کچھ تجربہ اس سفر کا خود ہمیں ہوا ہے اسکی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس ۲۰-۲۲ دن کے سفر سے اس محبت کا کچھ صحیح اندازہ ہو سکتا ہے، جو کروڑوں بندگان خدا کو حضرت خاتم النبیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے ہے۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ زائرین اس قسم کی تکلیف اٹھانے پر ہمیشہ مجبور کئے جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت حجاز کی صحیح اور منظم طریقہ پر تشکیل کے بعد عالم اسلامی کے تبرعات سے مکہ معظمہ سے عرفات تک، اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک، اور وہاں سے ینبع اور جدہ تک ریل تیار ہو جائے گی، اور جب تک یہ بڑا کام انجام پائے، ان راستوں میں پختہ سڑکیں جن پر ایک طرف موٹریں اور دوسری طرف گاڑیاں چل سکیں بنا دی جائیں گی۔

تاہم جبتک یہ بھی نہ ہو، اور شغدف اور شبریہ سے حجاج و زائرین کو مفر نہ ملے، اونٹ والوں پر ایک موثر نگرانی حکومت کی طرف سے ہونا چاہئے۔

منزلوں میں فقدان انتظام

۲۶ - لیکن سفر سے کہیں زیادہ تکلیف دہ منزلوں مین ..... انتظام کا فقدان ہے کسی منزل مین مسجد تو مسجد ایک کچے چبوترے کا بھی نشان نہین، جو اگر سارے قافلہ کے لئے مسجد کا کام بھی نہ دے، تب بھی سمت قبلہ بتا سکتا ہے۔ کیا یہ عبرت کا مقام نہین ہے کہ تیرہ سو برس کی مسلمان بادشاہون کی حکومت کا نشان کہین بھی مسجد کی شکل مین نظر نہین آتا؟ ہر منزل پر پانی کا کنوان ضرور ہے۔ اور حقیقتاً انہین کنوون کے لحاظ سے منزلین قرار دی گئی ہین۔ لیکن بعض اوقات پے درپے آنے والے قافلون کے لئے ایک کنوان کافی نہین ہوتا اور بعد کے آنے والون کو آخر مین نہایت گدلا پانی میسر آتا ہے۔ نہین معلوم ان منزلون کے علاوہ رستہ مین کہین اور بھی کنوئین کھودنے کی کوشش کی گئی ہے یا نہین؟ بہرحال منزل پر جہان ایک کنوان ہے وہان اور کنوون کے کھودے جانے سے پانی ملنے کا بظاہر امکان ہے۔ مگر اس طرف بھی کوئی توجہ نہین گئی۔ کسی منزل پر سوائے ایک دو مقامات کے جہان کچے مکان نظر آتے ہین۔ مسافرون کے لئے نہ کوئی مکان ہے نہ کھجور کی پتیون ہی سے بنا ہوا کوئی جھونپڑا۔ سخت سے سخت مریض کے لئے بھی سوائے شغدف کے آرام و استراحت کی کوئی جگہ نہین۔ یہی نہین بلکہ بیت الخلا بھی کسی منزل پر نہین بنائے گئے اور مرد تو مرد عورتون کو بھی حوائج ضروری کے لئے سخت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ حجاج یا معلم اپنے ساتھ کپڑے ٹاٹ کے چند بیت الخلا لے جاتے ہین۔ لیکن ان کے نصب کرنے کے لئے بھی کوئی جگہ مقرر نہین۔ ہر طرف غلاظت پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور انسانی بول و براز اور اونٹ کی مینگنیون کی تہ پرتہ موسم حج مین ہر روز منزل پر چڑھتی جاتی ہے۔ اور یہی بظاہر صدیون سے ہوتا آیا ہے۔ منزل کا سارا میدان گویا ایک سنڈاس ہے۔ جو سیکڑون برس سے آج تک صاف نہین ہوا۔ اور اگر ... شمس اور ... رمل نہ ہوتے تو ہر منزل مختلف امراض کے جراثیم

کے لئے ایک تربیت گاہ یا "نرسری" ہوتی۔ اب بھی ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ جو تھوڑی بہت بارش اس راستہ میں ہو جاتی ہے۔ اس سے کنووں کا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ اور یہی ان بہت سے امراض کا سبب ہوتا ہے جن کے باعث راستہ میں اور مدینہ منورہ میں اور سمندر کے راستہ میں واپسی کے وقت حاجیوں کی کثیر تعداد مر جاتی ہے۔ منزلوں پہ مساجد کی تعمیر جو قرب وجوار کے بدوی کے بچوں کی تعلیم گاہ کا بھی کام دیں بغیر صرف کثیر تیار کی جا سکتی ہیں۔ اور اگر پتھر کے، یا کچے مکانات نہیں، تو کھجور کی پتیوں کے جھونپڑے بھی تھوڑے ہی سے صرف سے تیار کئے جا سکتے ہیں تاکہ لوگ انہیں کرایہ پر لے سکیں، اور کم از کم موسم حج کے لئے چھوٹے چھوٹے دو اخانے کھولے جا سکتے ہیں۔ اور بیت الخلاؤں کا مردوں اور عورتوں کے لئے تھوڑے ہی صرف سے بہتر سے بہتر انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اور اونٹوں کی مینگنیاں وغیرہ بھی قافلوں کی روانگی کے بعد اٹھوادی جا سکتی ہیں۔ جن کا کہ شاید کھاد کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکے اور اس کی قیمت سے صفائی کے اخراجات بھی ایک حد تک ادا ہو سکتے ہیں

منیٰ کی حالت

۷۲۔ منیٰ میں حالانکہ ترکوں کے زمانہ سے منحر میں خندقیں کھو دی جاتی ہیں جن میں قربانی ہوتی ہے تقریباً سارا کا سارا گوشت اکثر مع کھال وغیرہ کے ڈال دیا جاتا ہے۔ تاہم ہم نے دیکھا کہ اس پر بھی ہر طرف گوشت پڑا سڑ رہا تھا اور خود منحر کے قریب جہاں مصری محمل کی قیام گاہ ہے۔ اور اس کی ہمراہی مصری فوج کا پڑاؤ ہے اور قریب ہی سلطان اور ان کے مقربین کے خیمے ہوتے ہیں۔ اس قدر تعفن تھا کہ وہاں بیٹھنا دوبھر ہو گیا تھا۔ یقیناً گوشت کو سوائے ان خندقوں کے اور جگہ ڈالنے کی ممانعت ہوگی۔ تاہم ہم نے سارے منیٰ میں سلطانی فوج یا پولیس کے ایک شخص کو بھی نہیں دیکھا۔ جو لوگوں کو اور جگہ گوشت پھینکنے سے روکتا ہو یا پڑے ہوئے گوشت کو اٹھوانے کا کوئی انتظام کرتا ہو۔ اول تو ہم نے اس کو سخت بد انتظامی پر محمول کیا۔ لیکن جب سلطان سے ملاقات کیلئے

شاہی خیمہ کی طرف سے جاتے ہوئے اس سے تیس چالیس قدم ہی پر ایک ڈبے کو رشتے ہوئے دیکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ حقیقتاً یہ بد انتظامی نہیں ہے بلکہ انتظام کا فقدان ہے۔ منیٰ میں جو مسجد خیف واقع ہے۔ اس میں بھی صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔ اور وہاں کی گندگی کی حالت دیکھکر ہم کو شرم آتی تھی۔

عرفات کی حالت

۲۸۔ عرفات کے وسیع میدان میں جہاں لاکھ دو لاکھ حجاج ایک ہی وقت میں جمع ہوتے ہیں مطلق کسی قسم کا نظم نہ تھا۔ جس کا جہاں جی چاہتا تھا تمبو تان لیتا تھا۔ اتنے وسیع میدان میں کسی تقسیم اور کسی سڑک کا نہ ہونا سخت پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص اپنے یا اپنے معلم کے خیمہ کو چھوڑکر کچھ دور مثلاً مسجد نمرہ یا جبل رحمت کی طرف چلا جائے تو واپسی میں اپنے خیمہ کا پانا اس کے لئے نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی حاجی دن دہاڑے کھوئے جاتے ہیں۔ اور چونکہ غروب کے وقت عرفات سے واپسی لازمی ہے۔ اس لئے گم شدہ ساتھیوں کے باعث قافلہ والوں کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے تھوڑے ہی صرف سے اور صرف چند ہفتوں کی کوشش میں نہایت آسانی سے ممکن ہے کہ ایک مرکز سے مختلف سمتوں میں دور دور پتھر رکھکر اور ان پر چونے کی قلعی کرکے راستے بنا دئے جائیں اور ان کے مختلف نام رکھدئے جائیں۔ اور مختلف ممالک کے لوگوں یا مختلف معلموں کے حجاج کے لئے پہلے سے سڑکیں مخصوص کردی جائیں جن کے ہر دو جانب ایک ترتیب سے خیمے استادہ کئے جائیں۔ وسط میں پولیس کا دفتر اور شفاخانہ وغیرہ ہو جہاں گمشدہ حاجی اپنے قافلہ کا، یا ان کے رفقا۔ ان کا پتہ چلا سکیں اور مریضوں کی دوا دارو ہو سکے۔ اور پورے میدان عرفات کا رستا اور چھوٹا سا نقشہ بناکر مکہ معظمہ سے روانگی سے پہلے ہی ہر حاجی کو دیدیا جائے۔ جن لوگوں نے ہندوستان میں کانگریس اور خلافت کے کیمپوں کا انتظام کیا ہے۔ وہ چند ہی دن میں عرفات کا پورا انتظام نہایت کفایت شعاری سے کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اب تک کسی کو اس طرف توجہ ہی نہیں ہوئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حج

بغیر کسی کے انتظام کے اب تک خود ہی ہوجایا کرتا ہے۔ اور جو تکالیف حجاج کو کبھی پہلے پیش آیا کرتی تھیں۔ آج بھی وہی پیش آتی ہیں۔ حالانکہ ایک سال کے تجربہ کے بعد دوسرے ہی سال ان کو رفع کیا جاسکتا ہے۔

حج کے اور انتظامات

۲۹۔ منیٰ میں امسال حکومت کی غفلت سے نجدیوں کے ہاتھوں حجاج کو سخت تکالیف پہنچیں اور چند اموات بھی واقع ہوئیں۔ لیکن بظاہر نہ تو حکومت حجاز نے اس طرف کوئی توجہ کی۔ نہ اس کا نجدیوں پر بس چلتا تھا۔ منیٰ میں نجدیوں کا "رمی جمار" کے لئے اونٹوں پر آنا حکومت کی طرف سے روکا جاسکتا تھا مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اسی طرح مسعیٰ میں اونٹوں کے لانے اور چھوڑ دینے کی ممانعت کی جاسکتی تھی۔ اور طواف، استلام۔ مقام ابراہیم پر ادائگی نوافل اور چاہِ زمزم کے متعلق بھی اس سے کہیں بہتر انتظام کیا جاسکتا تھا

حرمین الشریفین اور غلاظت

۳۰۔ خود مکہ معظمہ اور مدینۂ منورہ میں صفائی کی ہر طرف ضرورت ہے مگر اس طرف کسی کو توجہ نہیں ہوئی۔ حجاج جس وقت جدہ یا ینبع پر پہنچتے ہیں اور حوائج ضروری اور غسل و وضو کے لئے بھی کوئی انتظام نہیں پاتے تو ان کو سارے حج میں کسی خوش انتظامی کی توقع نہیں رہتی۔ تاہم مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے اردگرد اور اسی طرح مدینۂ منورہ میں مسجد نبوی کے باہر ہی بول و براز پایا جانا ہر عقیدتمند مسلمان کے لئے سوہان روح کا باعث ہوتا ہے۔ ان مواقع پر بھی جو بیت الخلا بنائے گئے ہیں وہ نہ صرف ناکافی ہیں بلکہ غلیظ اور متعفن بھی ہیں۔ انشاءاللہ پیر ترکا اور برتن میں تو سرکوں پر نہایت صاف و شفاف پاخانے جن کے فرش اور دیواریں چینی کی اینٹوں کی ہوتی ہیں۔ بن سکتے ہیں۔ لیکن حرمین الشریفین میں جو جا بجا بیس کروڑ مسلمانوں کی قومی و مذہبی مرکز اور زیارت گاہیں ہیں باوجود ہماری عقیدتمندی کے بھی سوائے متعفن بدرواؤں کے اور وہ بھی ناکافی کوئی انتظام

نہین ہو سکتا۔ اس سے زیادہ تعجب اور افسوس کی کیا بات ہو سکتی ہے؟ ہمارے نزدیک ہندوستان کا ایک عقیدتمند صاحب دولت ہی ان حوائج ضروری کے لئے بہتر سے بہتر انتظام کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس طرف توجہ ہو۔ اس بارے مین ہمین جو شکایت ہے وہ حکومتہائے ماضی سے ہے۔ لیکن یہ ظاہر کئے بغیر ہم نہین رہ سکتے کہ حکومت حاضرہ کی طرف سے بھی اس بارے مین چھوٹی سے چھوٹی اصلاح بھی اس وقت تک عمل مین نہین آئی۔

حج مین پانی کا انتظام

۳۱۔ حج کے موقع پر منی۔ مزدلفہ۔ اور عرفات سب مقامات مین پانی امسال بافراط ملا۔ البتہ حج کے بعد بھی کئی دن تک نہر زبیدہ سے مکہ معظمہ مین پانی نہ مل سکا۔ اور باشندگان شہر اور حجاج کو سخت تکلیف ہوئی حالانکہ سلطان نجد کے عم کے پاس جو نجدی قبائل پڑے ہوئے تھے۔ انہون نے مع اپنے اونٹون کے سیراب ہو کر پانی پیا۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ امر کسی سوئے اتفاق کے باعث تھا۔ یا جیسا کہ عام طور پر مشہور ہوا تھا کہ نجدیون کے نہر زبیدہ مین ریت کے بورے ڈال دینے کے باعث، نہر زبیدہ کے لئے حجاج سے چندہ مانگا گیا اور کسی قدر رقم وصول بھی ہوئی۔ لیکن اس کی اصلاح اور توسیع کے لئے ایک کثیر رقم درکار ہے۔ اور ہمین اُمید ہے کہ حکومت کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد مسلمانانِ ہند اس کار خیر مین پوری فیاضی کا ثبوت دین گے۔

عام انتظامات

۳۲۔ تامین الطرق اور حج کے متعلق ہم اپنے خیالات ظاہر کر چکے ہین۔ ان کے علاوہ عام انتظامات ملکی کے متعلق ہم کچھ زیادہ نہین کہہ سکتے۔ اس لئے کہ ہم کو ان کے متعلق رائے قائم کرنے کا کافی موقع نہین ملا۔ موتمر مین جو تحریک سب سے اول پیش ہوئی وہ حفظان صحت کے متعلق تھی۔ اور یقیناً حجاز مین صحیہ کے متعلق بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اسی طرح شفاخانون اور ڈسپنسریون اور سفری ڈسپنسریون کی بھی سخت ضرورت

ہے۔ جس وقت صحیہ کے بارے میں موتمر میں تحریک پیش کی گئی اور عالم اسلام سے اس کار خیر کے لئے امداد کی درخواست کی گئی۔ تو ہمارے وفد نے دریافت کرنا چاہا کہ خود حکومت کا بجٹ کیا ہے اور بجٹ میں کتنی رقم صحیہ پر صرف کی جاتی ہے۔ بجٹ کے متعلق ہم کو کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ بلکہ اس کے متعلق سوال کو بھی مداخلت بیجا سمجھا گیا۔ البتہ ہمیں بتایا گیا کہ حکومت نے صحیہ پر تیس ہزار پونڈ صرف کئے۔ تاہم خرچ کی کوئی تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔ لیکن ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ ان تیس ہزار پونڈ میں سے کم و بیش بیس ہزار کی بڑی رقم جدہ کے لئے نیا کنڈ یسنر یعنی سمندر کے پانی کو صاف کرنے کی کل پر صرف کی گئی تھا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی سنا گیا کہ چھ ہزار پونڈ تو ان میں سے اس جدہ کے انگریزی فرم نے بچا لئے۔ جس کی معرفت کنڈ یسنر منگایا گیا تھا اور کچھ رقم بعض عمال حکومت کو بھی مل گئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ الزام کہاں تک صحیح ہے۔ اس کی اشد ضرورت ہے کہ حکومت آمد و خرچ کا حساب باقاعدہ رکھے اور اس کو شائع کرے۔ اور جو رقم سلطان ابن سعود اپنے اور اپنے خاندان کے مصارف کے لئے لیتے ہیں اور جو فوج نجد کے خدمات کے صلہ کے طور پر دی جاتی ہے اس کو بھی شائع کیا جائے۔ اسی طرح حجاج سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی بالتفصیل شائع کی جائے۔

وفد کی رائے دربارۂ تشکیل حکومتِ حجاز

۳۳۔ جمعیت خلافت کی مجلس علما نے ہمارے انتخاب کے وقت یہ فیصلہ کیا تھا کہ مؤتمر میں تشکیل حکومتِ حجاز کے بارے میں بحث نہ کی جائے اور جیسا کہ ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں سلطان نجد نے جمیعۃ العلما ہند کے تار کے جواب میں گول الفاظ میں لیکن پھر بھی صاف طور پر ظاہر کر دیا تھا کہ مؤتمر میں اس مسئلہ کے پیش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن جب مؤتمر کا افتتاح کرتے وقت سلطان نجد نے اپنی طرف سے ۲۶ نمائندوں کو نامزد کیا اور چار اہل حدیث کو بھی مؤتمر میں شریک کیا۔ اور اس طرح ۵۹ ارکان مؤتمر میں سے تیس ایک بڑی حد تک سلطان نجد کی رائے کے پابند ہو گئے، تو تشکیل حکومت

مسئلہ کو تمام مسائل سے پیشتر مؤتمر کے پروگرام میں رکھا گیا، لیکن اس مسئلہ کا سلطان کی طرف سے دعوت نامہ میں کہیں ذکر نہ تھا، اور نہ ہماری جمعیت نے ایک ایسی مؤتمر میں اس پر بحث کرنے کی اجازت دی تھی جس کی نمایندگی ایک بڑی حد تک مشتبہ تھی۔ اس لئے ہم نے غیر رسمی طور پر سلطان کو اطلاع دیدی کہ ہم کسی ایسے مباحثہ میں شریک نہیں ہو سکتے، اور اگر اسکے متعلق ان کے خطبہ افتتاحیہ میں کچھ ذکر کیا گیا تو جمعیت خلافت کے مسلک کے مطابق ہم ان کی ملکیت کے خلاف اظہار رائے کریں گے۔ البتہ سلطان نجد کے ساتھ ملاقاتوں میں جو کچھ اس بارے میں کہا گیا ہے وہ ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں۔ رسمی طور پر ان سے ان بارے میں مزید بحث ہمیں بے سود معلوم ہوئی، اس لئے کہ وہ بادشاہت چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ معلوم ہوتے تھے۔ اب ہم اپنے مشاہدات اور تجربات کے بعد تشکیل حکومت کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ حجاز میں کسی قسم کی بادشاہت نہ قائم ہو، حکومت کسی خاص خاندان کے ساتھ ہرگز وابستہ نہ ہو، حکومت میں وراثت کو کوئی تعلق نہ ہو، حکومت شورٰی اور جمہوری ہو، اور صرف ساکنان حجاز کو ارکان حکومت بنایا جائے، گو جب تک ان کو بیرونی امداد کی ضرورت ہو تمام اقطار عالم اسلامی سے بہترین مسلمان بطور عمال حکومت ملازم رکھے جا سکیں۔

عالم اسلام کی نگرانی

۳۴۔ اس طرح حجازی حکومت داخلی امور میں خود مختار ہوگی لیکن چند امور میں اس پر عالم اسلام کی نگرانی ہوگی۔ ان امور میں سب سے مقدم حجاز کو غیر مسلموں کی مداخلت سے بچانا ہے اور یہ فرض نہ صرف حجازیوں یا عربوں کا ہے بلکہ ہر مسلمان کا ہے جس کو یا ایہا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا تقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا۔ کا بارگاہ ایزدی سے حکم ملا ہے۔ غیر مسلموں کی مداخلت طرح طرح سے ہو سکتی ہے اس لئے اس مداخلت کو کس طریقہ سے روکا جائے گا اس کی تشریح یہاں نہیں کیجا سکتی البتہ غیر مسلموں کو اقتصادی امتیازات دینا بند کرنا چاہئے اور غیر مسلم دول کے قنصلوں

پر کم ازکم مسلم ہونے کی شرط لگائی جاسکتی ہے۔ دوسرا امر جس میں عالم اسلامی کی نگرانی لازمی ہے ترویج شریعت اسلامیہ ہے۔ اس لئے کہ کسی حجازی یا عربی حکومت کو بھی یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ شریعت حقہ کی خود خلاف ورزی کرے یا اسکی خلاف ورزی کو جائز رکھے۔ البتہ ترویج حکومت کی طرف سے شریعت کے اسی حصہ کی کیجائے گی، جو تمام مذاہب اسلامیہ میں مسلّمہ ہیں۔ جن مسائل میں مختلف مذاہب میں اختلاف ہے، ان میں ہر مسلم مجاز ہوگا کہ اپنے مذہب کے مطابق عمل کرے، البتہ دوسرے مذاہب اور مذہب والوں کی توہین اور دلآزاری کی کسی کو اجازت نہ ہوگی، خواہ وہ اسے اپنے مذہب کا جزو ہی کیوں نہ سمجھے۔ اس کے علاوہ ان تبرعات، صدقات اور اوقاف کی نگرانی بھی عالم اسلام کے مندوبین کریں گے جو بیرون حجاز کی طرف سے دیئے یا قائم کئے گئے ہوں۔ ان موٹی موٹی باتوں کے علاوہ کچھ اور امور بھی ایسے ہونگے جن میں عالم اسلام کی نگرانی کی ضرورت ہوگی، لیکن اس وقت اس قدر تشریح کافی ہے۔ عالم اسلامی کے مندوبین اسی طریقہ پر مقرر یا منتخب کئے جاسکتے ہیں۔ جو موتمر اسلامی کے لئے پہلی مؤتمر نے منظور کیا ہے۔

اہلِ حجاز کی اہلیت اہل نجد سے کم نہیں بلکہ کہیں زیادہ ہے

۳۵۔ حجاز کے لوگوں میں انتظام ملکی کی کافی اہلیت معلوم ہوتی ہے اور کم ازکم نجدیوں سے زیادہ وہ حکومت حجاز کے چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ہمیں نجدیوں میں اہل حجاز سے بہتر کوئی شخص حجاز پر حکومت کرنے کا اہل نظر نہیں آیا بلکہ اہل حجاز کو ہم نے اہل نجد سے کہیں زیادہ اس کا اہل پایا۔

حجاز کی بیرونی حملے سے مدافعت کا انتظام

۳۶۔ حجاز کے بیرونی حملے سے مدافعت اور اندرونی انتظام کے لئے خود حجازی فوج تیار کرسکتے ہیں لیکن ضرورت ہو تو اسلامی حکومتوں اور نیز شعوب اسلامی سے مدد لی جاسکتی ہے۔ اس تمام کام میں اور ملکوں اور ان کی حکومتوں کی طرح نجد اور سلطان

نجد بھی مدد دے سکتے ہیں، اور ہم کو ہر مسلمان سے توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ اسپر مصر نہ ہوگا کہ یا تو مجھے یا میرے خاندان کو نسلاً بعد نسل حجاز کی حکومت دو یا میں اس مرکز اسلام کی ہر خدمت سے ہاتھ کھینچ لوں گا۔ تاہم اگر سلطان نجد اس مرکز اسلام کی کوئی خدمت نہ کرنا چاہیں جبتک کہ وہ ان کو اوران کے خاندان کو نہ سونپ دیجائے، تب بھی ہماری رائے میں حکومت حجاز کا اور حجاز کی مدافعت کا کافی اور اطمینان بخش انتظام ہوسکتا ہے۔ موتمر اسلام کا گویا بیج بویا جاچکا ہے اور عالم اسلام کے ہندو بین اور اہل حجاز خود حکومت اور مدافعت کے کام کو انشاء اللہ بخوبی انجام دے سکیں گے جس طریقہ پر کاتب عام اور بجنہ تنفیذیہ کے اراکین کا تقرر قرار پایا ہے، وہ اسکی کافی ضمانت ہے کہ آئندہ ہندو بین عالم اسلام کی سعی و کوشش سے جو حجازیوں کی حکومت حجاز میں قایم کی جائیگی وہ موجودہ حکومت سے بہتر ہوگی۔

ہندوستان کے مسلمان اسوقت کیا کریں

۲۷۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اس وقت کیا کریں۔ سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے کہ ہندوستان میں موتمر کے نمایندے منتخب کرنے اوران کو موتمر کی شرکت کے لئے مناسب ہدایت دینے کے واسطے ایک جماعت قائم کی جائے جس میں تمام کلمہ گویان اور اہل قبلہ کو شریک ہونے کی جمعیت خلافت کی طرف سے دعوت دی جائے۔ اور ہر رکن خلافت لازمی طور پر اس جمعیت کا بھی رکن ہو۔ اور کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے مشترک حرمین اور ارض مقدس کی حکومت کی تشکیل اور دیگر اصلاحات کے بارے میں ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کی ایک رائے ہو نہ یہ کہ بے کار فرقہ بندی سے اس بڑی قوت کو ضائع کیا جائے۔ اگر بدقسمتی سے کوئی چھوٹی جماعت تعصب مذہبی کا شکار ہوکر سواد اعظم کی مخالفت کرے تو اس سے کوئی بڑا نقصان واقع نہ ہوگا۔ ضرورت اس کی ہے کہ جن لوگوں کا دامن مذہبی تعصب اور فرقہ بندی سے پاک ہے وہ خاموش اور بے حس نہ

حرکت نہ ہین۔ بلکہ مرکز اسلام کی اصلاح کے کام مین مدد دین۔ جو چاہئین اور ثواب دارین حاصل کرین۔ جمعیت خلافت کو چاہیئے کہ دوسرے اقطار عالم اسلام کے باشندون کو بھی اسی طرح موتمر کے آیندہ اجلاسون کیلئے جماعتین بنانے پر آمادہ کرے۔ اور بالخصوص اپنے قرب و جوار کے ممالک کو۔ اور ان کو بھی اپنے مسلک کا حامی بنانے کی کوشش کرے ساتھ ہی ساتھ مسلمانان ہند کو حجاز کی ضرورتون کے لئے تبرعات دینے پر آمادہ کرے۔ اور انہین ترغیب دے کہ اپنی روزانہ زندگی مین، یعنی اپنی آمدنی۔ اپنی محنت اور اپنے وقت مین مرکز اسلام کو بھی شریک کرین۔ کثرت سے مسلمانان ہند کو اور مسلمانان عالم کو حج۔ عمرہ۔ اور زیارت کے لئے جانے کی ترغیب دے اور بالخصوص ہر صاحب فن کو آمادہ کرے کہ وقتاً فوقتاً حجاز جاکر وہان کے انتظامات و اصلاح مین تطوعانہ مدد دے۔

عالم اسلام بے دست و پا نہین

۸۳۔ ہمین افسوس ہے کہ اب تک ہم نے سلطان عبدالعزیز کو ویسا نہین پایا جیسا کہ ہم ان کو عالم اسلام کی بے شمار ضرورتون کی بنا پر، اور متواتر مایوسیون سے بچنے کے باوجود نئی نئی اُمیدین باندھکر اپنے خیال مین بنائے ہوئے تھے وہ ملک گیری کی ہوس مین گرفتار ہین، تاہم وہ ایک باہمت، باحوصلہ اور ذی فہم مسلمان ہین۔ اگر نہ صرف مسلمانان ہند، بلکہ عالم اسلام کے بڑے حصے نے پورے اتفاق کے ساتھ ان سے وہی مطالبہ کیا جو جمعیت خلافت کا مسلک ہے، تو ہمین ان کی فہم و ادراک سے اُمید ہے کہ وہ عالم اسلام کے سامنے سر جھکا دین گے۔ اور حجاز کی ملکیت سے دست بردار ہوکر محض خادم اسلام کی حیثیت سے اس کی خدمت کرنے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھین گے۔ لیکن بفرض محال، اور خدانخواستہ اگر ہماری یہ توقع پوری نہ ہوئی تو ہمین اس کہنے مین ذرا بھی تامل نہین کہ عالم اسلام ہرگز بے دست و پا نہین ہے۔ حجاز باوجود وادی غیر ذی زرع ہونے کے نجد سے زیادہ زرخیز نہین تو اپنے تقدس اور حج و زیارت کے باعث نجد سے کہین زیادہ زرگیر ہے، اور جس طرح اس کی کشش زر مین ملک گیرون کے لئے ایک

کنش ہے۔ اسی طرح جو قوت اس پر قابض ہو بیٹھے۔ اور پھر عالم اسلام کی عام رائے
سے بے اعتنائی کرے۔ اس کو عالم اسلام بہت جلد اپنی رائے کے احترام کرنے پر مجبور کر سکتا
ہے۔ ہمین کامل اطمینان ہے کہ اگر عالم اسلام نے مسلک جمعیت خلافت کے ساتھ اتفاق
کیا تو مسلمانون کی عام رائے کا موجودہ حکومت حجاز پر پورا اثر پڑے گا اور وہ ہرگز ضد
اور ہٹ دھرمی کو کام مین نہ لائے گی۔ بلکہ سلطان نجد کی ۸ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کے دعوت نامے
کے مطابق ایک نئی حکومت حجاز کی تشکیل مین مدد دے گی۔ خدا ہمچنین کناد۔ خداوندا!
تو سب مسلمانون کو کلمہ حق پر مجتمع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ ثم آمین

سلیمان ندوی
شوکت علی
محمد علی
شعیب قریشی
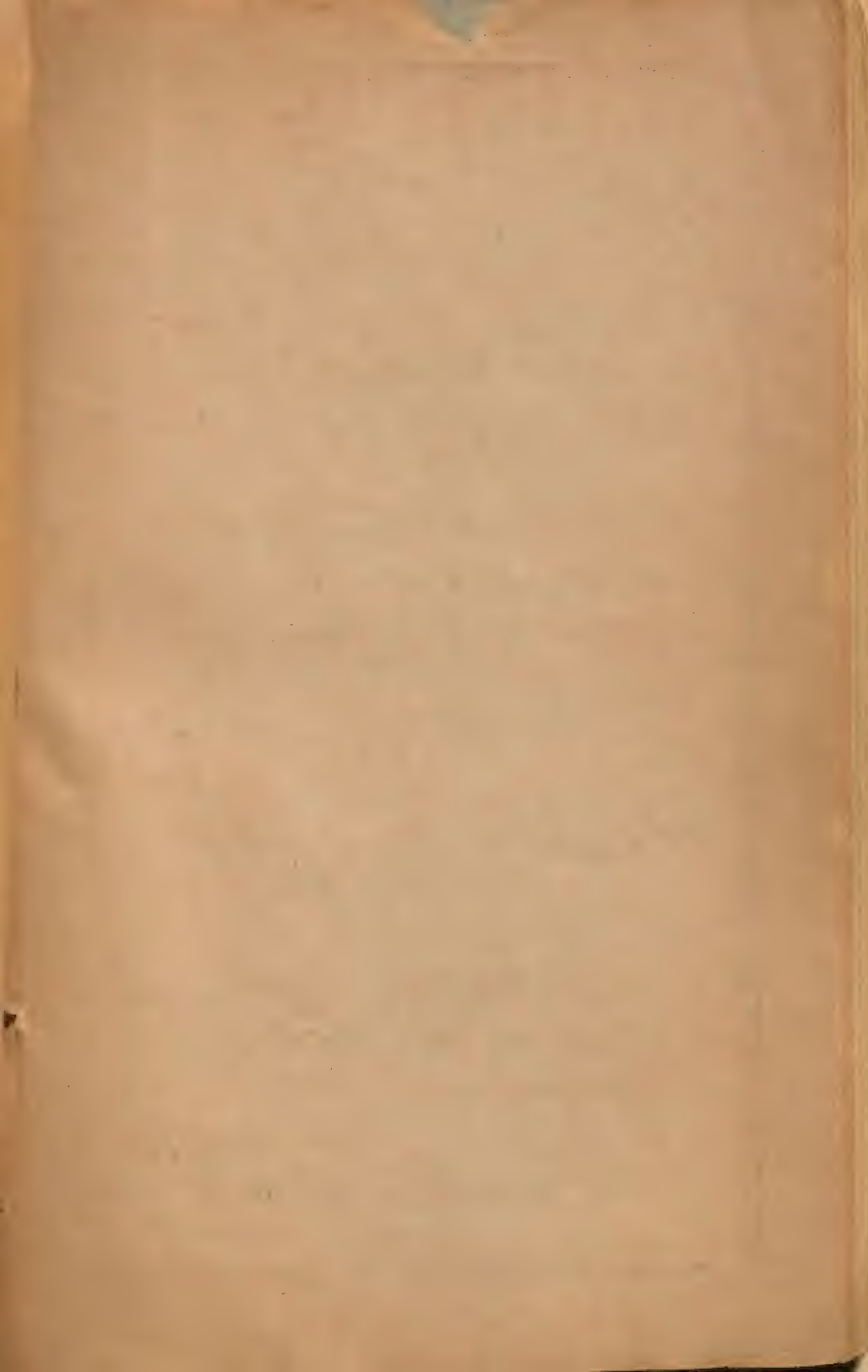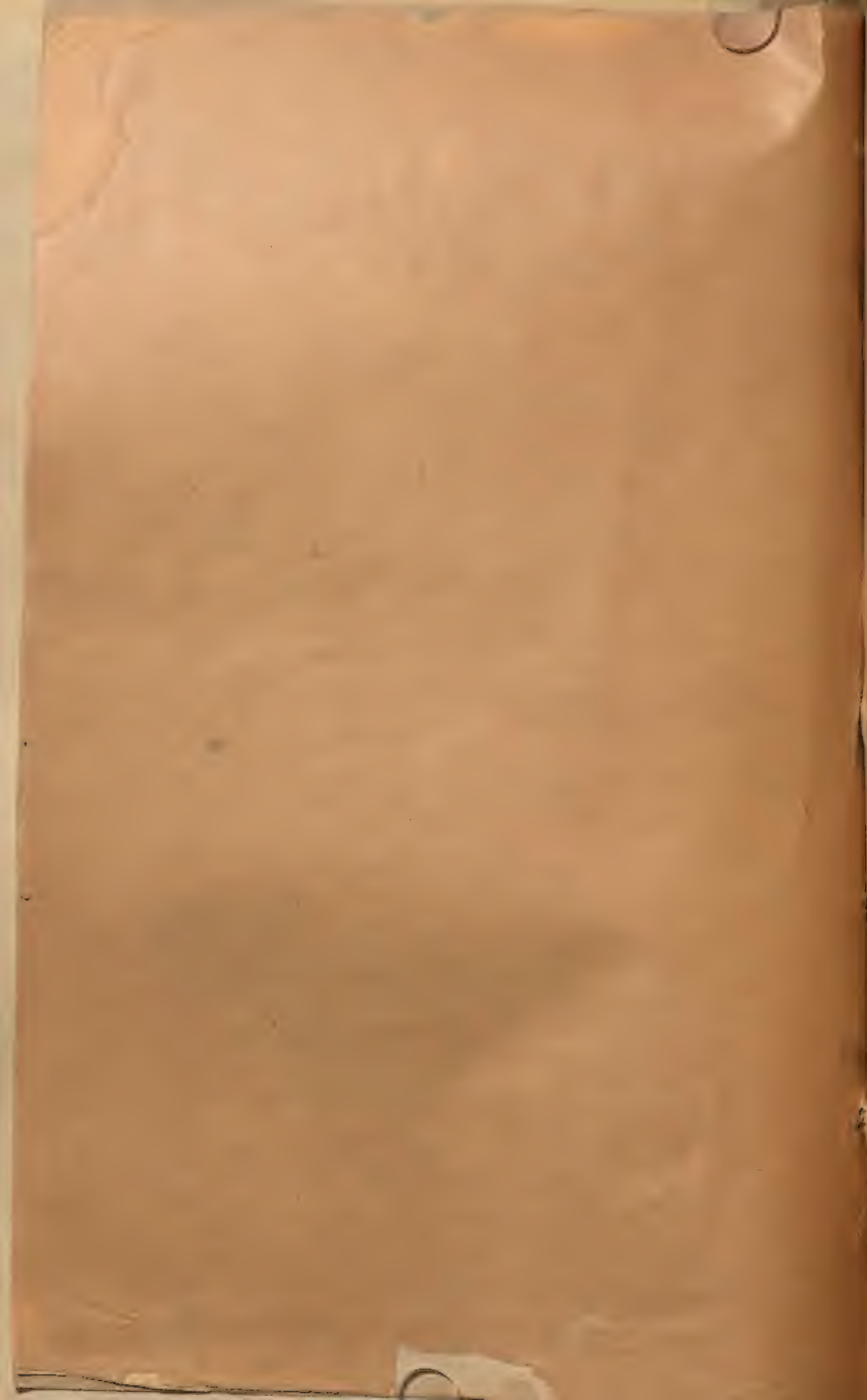
روزنامہ "خلافت" کی خصوصیات

۱. ہندوستان میں عالم اسلامی کی بہترین و مکمل خبریں دینے والا،
۲. تحریک آزادی کا زبردست ترین علمبردار،
۳. تمام اسلامی فرقوں کے جذبات کا احترام کرنے والا،
۴. ہندوستان کی سب سے طاقتور تحریک کا سرکاری آرگن،
۵. ملک کے ہر گوشہ میں پہونچنے والا،
۶. افریقہ اور ممالک اسلامیہ میں وسیع اشاعت رکھنے والا،
۷. سیاسیات ملکی میں صحیح و مستند رائے پیش کرنے والا،

شرح چندہ

سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible] ماہانہ [illegible] ممالک غیر سے سالانہ [illegible]

فی پرچہ ایک آنہ

پتہ: دفتر خلافت ڈونگری، بمبئی نمبر ۹

[illegible] الرحمن نے خلافت پریس سلطان مینشن ڈونگری بمبئی نمبر ۹ میں چھاپکر شائع کیا۔